اکرم الہ آبادی
شیشے کی آنکھ
ماہنامہ جاسوسی پنجہ کی خصوصی

جاسوسی دائرہ سیریز

شیشے کی آنکھ

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔انڈیا

Akram Allahabadi

اداریہ

شیشے کی آنکھ آج سے قریباً دو سال قبل بمبئی کے ایک جاسوسی کارنامے پیش کرنے والے ماہنامے کے ذریعہ قسط وار چھپتی رہی تھی۔ اس کا بہت کم حصہ قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں مکمل ناول کا اعلان کر دیا گیا۔ اعلان کے کچھ ہی ماہ بعد وہ ماہنامہ بند ہو گیا اور اکرم صاحب جاسوسی پنجہ کے لئے مستقل طور پر لکھنے لگے۔

وہ ادارہ تو بند ہو گیا۔ مگر ان حضرات کی تشنگی نہ بجھ سکی جنہوں نے اس کی چند قسطیں پڑھی تھیں۔ قارئین کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے ادارہ جاسوسی پنجہ نے وہ ناول برائے اشاعت اکرم صاحب سے حاصل کیا ہے۔ اکرم صاحب بھی یہی چاہتے تھے کہ قارئین کی تشنگی بجھے جس کے نتیجہ کے طور پر اب شیشے کی آنکھ مکمل ناول کی صورت میں حاضر ہے۔

اکرم صاحب کے ناول ویسے بھی جاسوسی ادب میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور اسے تو انہوں نے خاص محنت سے لکھا ہے۔ اب آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتنا دلچسپ ہو گا۔

وی دہلوی

ایڈیٹر ماہنامہ جاسوسی پنجہ دہلی

Akram Allahabadi

ہم سفر موت

''ویٹر۔''فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ سے ایک ادھیڑ عمر سفید فام آدمی نے سر نکال کر پلیٹ فارم پر سامنے سے گزرتے ہوئے ویٹر کو آواز دی۔

''یس سر۔'' ویٹر گھوم پڑا اور کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

''کھانے والا کچھ تازہ چیز ہے ڈائننگ کار میں؟''

''یس سر، سب مال ہے۔آپ کو کیا منگتا ہے؟''

''آم کو تھوڑا مٹن چاپ اور تھوڑا کباب چاہیے۔'' وہ سفید فام آدمی جو بشرے سے کوئی انگریز فوجی افسر معلوم ہوتا تھا بولا۔

''صاحب، ڈرنک کرے گا؟'' ویٹر یہ کہہ کر مسکرا دیا۔

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔اچھا جاؤ لاؤ۔'' وہ خوشگوار موڈ میں ویٹر کا بازو تھپک کر آہستہ سے بولا۔اور ویٹر ''ابھی لایا صاحب۔'' کہتا ہوا تیز قدم اٹھاتا مدراس میل کی ڈائننگ کار کی طرف چلا گیا۔لیکن گاڑی کے اسٹیشن سے چلنے سے پہلے ہی وہ ایک ٹرے میں دو پلیٹیں رکھ کر لے آیا اور کمپارٹمنٹ میں داخل ہو کر ٹرے اس انگریز افسر کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔اس افسر نے اپنے سوٹ کیس سے 'اسکاچ وہسکی' کی ایک بوتل نکال لی تھی جسے وہ کھولنے جا رہا تھا۔

سورج اب مغرب کی طرف ڈھل رہا تھا۔دوپہر کے تقریباً ڈیڑھ بجے تھے۔ناگپور کے نزدیک کے علاقوں سے دو طرفہ ہرے بھرے کھیتوں اور اونچے اونچے ٹیلوں کے درمیان حدِ نظر تک دوڑتی ہوئی آہنی پٹریوں پر مدراس میل کا وزنی امریکی انجن اپنی بھاری اور گھٹی ہوئی چیخوں کے ساتھ دندناتا ہوا دوڑ رہا تھا۔پیچھے فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے پانچ ڈبے اور انٹر و تھرڈ کلاس کے ڈبے اس کے ساتھ منسلک پانی پر بہنے والے تنکوں کی طرح گھسٹ رہے تھے۔آسمان

پرانجن سے نکل کر پیچھے کی طرف اڑتے ہوئے دھوئیں کے بادل سیلی سیلی روئی کے گالوں کی طرح لہراتے معلوم ہو رہے تھے۔

ابھی ناگپور پہنچنے میں ایک درمیانی اسٹیشن اور ڈیڑھ گھنٹے کا سفر باقی تھا۔ گاڑی مسافروں سے کھچا کھچ بھری تھی۔ لیکن اس انگریز افسر کے کمپارٹمنٹ میں صرف ایک شخصیت اور موجود تھی۔ وہ بھورے بالوں والا ایک تندرست نوجوان تھا، جس نے سرج کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ بشرے سے وہ نہ انگریز معلوم ہوتا تھا نہ پوری طرح ہندوستانی۔ لیکن اس کی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ تھیں۔ اس لیے اس کے ہندوستانی ہونے کا زیادہ امکان تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے غیر متعارف معلوم ہوتے تھے۔ کیوں کہ وہ اپنی برتھ پر کھلی کھڑکی کے نزدیک بیٹھا اخبار دیکھنے میں مشغول تھا اور کپتان نے اپنے سامنے اسکاچ وہسکی کی بوتل کھولے شیشے کے ایک چھوٹے سے پیمانے میں ہلکے کتھئی رنگ کی شراب انڈیل کر تھوڑی تھوڑی چڑھا رہا تھا۔ کھڑکی کے راستے اندر آنے والی سرد ہوا اسے کمپارٹمنٹ کے سیلنگ فین سے زیادہ لطف دے رہی تھی۔ اس کی بش شرٹ، برتھ پر سرہانے پڑی تھی، جس کے کاندھوں پر لگا ہوا پیتل کا ایک کراؤن ظاہر کرتا تھا کہ وہ فوج میں میجر کا عہدہ رکھتا ہے۔ ایک پیگ خالی کر کے وہ دوسرا پیگ چڑھاتے ہوئے اس نے دوسرے مسافر کی طرف ہلکے خمار بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"وہسکی؟"

"نو، تھینکس۔" دوسرا مسافر مسکرایا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ کافی سنجیدہ تھی۔ وہ اس کے لبوں پر پوری طرح پھیلتے پھیلتے رہ گئی۔

"کتنا پیارا موسم ہے۔ باہر بادل چھائے ہوئے ہیں اور ہوا کتنی ٹھنڈی ہے۔"

انگریز میجر نے انگریزی میں اسے پھر مخاطب کیا۔ اسکے ہاتھ میں اب تیسرا پیگ تھا۔

"ہونہہ۔" نوجوان مسافر نے مختصر سا جواب دیا۔

"یہ ریل جیسے پانی پر بہہ رہی ہے۔ کیسی سبک رفتار ہے۔" میجر نے ایک مٹن چاپ

کو دانتوں سے نوچتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہے تو۔'' یہ کہہ کر وہ نوجوان اخبار کا دوسرا صفحہ الٹنے لگا۔

''تم بڑے خشک مذاق ساتھی معلوم ہوتے ہو دوست۔'' میجر نے پھر اس کی طرف ایک پیگ بڑھایا۔

''میں ہوش میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔'' اس نے روکھا سا جواب دیا۔

''ہوش... ہونہہ۔ ہوش میں رہنا بیوقوفی ہے۔ بے ہوش رہنے میں جو مزہ آتا ہے وہ آسمان پر خدا کی جنت میں بھی نہ آتا ہوگا۔'' میجر نے شراب کے چڑھتے ہوئے نشے میں بڑبڑانا شروع کیا۔

''نہ آتا ہوگا۔'' نوجوان مسافر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''مجھے تو جنت میں اگر شراب نہ ملی تو میں بائیکاٹ کر دونگا..... ہیچ۔ وہ بھی کوئی جنت ہے جہاں شراب نہ ہو۔'' میجر کا موڈ اور خمار آلود ہو گیا۔

''ہونہہ۔'' نوجوان ہمسفر نے حقارت سے یہ کہتے ہوئے اپنے دونوں کاندھے جھٹکے اور میجر کو گھورنے لگا۔ اس کی نگاہوں سے ایک ایسی کیفیت ٹپک رہی تھی جیسے میجر کی شخصیت اس کے نزدیک قابلِ رحم بھی ہو اور قابلِ نفرت بھی۔

''میں نے ۱۹۱۴ کی جنگِ عظیم میں ایک بوتل شراب کے لیے دشمن کے سات آدمی مارے تھے اور ایک دن... ایک دن تو...'' وہ آپ ہی آپ قلقاری مار کر ہنسا۔ ''ایک دن تو بس مزا آ گیا۔ قیصر کی لڑکی مجھ پر عاشق ہو گئی۔ میں اس وقت تم سے بھی زیادہ جوان تھا۔ ایک دم سرخ۔''

''قیصر کی کوئی لڑکی نہیں تھی۔'' نوجوان نے حقارت سے بات کاٹ دی۔

''واہ، تھی کیوں نہیں۔ وہ خود کہتی تھی کہ میں قیصر کی اماں... ہیچ، آئی ایم سوری، بیٹی ہوں۔'' میجر نے ہوں کو اتنا لمبا کر دیا کہ آواز اس کی ناک سے نکلنے لگی۔

Akram Allahabadi

''میرا دماغ مت چاٹو، سو جاؤ۔''نوجوان ہمسفر نے روکھے پن سے کہا۔

''اچھا ڈارلنگ، تم کہتے ہو تو سوئے جاتے ہیں۔''وہ آخری پیگ میں بوتل خالی کرتے ہوئے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا۔کھڑکی سے آنے والے سرد ہوا کے تھپیڑے اسے تھپکیاں دینے لگے تھے۔مٹن چاپ اور کباب کی پلیٹیں صاف ہو چکی تھیں۔''لو سو گئے۔''یہ کہہ کر وہ اسی طرح بوتل ہاتھ میں پکڑے پکڑے لیٹ گیا۔اور دو منٹ میں ہی اس کے خراٹے گونجنے لگے اور گاڑی دوڑتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆

اسٹیشن نزدیک آ گیا۔گاڑی دھیمی ہوتے ہوتے پلیٹ فارم پر پہنچ کر رک گئی۔اور اترنے چڑھنے والے مسافروں، قلیوں اور خوانچے والوں کی آوازوں نے سارا اسٹیشن سر پر اٹھا لیا۔

ویٹر ڈائننگ کار سے نکل کر میجر کے کمپارٹمنٹ میں گھس گیا۔اسے برتن اور بل لینا تھا۔مگر دوسرے لمحہ اس کی چیخ نے آس پاس کے لوگوں کے کان کھڑے کر دیے۔وہ گھبرایا ہوا سا کمپارٹمنٹ سے نکل کر اسٹیشن ماسٹر کی طرف بھاگا۔اور ذرا سی دیر میں اس ڈبے کے سامنے لوگوں کا ہجوم لگ گیا۔چند منٹ بعد ہی اسٹیشن ماسٹر اور جی آر پی انسپکٹر معہ چند کانسٹبلوں کے ویٹر کے ساتھ آ پہنچے۔دروازے پر پولیس کھڑی ہو گئی اور انسپکٹر اور اسٹیشن ماسٹر اندر گھس گئے۔ اندر میجر کی برتھ خون سے تر ہو رہی تھی۔اس کی لاش نصف نیچے لٹکی ہوئی پڑی تھی۔گلا کٹا ہوا تھا اور اس کے ایک ہاتھ میں اب تک اسکاچ وہسکی کی خالی بوتل تھی۔اس کا گلا کسی دھار دار چیز سے اس طرح کاٹا گیا تھا کہ صرف چند رگیں اور پشت کی کھال لگی رہ گئی تھی۔لیکن سب سے تعجب خیز امر یہ تھا کہ اس کی ایک آنکھ بھی غائب تھی۔کسی نے جیسے اسے نوچ کر نکال لیا تھا اور اس جگہ جو گڑھا تھا وہ بھی کچھ عجیب سا معلوم ہو رہا تھا۔ڈبے میں میجر کی لاش اور اس کے سامان کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ناگپور کا آر.ٹی.او اطلاع ملتے ہی پہنچ گیا۔مدراس میل ۲۳۲۵ نمبر کے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ پر بھیڑ لگی ہوئی تھی اور جی.آر.پی. کے کچھ کانسٹبل اور ریلوے کے عملے کے کچھ لوگ ہجوم سے منتشر ہو جانے کی درخواست کر رہے تھے۔آر.ٹی.او. کے آتے ہی راستہ چھوڑ دیا گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔انگریز میجر کی لاش خون میں لت پت اسی طرح پڑی ہوئی تھی اور برتھ اور فرش پر بہے ہوئے خون کے تھکلے ہوا لگنے پر جم چلے تھے۔آر ٹی او نے مرنے والے کے احترام میں اپنی کیپ اتار لی اور پھر وہ میجر پر جھک گیا۔اس نے میجر کے کالر الٹ کر دیکھے پھر وہ اس کی بش شرٹ کے بٹن غور سے دیکھنے لگا۔پانچوں بٹن یکساں اور پیتل کے تھے۔لیکن بیچ کے بٹن پر نظر پڑتے ہی وہ چونک پڑا۔اس پر ایک خاص قسم کا چھوٹا سا مونوگرام بنا ہوا تھا۔جسے شاید اونچے رینک کے افسر ہی سمجھ سکتے تھے۔پھر آر.ٹی.او. نے خود کمپارٹمنٹ کا معائنہ کرنا شروع کیا۔اس نے ایک ایک کونا دیکھ ڈالا۔سامنے والے برتھ پر صرف ایک اخبار پڑا ہوا تھا اور اس سے زیادہ وہاں اس سے قبل کسی کے موجود ہونے کے کوئی آثار نہ تھے۔اس لیے ہو سکتا تھا کہ یہ اخبار میجر کا ہی ہو۔

''گاڑی کچھ دیر ڈیٹین کرنی پڑے گی۔''وہ پلٹ کر گارڈ سے بولا۔

''بہتر ہے اسٹیشن ماسٹر سے کہہ دیجیے۔''گارڈ نے سر ہلا کر جواب دیا۔

آر.ٹی.او. نے اخبار اٹھا لیا۔میجر کا منتشر سامان بڑی احتیاط سے اٹھوا کر یکجا کرا دیا۔اور کمپارٹمنٹ میں اسی حالت میں تالا لگا کر وہ پلیٹ فارم سے تیز قدم گزرتا ہوا اپنے آفس میں گھس گیا۔چپڑاسی اسے اس قدر فکرمند دیکھ کر وفاداری کے طور پر خود بھی فکر میں ڈوبا ہوا حلیہ بنا کر اٹینشن ہو گیا۔لیکن آر.ٹی.او. نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔اس نے اپنے دفتر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور ٹیلیفون اٹھا کر رنگ کرنے لگا۔

''ہیلو ایکسچینج،ملٹری ایریا ہیڈ کوارٹرز پلیز۔''اس نے ریسیور کو کان سے لگاتے ہوئے ماؤتھ پیس پر کہا۔ایکسچینج نے فوراً ایریا ہیڈ کوارٹر سے کنکشن ملا دیا۔

''ایریا ہیڈ کوارٹرز اسپیکنگ ۔ہیلو ایریا ہیڈ ۔''دوسری طرف سے آواز آئی ۔

''یس یس ۔''وہ کسی قدر جھنجلے ہوئے انداز میں بولا ۔

''میں کیپٹن ایم .جی .ریس بول رہا ہوں، بریگیڈیئر کا آفس دیجیے مجھے ۔ہاں ہاں، بریگیڈیئر جیکسن سے ہی بات کرنا چاہتا ہوں ۔''

''او کے ۔''دوسری طرف سے آواز آئی ۔اور پھر ایک منٹ کے وقفہ سے فون پر بریگیڈیئر جیکسن کی بھاری آواز سنائی دی ۔

''بریگیڈیئر جیکسن ہیئر ۔''

''گڈ ڈے، سر ۔'' کپتان ادب سے بولا ۔''میں آر .ٹی .او .ناگپور کیپٹین ریس بول رہا ہوں ۔''اس نے بریگیڈیئر کی آواز سن کر خود کو اپنے عہدے کے مطابق پابند ادب کرتے ہوئے کہا ۔

''ہاں ہاں، کہیے کیا بات ہے ۔''بریگیڈیئر نے پوچھا ۔

''مدراس میل کے فرسٹ کلاس میں کنگز سیکرٹ سروس کے میجر ولدن کا خون ہو گیا ہے ۔''

''خون ۔''بریگیڈیئر جیسے اچھل پڑا ۔

''میں نے گاڑی ڈیٹین کر رکھی ہے ۔میجر کی لاش کمپارٹمنٹ میں پڑی ہے ۔ان کا گلا بے دردی سے کاٹا گیا ہے ...اور ...''

''اور کیا؟''بریگیڈیئر نے پوچھا ۔

''اور ان کی ایک آنکھ بھی غائب ہے ۔جیسے بے رحمی سے نوچ لی گئی ہو ۔''

''اچھا میں سنٹرل کمانڈ سے ہدایت لینے کی کوشش کرتا ہوں ۔آپ سردست پولیس کے ذمہ دار افسروں کو بلا کر کیس ان کے سپرد کر دیجیے ۔''بریگیڈیئر نے ہدایت کی ۔چنانچہ آر .ٹی .او نے اسی وقت دوسرا فون ناگپور پولیس ہیڈ کوارٹرز کو دیا ۔ادھر سے جواب ملا کہ

ہمارے آدمی بھی پہنچ رہے ہیں۔ چنانچہ وہ فون رکھ کر پلیٹ فارم پر آ کر پولیس کا انتظار کرنے لگا۔ بمشکل دس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ باہر پولیس کی گاڑیوں کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے بعد ہی پلیٹ فارم کے بڑے داخلی دروازے سے مقامی سپرنٹنڈنٹ، دو انسپکٹر اور کچھ سپاہی اندر آ پہنچے۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگوں میں پولیس کو دیکھ کر اور سنسنی پھیل گئی۔ وہ ادھر ادھر منتشر ہونے لگے۔ بعض آدمیوں نے پھر کمپارٹمنٹ کو گھیر لیا۔ آر۔ٹی۔او۔ کمپارٹمنٹ کے دروازے پر ہی موجود تھا۔ سپرنٹنڈنٹ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے کمپارٹمنٹ کی چابی اس کے حوالے کر دی۔ جی۔آر۔پی انسپکٹر چپ چاپ سا کھڑا تھا۔ کیوں کہ کیس فوجی نوعیت کا تھا۔ اس لیے اس نے ابھی تک زیادہ دخل نہیں دیا تھا۔ البتہ جی۔آر۔پی۔ کے کانسٹبل ڈبے کی حفاظت کر رہے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ میجر کی لاش کو غور سے دیکھنے لگا۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی استرے سے گلا کاٹا گیا ہو یا پھر اس سے ملتا جلتا کوئی ہتھیار ہو۔'' اس نے قیاس آرائی کی۔ پھر وہ جی۔آر۔پی۔ انسپکٹر کی طرف گھوم پڑا۔

''آپ کو کس طرح اس خون کی اطلاع ملی تھی۔''

''مجھے اور اسٹیشن ماسٹر کو ڈائننگ کار کے ایک ویٹر نے اطلاع دی تھی۔'' جی۔آر۔پی۔ انسپکٹر نے جواب دیا۔

''ذرا اسے بلوایئے۔'' ایس۔پی۔ نے ہدایت کی۔

''بہت خوب۔'' یہ کہہ کر جی۔آر۔پی۔ انسپکٹر چلا گیا جو آر۔ٹی۔او۔ سپرنٹنڈنٹ کے طریق تفتیش کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایس۔پی۔ حد بی شیشے سے فرش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے لاش کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر اس نے مقتول میجر کے ہاتھ سے وہسکی کی بوتل آہستہ سے نکال لی۔

''نشے کے عالم میں اس طرح سو جانے پر انھیں قتل کیا گیا ہے۔'' وہ بولا۔ ''لیکن آپ کہتے ہیں کہ سامان بالکل اسی طرح بندھا اور مکمل ہے۔'' اس نے آر۔ٹی۔او۔ سے

پوچھا۔ ''وہ کیا سامنے رکھا ہے؟ میرا خیال ہے کہ اسے چھونے کی کوشش نہیں کی گئی ورنہ قاتل اس قدر فرصت نصیب تو نہ ہوگا کہ اسے کھولے اس میں سے کچھ نکالے اور پھر ویسے ہی احتیاط سے باندھ کر رکھ دے۔'' آر۔ٹی۔او۔ نے اظہارِ خیال کیا۔ ''البتہ یہ اخبار دوسری بار تھ پر تھا۔'' وہ بولا۔

سپرنٹنڈنٹ نے اخبار اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے سرسری طور پر دیکھنے لگا۔ پھر اسے کچھ خیال آ گیا اور اس نے جیب سے محدب شیشہ نکال کر اخبار کے حاشیے دیکھنا شروع کر دیے۔ ایک جگہ اس کی نظریں رک گئیں۔

''اسے آپ نے بھی چھوا ہے نا اور میں نے بھی۔'' ایس۔ پی۔ بولا۔ ''لیکن یقیناً اس کے دونوں حاشیوں سے پکڑ کر اطمینان کے ساتھ پڑھنے کی کوشش نہ میں نے کی ہے نہ آپ نے کی ہوگی۔'' سپرنٹنڈنٹ آر۔ٹی۔او۔ سے کہنے لگا۔

''میں نے تو اسے بس اسی طرح اٹھا کر رکھ لیا تھا اپنے پاس۔'' آر۔ٹی۔او بولا۔

''تو پھر ہمیں اس اخبار پر سے کسی کے انگلیوں کے نشانات مل سکتے ہیں۔'' ایس۔ پی۔ مسکرایا۔ اتنے میں وہ بیرا آ گیا۔ وہ سہما ہوا تھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' ایس۔ پی۔ نے نرمی سے پوچھا۔

''امبولی صاحب۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

''اچھا تو امبولی صاحب۔''

''صاحب میرا نام امبولی۔ صاحب تو میں آپ کو کہہ رہا ہوں۔'' اس نے ڈری ہوئی آواز میں وضاحت کی۔

''خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں تو تمہیں میجر کے قتل کا حال کیسے معلوم ہوا تھا؟''

''صاحب، میجر صاحب نے واردھا سے آگے مجھے بلا کر مٹن چاپ کباب وغیرہ لانے کا آرڈر دیا تھا۔ اس کے بعد میں جب ناگپور پر برتن لینے گیا تو دیکھا میجر صاحب اس

حال میں پڑے تھے۔" ویٹر نے بیا کیا۔

"تم جب پہلی بار اس کمپارٹمنٹ میں آئے تھے تو یہاں میجر کے سوا کوئی اور بھی تھا؟"

"جی، جی ہاں۔ ایک سونڈ بونڈ جوان آدمی اس دوسری برتھ پر کھڑکی کے پاس بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔"

"اور جب دوسری بار آئے؟"

"تو میجر صاحب کی لاش کے سوا یہاں کوئی نہ تھا۔"

"تم کتنی دیر بعد دوبارہ آئے تھے؟"

"صاحب، ٹائم کا ٹھیک سے نہیں کہہ سکتا مگر ناگپور سے پچھلے اسٹیشن پر میں نے صاحب کو کھانے کا سامان لاکر دیا تھا اور ناگپور پر برتن لینے آیا تھا۔"

"جب تم کھانے کا سامان لے کر آئے تھے تو وہ کیا کر رہے تھے؟"

"وہ شراب پی رہے تھے۔ بوتل انہوں نے کھول رکھی تھی۔"

"کیا اس دوسرے آدمی میں اور میجر میں کچھ گفتگو بھی ہوئی تھی؟"

"نہیں، صاحب، وہ تو کچھ اس طرح الگ بیٹھا تھا جیسے جان پہچان ہی نہ ہو۔"

"تم نے اس کی شکل دیکھی تھی؟"

"اخبار کی آڑ تھی اس لیے چہرہ تو نہیں دیکھ سکا مگر اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس کا رنگ پیلا پیلا تھا۔ اور آدمی نہ زیادہ موٹا تھا اور نہ دبلا پتلا۔ بس بیچ بیچ کا تھا۔ اس نے ہلکے ہرے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور ٹائی شرخ تھی۔" ویٹر نے بتایا۔

"خیر تم جا سکتے ہو۔" سپرنٹنڈنٹ بولا۔ اور ویٹر اسے سلام کر کے باہر چلا گیا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ قاتل نے میجر کی ایک آنکھ کیوں غائب کر دی؟" ایس. پی. سوچ میں پڑ گیا۔

Akram Allahabadi

''مجھے بھی حیرت ہے۔ بلکہ جب میں نے ایریا کمانڈر کو فون کیا تو وہ بھی چونک پڑا تھا۔'' آر ٹی او نے بتایا۔

''ممکن ہے میجر کا خون اس کی ایک آنکھ کے لیے کیا گیا ہو۔'' ایس. پی. نے اظہارِ خیال کی۔

''آنکھ کے لیے... خون! آر ٹی او کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

ایس. پی. کی ہدایت پر آر ٹی او نے میجر کا تمام سامان کمپارٹمنٹ سے نکلوالیا۔ گاڑی کو اس گڑبڑ کی وجہ سے ایک گھنٹہ لیٹ ہونا پڑا۔ مسافروں میں بھی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ ان میں سے بہت سے کسی طرح اس کمپارٹمنٹ تک پہنچ کر میجر کی لاش دیکھ آئے تھے۔ اور پھر اپنی طرف سے کافی افسانے گھڑ کر انہوں نے اپنے اپنے ڈبوں میں سنسنی پھیلا دی تھی۔ بہر حال ایک گھنٹہ کے بعد گاڑی کو روانگی کی اجازت مل گئی۔ اور میجر کی لاش ایمبولینس میں پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی گئی۔ میجر کی بش شرٹ کی جیبوں میں چند کاغذات، ایک منی پرس اور فونٹین پین کے سوا کچھ نہ تھا۔ نیچے بڑی جیبوں میں ایک کیپسٹن کا پیکٹ، ایک امریکی ماچس اور ایک چھوٹی ربڑ کی کنگھی تھی۔

اس کا سوٹ کیس آر. ٹی. او. کے آفس میں ہی تالا توڑ کر کھولا گیا اور اس میں کچھ کپڑے اور ایک پاس بک تھی جس میں اس کا نام، عہدہ، حلیہ، عمر، سروس کی نوعیت اور جس شعبہ سے وہ متعلق تھا اس کا نام اور اس کے تبادلہ نقل و حرکت کا مختصر سا رکارڈ تھا۔

اس کا پورا نام ڈیوڈ ایچ. ہائیٹن ولسن تھا۔ ۱۹۴۰ میں جب وہ سی. آئی. بی. (سول انویسٹیگیشن بیورو) لندن سے ٹرانسفر ہو کر فوجی خدمات میں شامل ہوا تھا، اس کی عمر ۳۵ سال تھی۔ ایک سال کی ٹریننگ کے بعد وہ وار ڈپارٹمنٹ کے سنٹرل انٹیلی جنس برانچ سے براہِ راست

سیکرٹ سروس (امورِ خفیہ) میں تبدیل کر دیا گیا تھا اور تب سے اس کی نقل و حرکت کا رکارڈ اس بک پر تھا۔

میجر کی اوپری جیب سے جو چند کاغذات نکلے تھے ان میں ایک سرکاری تار بھی تھا۔ جس کی عبارت بڑی مختصر اور عجیب سی تھی۔ شملہ کے فوجی اعلیٰ کمان سے اسے کوڈ ڈپارٹمنٹ کے پتے کے ساتھ دیولالی کیمپ کے پتے پر یہ تار بھیجا گیا تھا۔ اس کی عبارت تھی، 'کور یور سیلف۔ موومنٹ فالوز۔ مو۔ اے میسی رپورٹ۔ امیجیٹ۔ اے۔ اے۔ ایس تھری'

"آپ کی سمجھ میں آتا ہے کچھ؟" پولیس سپرنٹنڈنٹ نے آر.ٹی.او. سے پوچھا۔

"یہ سیکرٹ سروس کے الفاظ ہیں۔ انھیں سمجھنا بہت مشکل ہے۔" آر.ٹی.او. نے بتایا۔

"بہرحال یہ ثابت ہوتا ہے کہ میجر دیولالی سے آ رہا تھا۔"

"یہ تو اس کے موومنٹ آرڈر اور ریلوے پاس سے بھی ظاہر ہے۔"

"اور یقیناً اس کا تعاقب کہیں درمیان سے ہی کیا گیا ہے۔ ورنہ دیولالی سے آگے بہت سے مواقع ایسے مل سکتے تھے جہاں اسے ختم کیا جا سکتا۔" سپرنٹنڈنٹ سوچنے لگا۔

"ریزرویشن گائڈ کے بیان کے مطابق دیولالی سے میجر اکیلا ہی چلا تھا۔" آر.ٹی.او. نے کہا۔

"بہرحال آپ اپنے طور پر اپنی رپورٹ مکمل کر لیجیے میں اس کی تحقیقات پچھلے چند اسٹیشنوں کے درمیانی علاقوں سے شروع کرتا ہوں۔ ممکن ہے قاتل ابھی ان ہی حدود میں ہو۔ ورنہ پھر یہ کیس بمبئی پولیس کے سپرد کر دیا جائے گا۔" ایس.پی. نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے۔ آپ جس طرح چاہیں اپنا کام کریں۔" آر.ٹی.او. نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ایس.پی. ہاتھ ملا کر اس کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد آر.ٹی.او. نے میجر کی بش شرٹ کا بیچ کا بٹن جس پر خاص قسم

Akram Allahabadi

کا مونوگرا بنا ہوا تھا علیحدہ کر کے ایک لفافہ میں رکھ لیا۔

''اسے رپورٹ کے ساتھ ایریا ہیڈ کوارٹرز کی معرفت سنٹرل کمانڈ کو بھیجنا ہے۔ احتیاط سے رکھو۔'' آر ٹی او نے اپنے ہیڈ کلرک کو بلا کر ہدایت کی۔

''او کے سر۔'' وہ لفافہ لے کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

ناگپور سے واردھا تک ریلوے لائن کے آس پاس کی تمام سڑکوں اور قصبوں میں پولیس پھیل گئی۔ کیوں کہ ٹرنک کال پر جب میجر ولسن کی موت کی خبر سنٹرل کمانڈ کو ملی تو شملہ کی ہدایت کے مطابق پولیس سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ یہ معاملہ انتہائی سنگین اور اہم ہے۔ جس طرح ہو میجر کے قاتل یا قاتلوں کا جلد از جلد سراغ لگانے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ اسی سلسلہ میں فوجی جاسوس بھی حرکت میں لائے جا رہے تھے۔ چنانچہ انسپکٹر جنرل پولیس خود اپنی گاڑی لے کر نکل کھڑے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے افسران بھی تحقیق میں مصروف تھے۔ خاص کر ناگپور سے پچھلے تین اسٹیشنوں پر پولیس زیادہ توجہ دے رہی تھی۔ یہاں میل ٹرین نہیں رکتی تھی۔ اس کے باوجود پولیس کے اندازے کے مطابق قتل اسی درمیان میں کہیں ہوا تھا اور قاتل چلتی گاڑی سے فرار ہوا ہے۔

دوپہر کو دہلی سے بھی ایک خصوصی ہدایت آ گئی جس میں کہا گیا تھا کہ یہ کیس حکومت کے اہم ترین سرکاری راز سے متعلق ہے۔ جس طرح بھی ہو سکے قاتل کا سراغ لگایا جائے۔ اس ہدایت نے پولیس کے حلقوں میں اور کھلبلی مچا دی۔

ادھر چند گھنٹوں میں اعلیٰ حکام پولیس افسروں سے رپورٹیں طلب کرنے لگے۔ ایس. پی. شکلا سب سے زیادہ پریشان نظر آ رہے تھے۔ کیوں کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی اس کیس کو ہاتھ میں لیا تھا۔ ان کی درخواست پر ریلوے حکام نے انھیں ناگپور سے ہی ایک

'لائن ٹرالی' دے دی اور واپنے ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر شانتی سروپ بھٹ کے ساتھ ٹرالی پر بیٹھ کر لائن اور اطراف کا بغور معائنہ کرتے ہوئے وارد ھا کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگپور سے کوئی ۳۵ میل دور نکل آنے کے بعد انھیں ایک مضافاتی اسٹیشن پر روک لیا گیا اور ایک پسنجر گاڑی کے گزرنے تک ان کا ٹھیلہ ایک سائڈ لائن پر منتقل رہا۔ اس کے گزر جانے کے بعد پھر وہ آگے روانہ ہو گئے۔

ریلوے لائن کے دونوں طرف سنگلنگ وائر کی قطاروں کے باہر چند فٹ چھوڑ کر زمین ڈھلوان ہو گئی تھی۔ اور کافی آگے جا کر بنجر میدانوں کا سلسلہ تھا۔ بیچ بیچ میں کہیں خاردار جھاڑیوں والے ٹیلے بھی آجاتے۔ ان کی ٹرالی ان کے درمیان ایک دوڑتے ہوئے تخت کی طرح لڑھکتی رہی۔

''روکو۔'' ایک جگہ ایس. پی. نے چیخ کر ریلوے ٹرالی مین سے کہا۔ کچھ آگے ٹھیلہ روک لیا گیا۔

''ہوسکتا ہے کسی کے پان کی پیک ہو۔'' سب انسپکٹر بھٹ نے لائن سے ذرا دور پتھر کی گٹیوں پر چند سرخ سرخ چھینٹے پڑے دیکھ کر کہا۔

''دیکھنا تو چاہیے۔'' یہ کہہ کر ایس. پی. ٹرالی سے اتر گئے۔ دونوں نے جھک کر چند گٹیاں اٹھا کر دیکھیں۔ وہ بھینا پان کی پیک نہ تھی۔ خون کی ہی چھینٹے تھیں۔ ایس. پی. نے ایک منٹ اِدھر اُدھر نظریں گھما کر دیکھا اور پھر جس طرف سے ٹرالی آرہی تھی اس سمت آہستہ آہستہ لائن کے ساتھ پیدل چلنے لگے۔ لائن آگے جا کر ایک چھوٹے سے ندی کے پل سے گزری تھی۔ نیچے ندی بہہ رہی تھی۔ پل کے نیچے اس کا دہانہ تنگ تھا۔ لیکن اس کے بعد وہ کافی پھیلا ہوا تھا۔ ایس. پی. پل پر پہنچ کر رک گئے اور کچھ دیر سوچنے کے بعد انہوں نے ادھر ادھر کی زمین ٹٹولنی شروع کی۔ اچانک وہ چونک پڑے۔ یہاں بھی چند باریک چھینٹے پل کے لیڈرز پر پڑی نظر آئیں۔ ایس. پی. نے وسل بجا کر ٹرالی پر موجود ریلوے کے آدمیوں کو بھی بلا لیا۔

''تم میں کوئی تیرنا جانتا ہے اچھی طرح؟'' ایس. پی. نے پوچھا۔

''میں جانتا ہوں۔'' بھٹ بیچ میں بول پڑا۔

''تو پھر نیچے اتر کر اس ندی میں پل کے آس پاس کی تہ میں تلاشی لو۔ مجھے شک ہے کہ وہ نامعلوم شخص ضرور اسی پل پر سے ندی میں کودا ہے۔ کیوں کہ وہ سامنے بورڈ لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے گاڑی کو یہاں اپنی رفتار آہستہ کرنی پڑتی ہوگی۔'' ایس. پی. نے بھٹ کو ہدایت کی۔

''ابھی لیجیے۔'' یہ کہہ کر بھٹ نے جلدی سے کپڑے اتار ڈالے۔ وہ شاید غوطہ خوری اور تیراکی کا شوقین بھی معلوم ہوتا تھا۔ ویسے پولیس والوں کو تو تیراکی کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ بھٹ نے اپنے بش شرٹ کی جیب سے ایک پلاسٹک کا چشمہ نکال کر آنکھوں پر چڑھا لیا اور ڈھلوان سے اترتا ہوا ندی میں کود گیا۔

سب اوپر کھڑے دیکھتے رہے اور وہ بار بار تہ میں ڈبکیاں لگاتا رہا۔ لیکن ایک بار پانی سے سر ابھار کر خوشی سے چیخ اٹھا۔

''یہ رہا۔'' اور ساتھ ہی ایک ہاتھ پانی سے نکل آیا جس میں ایک استرا چمک رہا تھا۔

ایس. پی. یہ دیکھتے ہی خود تیزی سے ڈھلوان اتر کر ندی کے کنارے پہنچ گئے اور سب انسپکٹر بھٹ ندی سے باہر نکل آیا۔ اس نے اپنے کپڑے بدن سکھائے بغیر ہی پہن لیے اور بھیگا جانگیہ وہیں اتار کر پھینک دیا۔

ایس. پی. نے استرے کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ضرور اس سے میجر کا خون کیا گیا ہے۔ اف کتنی تیز دھار ہے۔'' یہ کہتے کہتے ان کی نظر استرے پر کھدے ہوئے ٹریڈ مارک پر گئی۔ اس پر ایک گول سے دائرے میں دو حرفی مونوگرام بنا ہوا تھا۔ یہ دو حرف انگلش کے 'ایف اور ٹی' تھے۔ ایس. پی. نے احتیاط سے اسے رومال میں لپیٹ کر جیب میں رکھ لیا اور اب ندی کے کنارے کنارے ریتلی زمین کو دیکھتے چلنے لگے۔

''وہ ضرور ندی سے نکل کر فرار ہو گیا ہو گا۔'' وہ بڑبڑائے اور ایک جگہ ان کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ وہ خوشی سے اچھل پڑے۔

ندی کے کنارے ایک جگہ ریتلی زمین پر کسی کار کے پہیوں کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ یہ نشانات کنارے سے صرف چند قدم فاصلے پر سے شروع ہوئے تھے۔ ایس. پی. نے غور سے دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی کار یہاں آ کر رکی بھی ہے اور پلٹ کر گئی بھی ہے۔ کیوں کہ ٹائروں کے متوازی نقوش دوہرے تھے۔

ایس. پی. شکلا اور انسپکٹر بھٹ پر مشتمل اس پولیس پارٹی نے اب ریت پر نظر آنے والے ٹائروں کے نشانات پر آگے بڑھنا شروع کیا۔ یہ نشانات آگے چل کر ایک نیم پختہ سڑک سے آگے مل گئے تھے۔ لیکن سڑک ناہموار اور پتھریلی ہونے کی وجہ سے آگے نشانات کی تلاش بہت مشکل تھی۔

''ٹائروں کا رخ یہاں جنوب کی طرف گھوما معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں اسی سمت چلنا ہو گا۔'' ایس. پی. شکلا نے کہا اور پھر وہ پیدل ہی جنوب سمت میں سڑک کو گھورتے ہوئے چلنے لگے۔ کافی دور جا کر سڑک ایک جگہ کچھ ہموار ہو گئی تھی جہاں انھیں دھول میں ایسے ہی نشانات نظر آئے۔

''اندازہ صحیح ہے۔ بس بڑھے چلو۔'' انہوں نے بھٹ کا بازو تھام کر اور تیز چلتے ہوئے کہا۔

سڑک آگے جا کر مغرب کی طرف گھوم گئی تھی جہاں دو طرفہ گھنے درختوں کی قطاریں تھیں۔ اس وقت تک وہ تقریباً ۲ میل کا راستہ طے کر آئے تھے۔ ایس. پی. کو بار بار چہرے پر پھوٹ پڑنے والا پسینہ پونچھنا پڑتا۔ وہ شاید انڈے کھانے کے زیادہ عادی تھے اسی لیے دھوپ کی تمازت انھیں پگھلائے دے رہی تھی۔

''میری ایک پنڈلی میں درد ہو رہا ہے۔'' بھٹ ایک ہاتھ سے اپنی ایک ٹانگ پر

جھک کر گھونسہ مارتے ہوئے بولا۔

''کسی مچھلی نے کاٹ کھایا ہوگا۔'' ایس. پی. شکلا نے مسکرا کر جواب دیا۔ جواب میں بھٹ بھی صرف مسکرا دیا۔ مائل اسٹون کے مطابق تیسرے میل کے قریب ایک کسی قدر کشادہ جگہ پر وہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ یہاں سڑک پر دھول میں پہیوں کے چار نشانات بے ترتیبی سے گھومے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دو پہیوں کے نشانات تو گھوم کر پھر آگے بڑھ گئے اور دو پہیوں کے نشانات مزید دائیں طرف ڈھلوان پر گھوم گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

جلی ہوئی لاش

''پہلے اسے دیکھ لینا چاہیے۔''انسپکٹر بھٹ نے رائے دی۔

''چلو۔'' یہ کہہ کر ایس. پی. شکلا نے ڈھلوان پر قدم رکھ دیا۔اور پوری پارٹی ان کے پیچھے ڈھلوان پر اترتی چلی گئی۔یہاں سڑک کی دھول کی جگہ کچلی ہوئی جنگلی گھاس ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔سامنے ایک چٹان آ گئی جس کے دونوں طرف سے ڈھلوان دو طرفہ موڑ کے ساتھ نیچے گیا تھا۔

''وہ دیکھیے۔''ایک ساتھی نے چیخ کر ان کی توجہ اپنے اشارے کی طرف منعطف کرائی۔وہ نیچے ایک خشک موسمی نالے کی طرف اشارہ کر رہا تھا جہاں ایک سیاہ رنگ کی موٹر کار الٹی پڑی تھی۔دور سے ہی گاڑی کے نیچے کوئی سیاہ سی چیز دبی نظر آ رہی تھی۔اور وہ کمزور سے تنے کا جنگلی درخت بھی ٹوٹ کر گاڑی کے نیچے دب گیا تھا جس سے ٹکرا کر کار لڑھک کر گری تھی لیکن وہ جل چکا تھا۔

وہ دوڑتے ہوئے اس الٹی کار کے نزدیک پہنچ گئے۔انہوں نے دیکھا کہ آس پاس کی گھاس تک جل چکی تھی۔کار کے پٹرل ٹینک پھٹ جانے سے جو آگ بھڑکی تھی اس نے دور تک زد میں آنے والی ہر شے جلا دی تھی۔وہ آگ اگرچہ اب بجھ چکی تھی کیوں کہ آس پاس میں زیادہ درخت نہ تھے لیکن کار کے نیچے دبی ہوئی لاش کو دیکھ کر وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔وہ جل کر سیاہ ہو گئی تھی اور بہت بھیانک معلوم ہوتی تھی۔

''اب اس سے کچھ حاصل کرنا بے معنی ہے۔''ایس. پی. شکلا بڑبڑائے۔

''مگر وہ آنکھ؟''

''میرے خیال میں سڑک پر جو دو گاڑیوں کے نشانات اس جگہ سے شروع ہوئے

ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اور پراسرار شخصیت اس کے بھی پیچھے لگی تھی اور اس نے راستہ میں ہی اسے مار کر اور کار سمیت اسے نیچے گرا کر وہ آنکھ یا وہ سرکاری راز غائب کر لیا ہے جو ان وارداتوں کی بنیاد ہے۔'' ایس. پی. شکلا نے اظہارِ خیال کیا۔

''پھر بھی اگر دیکھ لیا جائے تو کیا حرج ہے۔'' انسپکٹر بھٹ نے اصرار کیا۔

''تم اپنی بھی کر دیکھو۔'' یہ کہہ کر ایس. پی. شکلا ایک گرے ہوئے درخت کے تنے پر تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گئے اور بھٹ دوسرے آدمیوں سمیت گاڑی کو ایک طرف کر کے لاش اور اطراف کا معائنہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا اوپر سے سب کے ہاتھ منہ کیڑے کالے ہو گئے۔

''عجیب الجھا ہوا کیس ہے یہ بھی۔'' ایس. پی. شکلا نے واپس ہوتے ہوئے کہا۔

''میرے خیال میں تو اب سنٹرل گورنمنٹ ہی کو یہ کیس ہاتھ میں لینا پڑے گا۔'' انسپکٹر بھٹ نے کہا۔ ''ہم تو اپنی تمام کوشش کر دیکھی۔''

''یہ کیا!'' ایس. پی. شکلا ایک جگہ ٹھہر کر ایک درخت کے تنے میں پیوستہ ایک چاقو کو دیکھنے لگا جس میں ایک سفید کاغذ بھی لگا ہوا تھا۔ بھٹ نے اسے کھینچ کر نکال لیا۔ کاغذ کو کھول کر دیکھا گیا تو ان کی اور حیرت بڑھ گئی۔ خدا جانے کون تھا۔ اس میں لکھا تھا۔

''آپ لوگوں کی دوڑ دھوپ بے کار ہے اب آرام کیجیے واپس جا کر۔ میں نے اسے اس کے انجام کو پہنچا دیا ہے۔ یہ راز جہاں کی امانت ہے وہاں پہنچ جائے گا۔

فقط

''کی مین''

خط پڑھ کر ایس. پی. شکلا بھی چکرا گئے۔ بھٹ بھی سوچ میں پڑ گیا۔

Akram Allahabadi

''آخر یہ ہمارا واحد غائب ہمدرد کون ہوسکتا ہے؟''اس نے کسی قدر تعجب سے کہا۔

''خدا جانے کون مائی کا لال ہے بے چارہ جسے سرکاری راز کی اتنی فکر تھی۔''ایس. پی. شکلا نے طنز بھرے لہجہ میں کہا۔

''ممکن ہے کوئی فوجی یا سرکاری جاسوس ہو۔''

''تو اسے اس طرح پراسرار بننے کی ضرورت کیا تھی۔''مسٹر شکلا نے جواب دیا۔

''سیکرٹ سروس کے خصوصی عہدیدار اکثر اتنے ہی محتاط رہتے ہیں۔'' بھٹ نے رائے دی۔

''ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔لیکن تا وقتیکہ دہلی سے اس کی تصدیق نہ ہو میں اس سے مطمئن نہیں ہوسکتا۔''ایس. پی. شکلا نے بتایا۔

''ہم ابھی چل کر ٹرنک کال سے دہلی سے تصدیق طلب کیے لیتے ہیں۔یہ کون سی بڑی بات ہے۔'' بھٹ نے کہا۔

''لیکن یہ خط۔'' شکلا سوچنے لگا۔''لیکن یہ یہاں آیا کب۔اگر ابھی کچھ دیر پہلے لگایا گیا تو وہ پراسرار'' کی مین''زیادہ دور نہ جاسکا ہوگا۔''ایس. پی. شکلا نے اظہار خیال کیا۔

''ہم نے ڈھلوان سے اترنے کی جھونک میں اس پر نظر نہ کی ہوگی۔موٹر میں آگ لگ کر سرد بھی ہوچکی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واردات کئی گھنٹے قبل ہوئی ہے۔اور یقیناً اسی وقت یہاں سے جاتے ہوئے اس نے یہ خط محض اس لیے یہاں چاقو کے ساتھ لگا دیا ہوگا کہ یہاں تک پہنچنے والوں کی نظر کسی نہ کسی طرح اس پر پڑے گی ضرور اور اس کے اندازے کے مطابق یقیناً وہ پولیس ہی ہوسکتی ہے۔''بھٹ نے مسٹر شکلا کے خیال کی تردید کردی۔

''خیر،اس وقت تو ویسے بھی ہم پا پیادہ ہیں۔یہ ایک ناممکن سی ہی بات ہوگی کہ اس کے آثار بھی ہوں تو ہم تعاقب کرسکیں۔''ایس. پی. شکلا نے معذوری کا اظہار کیا۔

اور وہ خنجر،خط،جلی ہوئی لاش،گاڑی اور اس کے مقام کا ایک خاکہ کاغذ پر مرتب

کرنے کے بعد وہ لوگ اسی راستے واپس روانہ ہو گئے جہاں ریلوے لائن پر اب تک ٹرالی ان کی منتظر تھی۔

☆☆☆☆☆☆

ڈپٹی کمشنر پولیس کی غلطی کہ انہوں نے ایس. پی. شکلا کو براہِ راست دہلی سے گفت و شنید کی اجازت دے دی۔لیکن ایس. پی. شکلا نے اپنی زندگی میں کبھی ایسی جھاڑ نہیں سنی تھی جو انھیں آج سننی پڑی۔ وہ جس وقت ٹرنک کال پر سنٹرل بیورو آف انٹلیجنس کے سرکاری امور خانہ کے شعبے کے انچاج میجر ہکسلے کو اپنی تحقیق کی رپورٹ سنا چکے تو انھیں امید تھی کہ اس قدر دوڑ دھوپ کے عوض انھیں چند تعریف کے جملے ضرور سننے کو ملیں گے۔لیکن ہکسلے نے ان کی امیدوں کا خون کر دیا۔

''آپ لوگ اس کیس میں اپنی تحقیق بالکل بند کر دیجیے۔ یہ معاملہ آپ کے بس کا نہیں ہے۔ہم اسے براہِ راست اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ پولیس میں ایسے ذمہ دار افسر بھی ہیں جو ایک خطرناک مجرم کو احمق اور خود کو عقلمند سمجھتے ہیں۔'' میجر ہکسلے نے کسی قدر درشت لہجہ میں فون پر جواب دیا۔ایس. پی. شکلا کا رنگ فق ہو گیا۔ان کی آواز بھی بیٹھ سی گئی۔

''او کے سر۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر میز پر جھک گئے۔اس وقت ان کے دانت بھنچے ہوئے تھے اور شامتِ اعمال کہیں انسپکٹر بھٹ کو اس وقت یہاں کھینچ لاتی تو ایس. پی. شکلا کا سارا غصہ اسی پر ہلکا ہو گیا ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆

ابھی شام بھی نہ ہونے پائی تھی۔ایس. پی. شکلا دفتر سے لوٹ کر کچھ بجھے بجھے سے

اپنے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھے تھے کہ فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔

''رام داس، کہدو کہ ہم نہیں ہیں۔ جب دیکھو ٹنن ٹنن۔ سالے گھڑی بھر دم نہیں لینے دیتے۔'' وہیں بیٹھے بیٹھے ایس. پی. شکلا نے اپنے نوکر کو پکار کر کہا۔

''اچھا صاحب۔'' یہ کہہ کر رام داس فون پر پہنچ گیا۔ مگر دوسرے لمحے ہی وہ ہاتھ باندھے سامنے موجود تھا۔

''صاحب، ڈپٹی کمشنر صاحب کا فون ہے۔'' وہ بولا۔

''ڈپٹی کمشنر!'' ایس. پی. گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اندر والے بڑے ریڈنگ روم میں رکھے ہوئے فون پر پہنچ گئے۔

''ہیلو سر، جی میں شکلا۔''

''سی. بی. آئی. کا ایک سراغ رساں افسر یہاں پہنچ گیا ہے۔ ذرا خیال رکھیے گا کہ اس کی مدد کرنے میں ہمارے آدمیوں سے ایسی حماقتیں نہ سرزد ہوں جن سے ہماری بدنامی ہو۔'' ڈپٹی کمشنر نے کہا۔

''اتنی جلدی پہنچ گیا!'' ایس. پی. شکلا نے حیرت سے تبصرہ کیا۔

''آپ کا دماغ کچھ تھکا ہوا معلوم دیتا ہے۔ وہ سرکاری طیارے سے آیا ہے۔ آپ اس کی ہر ممکن امداد کے لیے مستعد رہیے۔'' اس بار ڈپٹی کمشنر کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

''بہت خوب، بہت خوب۔'' یہ کہہ کر مسٹر شکلا نے ریسیور رکھ دیا۔ رام داس دور کھڑا اپنی گول گول آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ابے دیکھتا کیا ہے۔ جا میری کار باہر نکلوا۔ اور ہاں میری دھل کر آئی ہوئی وردی تیار کر دے۔'' مسٹر شکلا نے جھنجلائے ہوئے انداز میں اسے حکم دیا۔

''مالک آج کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔'' رام داس نے ڈرتے ڈرتے اظہارِ ہمدردی کیا۔

Akram Allahabadi

"ہاں تو پھر۔کیا کرلے گا تو۔ میں کہہ رہا ہوں دھلی کرآئی ہوئی کار تیار کردے اور وردی باہر نکلوا ورتو الوؤں کی طرح میری پیشانی کو تک رہا ہے۔"مسٹر شکلا نے اسے ڈانٹا۔

اس کا بس چلتا تو وہ ان کے لٹے جملے پر قہقہہ مار کر ہنس پڑتا مگر بڑی مشکل سے اس نے اپنی ہنسی روکی اور سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سی. بی. آئی.

شام کو چھ بجے مسٹر شکلا پولیس ہیڈ کوارٹرز میں آ کر بیٹھ گئے، انسپکٹر بھٹ ان کا بگڑا موڈ دیکھ کر کترایا ہوا پھر رہا تھا۔ سی. بی. آئی. کے کسی بڑے افسر کی آمد کی خبر دبے دبے عام ہیڈ کوارٹرز میں پھیل گئی تھی اور لوگ آج معمول سے زیادہ مستعد نظر آ رہے تھے۔ وردیاں بھی باقاعدہ تازہ استری کردہ اور چہرے بھی صابن سے دھلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ بعض اوقات ڈسک پر اونگھ جانے والے یا دوپہر کے اوقات میں مکھیاں مارنے والے بعض افسر کلرک بھی اس وقت ضرورت سے زیادہ مصروف دکھائی دیتے تھے۔ رکارڈ روم سے اپنے آفس اور اپنے آفس سے پراپرٹی روم تک فائلیں بغل میں دبا کر انہوں نے نہ جانے کتنے گشت کر ڈالے تھے۔

ٹھیک رات کو ۸ ۱/۲ بجے ہیڈ کوارٹرز کے نچلے حصہ سے ہی ایڑیاں بجنا شروع ہو گئیں۔ ڈپٹی کمشنر پولیس کے ساتھ ایک ستھرے شہری لباس میں ہلکے سبز رنگ کے گرم سوٹ میں ملبوس ایک گندمی رنگ کا تندرست سا نوجوان آدمی جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک چھوٹا سا بیگ تھا، ہیڈ کوارٹرز کی بلڈنگ میں داخل ہو رہا تھا اور باہر لان میں گہرے سرخ رنگ کی ایک لمبی بیوک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اوپری منزل کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ دونوں آئی. جی. پولیس کے آفس میں داخل ہو گئے۔ اس وقت پولیس ہیڈ کوارٹرز میں ڈسپلن ہی ڈسپلن نظر آ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دھوکہ

''آپ ہیں مسٹر رازی سنٹرل بیورو آف اعلیٰ جینس کے معاملات خصوصی کے افسر تحقیق۔''پولیس کمشنر نے آئی. جی. کے آفس میں نووارد کا تعارف انسپکٹر جنرل پولیس سے کرایا۔

''بڑی مسرت ہوئی آپ کی آمد سے۔'' آئی. جی. نے خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ایس. پی. شکلا کسی قدر متذبذب انداز میں ایک طرف گم صم کھڑے تھے۔رازی اس سے ہاتھ ملا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد رسمی گفتگو کے بعد وہ برسرِ مطلب آ گئے۔

''میں سردست اپنے طور پر کام کروں گا۔ویسے جہاں آپ کی مدد کی ضرورت ہوگی آپ لوگوں کو بھی تکلیف دوں گا۔لیکن یہ ضروری ہے کہ میری آمد کو صیغۂ راز میں رکھا جائے۔کیوں کہ حالات اسی قدر پیچیدہ اور اہم ہیں جس قدر انھیں سادہ سمجھا جا رہا ہے۔''رازی نے انسپکٹر جنرل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔بہرحال آپ مطمئن رہیں ویسا ہی ہوگا جس طرح آپ چاہتے ہیں۔''انسپکٹر جنرل نے وعدہ کیا۔

''تو اب میں چلتا ہوں اور ہاں، شکلا صاحب، کیا آپ آج شام کو مجھ سے ملاقات فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔''

''جی...جی ہاں،ضرور۔مگر کہاں؟''ایس. پی. شکلا نے پوچھا۔

''میں فون پر خبر کر دوں گا۔'' رازی نے کہا۔اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔پولیس کمشنر کے ساتھ ہی وہ باہر کھڑی ہوئی سرخ کار تک آیا اور اس میں سوار ہو کر وہ روانہ ہو گیا۔ پولیس ہیڈ کوارٹرز میں لوگ صرف اتنا جان سکے کہ مرکز سے کوئی بڑا افسر آیا تھا اور واپس چلا گیا۔

ایس. پی. شکلا نے خلافِ امید مرکز سے آئے ہوئے اس افسر کو کافی نرم اور با اخلاق پایا تھا۔ وہ دراصل میجر بکسلے کے طنزیہ الفاظ سے متاثر ہو کر کچھ بجھے بجھے سے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن رازی سے ملنے کے بعد ان کی اداسی بہت کچھ معمول کی کیفیت میں بدل گئی۔ وہ اس وقت آفس میں ہی بیٹھے رازی کے فون کا انتظار کر رہے تھے۔ مرکز سے آیا ہوا سراغ رساں افسر خود بھی پراسرار معلوم ہوتا تھا۔ کیوں کہ اس نے پولیس کو بھی اپنی نقل و حرکت سے بے خبر رکھا تھا۔ ٹھیک رات کے دس بجے ایس. پی. شکلا کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''ہیلو۔'' وہ رسیور سنبھال کر بولے۔

''میں رازی بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''آپ مجھے انڈیا کافی ہاؤس میں ملیے۔ میں انتظار کروں گا۔'' اُدھر سے آواز آئی۔ ''لیکن وردی میں نہ آیئے گا۔''

''میں ابھی آیا۔'' ایس. پی. شکلا نے کہا۔

''اور ہاں آپ وہ چاقو ضرور لیتے آیئے گا اور وہ استرا بھی جو ندی سے برآمد ہوا ہے۔'' رازی نے کہا۔

''ساتھ ہی لاتا ہوں۔'' ایس. پی. شکلا نے جواب دیا۔ اس کے بعد فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

انڈیا کافی ہاؤس کنٹونمنٹ ایریا اور شہری علاقے کے درمیان مین روڈ پر واقع تھا۔ ایک مشہور نشست گاہ تھی جہاں شہر کی ترقی پسند سوسائٹی کی نوجوان لڑکیاں اور لڑکے شام کے اوقات میں اتنی تعداد میں جمع ہو جاتے کہ کوئی میز خالی نہ رہتی۔ لیکن رات کو ۹، ۹½ تک یہ میزیں خالی ہو جاتیں۔ اپنے گھروں کو دیر سے جانے والے چند تفریح پسند ہی باقی رہ جاتے تھے جن میں بعض ایسے بھی ہوتے جو کچھ پی کر آئے ہوتے۔ کیوں کہ یہاں شراب ممنوع نہ تھی۔ اس لیے طلب کرنے پر یہ بُری شے یہاں بھی فراہم ہو جاتی تھی۔ اس وقت رات کے دس بج کر ۲۰ منٹ ہوئے تھے۔ ہال تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ صرف کاؤنٹر سے کچھ دور کی میز پر

ایک ادھیڑ عمر کا بنگالی کافی کی ایک ٹرے سامنے رکھے دیر سے اونگھ رہا تھا۔شاید اس نے زیادہ پی لی تھی۔اور ہال کے ایک سرے پر ایک اینگلو انڈین لڑکی اور ایک گورا سا جوان لڑکا ایک دوسرے میں گہری دلچسپی لیتے ہوئے غالباً کبھی نہ ختم ہونے والی گفتگو کر رہے تھے۔ان کی بھوکی جذباتی نظریں ایک دوسرے سے اس طرح متصادم تھیں جیسے بس چلے تو وہ ایک دوسرے کو کھا جائیں۔ لیکن رات ابھی مجرمانہ سکوت کی حد تک نہیں گزری تھی۔سیاہی بتدریج گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اور شاید وہ اس کے اور گہرے ہونے کے انتظار میں کافی ہاؤس کو باپ کی جاگیر سمجھ کر وقت گزار رہے تھے۔ہمارے نام ان کی میز پر بھی ایک کافی کی ٹرے رکھی دیر سے سرد ہو رہی تھی۔دو چار میزیں اور بھی ایسی تھیں جن پر دو دو چار چار آدمی رہ گئے تھے۔منیجر اکتایا ہوا سا بار بار ان کی صورتیں دیکھ رہا تھا جیسے اخلاقاً وہ خاموشی برت رہا ہو ورنہ وہ زیادہ رات تک جم کر بیٹھنے والوں کو ضرور باہر کا راستہ دکھا دیتا اور اس اکتاہٹ کے وقت وہ کافی ہاؤس میں ایک نئے موٹے تازے آدمی کو داخل ہوتا دیکھ کر جھنجلا گیا۔شاید اس نے ایس. پی. شکلا کو کبھی نہ دیکھا تھا۔

''آپ کو کس سے ملنا ہے؟'' وہ جھنجلاہٹ لے لہجہ میں مسٹر شکلا سے پوچھ بیٹھا۔ کچھ بھی ہو ایک سپرنٹنڈنٹ کا عہدہ رکھنے والا پولیس افسر کسی ہوٹل کے منیجر کے اس قسم کے لہجہ پر مشتعل ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ اس مقام کو زیادہ اچھی نظروں سے نہ دیکھتا ہو۔ایس. پی. شکلا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔وہ ہال میں اِدھر اُدھر آدمیوں کو دیکھنے لگے۔رازی انھیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

''صاحب،اس وقت اب کوئی چیز نہیں ملے گی۔ہوٹل بند کرنے کا ٹائم ہو گیا ہے۔'' اس نے دوبارہ ایس. پی. شکلا کو ٹوکا۔

''گھڑی میرے پاس بھی ہے۔'' ایس. پی. شکلا نے جلا ہوا سا جواب دیا۔''آپ اپنا کام کیجیے۔'' وہ پھر اس کی طرف سے رخ پھیرے ہوئے بولے۔

''کام کیجیے۔تو گویا آپ مجھے ہدایات دینے آئے ہیں۔'' منیجر نے منہ بنا کر طنز

کیا۔

''آپ کافی بداخلاق معلوم ہوتے ہیں۔'' ایس. پی. شکلا نے ناخوشگوار لہجہ میں پلٹ کر جواب دیا۔

''آپ میرے ہی ہوٹل میں کھڑے ہوکر مجھے گالیاں نہیں دے سکتے۔'' منیجر کا بھی لہجہ تلخ تھا۔

''معلوم ہوتا ہے آپ کی کمبختی آئی ہے۔'' مسٹر شکلا کو غصہ آ گیا۔ لیکن اسی وقت ایک کانسٹیبل کی ایڑیاں بجنے کی آواز نے ان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرلی۔ وہ مسٹر شکلا کو سلامی دے رہا تھا۔ منیجر کی گھگی بندھ گئی۔

''حضور، ایک صاحب آپ کا باہر کار میں انتظار کر رہے ہیں۔'' کانسٹیبل نے ادب سے کہا۔

''اوہ، تو وہ باہر ہیں۔'' مسٹر شکلا چونک پڑے۔ پھر وہ ایک قہر آلود نظر منیجر پر ڈالتے ہوئے باہر نکل گئے۔ منیجر کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا اور وہ دوسرے لوگ بھی حیران سے تھے اس ناخوشگوار اتفاق پر۔

کانسٹیبل باہر سڑک پر کچھ دور کھڑی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی کار کی طرف اشارہ کر کے دوبارہ اٹینشن ہوکر سلامی دیتا ہوا چلا گیا اور ایس. پی. شکلا اس کار کی طرف چل دیے۔

کار کے ڈرائیونگ سیٹ پر ایک موٹا سا آدمی بیٹھا تھا اور پچھلی نشست تاریک سی تھی۔

''تشریف لایئے، میں دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے اندر ملنا مناسب نہ جانا۔'' کار کی پچھلی نشست سے کسی نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''لیکن میری کار؟'' ایس. پی. شکلا نے کہنا چاہا۔

''ہم یہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے، کہیں جانا نہیں ہے۔'' اس نے جواب دیا اور

ایس. پی. شکلا پچھلی نشست والے دروازے سے اندر گھس گئے۔اندر بیٹھے ہوئے آدمی نے رات کی بڑھتی ہوئی خنکی کی وجہ سے چسٹر پہن رکھا تھا۔اس کا نصف چہرہ کالر میں چھپا ہوا تھا۔سر پر فیلٹ ہیٹ تھی۔

''آپ وہ جاقو اور وہ استرا بھی لائے ہیں نا؟''اس نے پوچھا۔

''جی ہاں۔یہ لیجیے۔''مسٹر شکلا نے یہ سوچے بغیر کہ ابھی یا اب سے پہلے دہلی سے آئے ہوئے پولیس افسر کو نہ تو اس کیس کی مکمل رپورٹ دی گئی ہے اور نہ اس چاقو کا اس سے تذکرہ کیا گیا تھا۔جیب سے رومال میں لپیٹے ہوئے چاقو اور استرا نکال کر اس کی طرف بڑھادی۔شاید وہ اس وقت بدلے ہوئے موڈ میں دہلی والے سراغ رساں افسر (رازی) کی کار کا سرخ رنگ بھی بھول گئے تھے۔یا ممکن ہے انہوں نے اس پر غور ہی نہ کیا ہو۔اس نے دونوں چیزیں لاپرواہی سے ہاتھ میں لے کر چسٹر کی جیب میں ڈال لیں۔

''اس تکلیف فرمائی کا بہت بہت شکریہ۔''وہ ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔لیکن قبل اس کے کہ مسٹر شکلا اس کا کوئی جواب دے ایک تیز سی غیر متوقع خوشبو انھیں اپنی ناک میں گھستی ہوئی معلوم ہوئی اور جب اسے سمجھے بغیر انہوں نے اس کی نوعیت جاننے کے لیے ناک سکوڑ کر ایک لمبی سانس لی تو ان کا سر گھومنے لگ گیا۔وہ بیٹھے بیٹھے فٹ اسپیس میں لڑھک گئے۔پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے ڈرائیونگ سیٹ والے سے آہستہ سے کچھ کہا۔جس پر وہ گاڑی سے اتر کر چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد قریب آگیا۔

''سنا تا ہے۔''وہ بولا۔

''ان کی کار یہیں قریب لے آؤ۔''پہلے آدمی نے کہا اور انسپکٹر شکلا کی جیب سے کار کی چابیاں نکال کر اس نے اس کی طرف پھینک دیں۔حسب الحکم دو منٹ میں ہی اس نے انسپکٹر شکلا کی کار لا کر اس کار کے نزدیک کھڑی کر دی۔دونوں بے ہوش انسپکٹر کو اس کار کی پچھلی نشست کے فٹ اسپیس سے اٹھایا اور خود ان کی کار کے ڈرائیونگ سیٹ پر لا کر لٹا دیا۔اس کے

بعد وہ اپنی کار پر سوار ہو گئے اور علاقے کے سناٹے میں یہ کار اپنے بہت کم شور مچانے والے انجن کے ساتھ برق رفتاری سے مین روڈ پر دوڑنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پراسرار نشانات

''میرے لیے اب صرف یہی چارہ کار ہے کہ میں اپنی ملازمت سے استعفٰے دے دوں۔شاید میرا دماغ کافی بوڑھا ہوگیا ہے۔''ایس. پی. شکلا نے رازی کے سامنے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔وہ ذہنی طور پر کافی پریشان معلوم ہورہے تھے۔

''آپ مفت میں اس قدر پریشان معلوم ہورہے ہیں۔ان حالات میں کوئی دوسرا بھی ہوتا تو وہ بھی دھوکا کھا جاتا۔سوچنے کی بات صرف اس وقت تھی جب آپ کو میری طرف سے بناوٹی فون ملا تھا۔آپ ایک ذمہ دار بڑے افسر ہیں۔میں یقیناً آپ کو اس طرح حکم نہیں دے سکتا جس طرح آپ کے بیان کے مطابق ٹیلی فون پر آپ کو دیا گیا۔ویسے میں اپنے ماتحتوں سے بھی تحکمانہ رویہ نہیں رکھتا۔ڈسپلن کے باوجود میری روش دوستانہ ہوتی ہے۔''رازی نے انھیں حوصلہ دینے کے لیے بہت نرم اور پرخلوص لہجہ میں کہا۔اس وقت وہ نیو انڈیا ہوٹل کے ایک بالائی کمرے میں تنہائی میں آمنے سامنے بیٹھے گفتگو کررہے تھے۔

''لیکن مجھے تو یہ افسوس ہے کہ میری وجہ سے کام اور بگڑ گیا۔''

''آپ اس کی فکر نہ کیجیے۔وہ بھاگ کر جائے گا ہی کہاں۔جلد یا بدیر اسے اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہوگی۔''رازی نے پراطمینان انداز میں کہا۔

''تو میرے لیے اب کیا ارشاد ہے۔''

''آپ بےفکری سے اپنی دوسری ذمہ داریاں پوری کیجیے۔مجھے آپ کی مدد درکار ہوئی تو ضرور تکلیف دوں گا۔''رازی نے کہا۔''البتہ یہ بتا دیجیے کہ آیا اس چاقو کی ساخت کسی خاص قسم تھی یا اس پر کسی قسم کے نشانات بنے تھے؟''

''میں نے اس کی پوری تفصیل اپنی نوٹ بک میں لکھ لی تھی۔شاید اس سے آپ کوئی

نتیجہ نکال سکیں۔'' یہ کہہ کر ایس۔ پی۔ شکلا نے اپنی اندرونی جیب سے ایک سبز رنگ کی نوٹ بک نکال کر اس کا ایک صفحہ کھولتے ہوئے سامنے رکھ دیا۔ رازی اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا 'سائز آٹھ انچ معہ دستہ۔ دستہ ۴½ انچ، اوپری حصے پر درانتے پھل پر کندہ نشانات (xx.05) دستہ پر بنا ہوا نشان (GT) چھری کی شکل، عام نوکیلی چھریوں سے مختلف نہ تھی۔ لیکن اس کے دستہ پر بھی چھوٹے سے دائرے میں G.7 لکھا تھا۔

''سر دست یہ کافی ہے۔ اور اگر وہ کمبخت آپ کو دھوکہ دے کر وہ چاقو اور استرا حاصل نہ کر لیتا تو شاید ہم ان چیزوں کی زیادہ اہمیت نہ دیتے۔ مگر اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور ان میں کوئی ایسی خاص بات یا علامت تھی جس سے اس پراسرار سلسلے کا کوئی سراغ ملنے کا امکان ہو۔'' رازی نے بتایا۔

''تو آپ اسے رکھ لیجیے۔'' مسٹر شکلا نے نوٹ بک سے وہ صفحہ پھاڑنا چاہا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے صرف وہ علامتیں اور نمبر نوٹ کر لیے ہیں۔ آپ چاہیں تو اب جا سکتے ہیں۔'' رازی نے ان کی نوٹ بک لوٹاتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد ایس۔ پی۔ شکلا اٹھ کھڑے ہوئے۔ کم از کم ان کی نوٹ بک میں لکھی گئی یہ تفصیل ہی کسی کام آ گئی۔ اس احساس اور رازی کے دوستانہ سلوک سے اب ان کی پریشانی دب چکی تھی اور وہ کافی مطمئن نظر آ رہے تھے۔ مصلحتاً وہ اس وقت بھی عام شہری لباس میں رازی سے ملنے آئے تھے۔ رازی نے انھیں ڈی۔ آئی۔ جی۔ محکمہ سراغ رسانی کی معرفت فون کر کے یہاں بلایا تھا۔ ان کے چلے جانے کے بعد رازی اپنے ایک بیگ سے سرکاری خفیہ تار کے فارم نکال کر ان پر کچھ لکھنے لگا۔

سورج اوپر چڑھ رہا تھا۔ دس بج چکے تھے اور آج صبح سے وہ مقامی پولیس کی اس مکمل رپورٹ کے گہرے مطالعہ میں مصروف تھا جس میں انگریز میجر کے قتل سے لے کر اب تک کے واقعات تحقیق کی تمام تفصیل لکھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے حسب توقع اس رپورٹ میں

کوئی ایسا کارآمد پہلو نہ نکلا جس سے جرم اور مجرم کے متعلق کوئی وضاحتی روشنی پڑ سکتی۔ اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجی۔

''یس، کم ان۔'' رازی نے اندر سے جواب دیا۔

''صاحب، ایک نیا والا صاحب آپ کو ملنے کو مانگتا ہے۔'' ہوٹل کے بیرے نے اندر داخل ہو کر ایک کارڈ سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ کارڈ پر سرخ پنسل سے لکھا تھا 'منکہ مسٹر اول جلول در کمرہ دخول می واہمڈ۔'

''اسے اندر بھیج دو۔'' رازی نے مسکرا کر بیرے سے کہا۔

''مگر صاحب، وہ صاحب تو اپنا بوریا بستر ساتھ لایا ہے۔'' بیرے نے کہا۔

''کوئی حرج نہیں۔'' یہ کہہ کر رازی اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

ایک منٹ بعد ہی کمرہ کا دروازہ پھر کھلنے کے ساتھ کسی قسم کی مدھم سیٹیاں سنائی دیں۔ رازی نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ اس کا اسسٹنٹ سارجنٹ جامی لاپرواہی سے اپنا سوٹ کیس اور ہولڈال ایک طرف ڈالتے ہوئے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

''سلام مارتا ہوں صاحب کو۔'' اس نے رازی کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اتنی دیر کیوں کی تم نے آنے میں؟'' رازی نے مسکرا کر سوال کیا۔

''میں ہوائی جہاز کو ایک صحرائے لق و دق میں اتر وا کر حوائج ضروری سے فارغ ہونے لگا تھا۔'' جامی نے سامنے آ کر خالی پڑے ہوئے صوفے پر گر پڑنے والے انداز میں بیٹھ کر کہا۔

''تھکن دماغ تک سوار معلوم ہوتی ہے؟'' رازی نے کہا۔

''آپ سچ مچ نرے واقعہ شناس آدمی ہیں۔ تو مجھے آرام کرنے کی اجازت ہے نا؟'' جامی کورٹ اتارتے ہوئے بولا۔

''آرام حرام ہے۔'' رازی نے مختصر سا جواب دیا۔

Akram Allahabadi

''مگر میرے مذہب میں حلال ہے اور نہ بھی ہو تو میں اسے حلال کر کے کھاؤں گا۔''

وہ اپنی ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرنے لگا۔

''خیر، میں تمہیں صرف دو گھنٹے دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد تمہیں سرگرم کار ہونا پڑے گا۔''

''آپ کی مراد شاید کار کے بونٹ سے ہے۔''

''پھر مغز چاٹنے لگے۔''

''مجھے ہمدرد دواخانے کے حکیم دارالشفاء نے چاروں مغز چاٹنے کا مشورہ دیا ہے۔''

''جاؤ غسل خانہ خالی ہے۔''

''میں ہوائی جہاز میں ہی نہا لیا تھا۔''

''پاجی کہیں کے۔ جہنم میں جاؤ میری بلا سے۔''

''ایک میں ہی نہیں قبلہ، سارے پولیس والے وہیں جائیں گے۔ ان کے اعمال ہی ایسے ہوتے ہیں۔''

''یوں نہ مانو گے تم۔ تمہارے منہ میں شاید بواسیر ہو گئی ہے۔'' رازی اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''شریف آدمی ایسے موقعوں پر ڈر جایا کرتے ہیں۔ میں جا رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ قبل اس کے کہ رازی کا گھونسہ اس کی پیٹھ پر پڑے غسل خانے کی طرف کھسک گیا۔ دہلی سے رازی کے ساتھ آیا ہوا اس کا نوکر قاسم اندر سامان صاف کر رہا تھا۔ رازی نے اسے بلا کر جامی کا سوٹ کیس اور بستر دوسرے کمرے میں رکھنے کی ہدایت کی اور خود اپنا کوٹ کاندھے پر ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''جامی سے کہہ دینا میرا انتظار کیے بغیر کھانا کھا کر سو رہے۔ میں دوپہر تک واپس لوٹوں گا۔'' نوکر سے کہتا ہوا وہ میز پر بکھرے ہوئے تار کے فارموں کو جیب میں رکھ کر باہر نکل

گیا۔قاسم، جامی کا سامان اٹھا کر اندر رکھنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

رازی آج سی. بی. آئی. کے بہترین سراغ رساں افسروں میں شمار ہوتا تھا۔ ''جنکشن بلاکا'' کے تہلکہ خیز کیس میں سراغ رساں مدھولکر کے ساتھ رہ کر اس نے جو شہرت حاصل کی تھی اس کی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ ہموار ہو گیا تھا۔ مدھولکر ان دنوں اسسٹنٹ ڈپٹی چیف آف انٹیلی جینس تھا اور رازی بھی محکمہ سراغ رسانی کے انسپکٹر کے عہدے سے ترقی کر کے اب سی. بی. آئی. کے امورِ خفیہ کا انوسٹی گیشن آفیسر بن چکا تھا۔ جامی کو پہلی بار اس نے بمبئی کے ممتاز سراغ رساں سپرنٹنڈنٹ خان کے ساتھ 'ڈاکٹر سلازار' کے کیس میں دیکھا تھا۔ خان اور رازی میں پرانی دانت کاٹی دوستی تھی۔ اس لیے بالے کی طرح جامی چند دنوں میں رازی کے بھی اس قدر منہ لگ گیا تھا کہ فرصت کی نشستوں میں اپنی حماقتوں سے اس کا بھی ناک میں دم کر دیتا۔ اس کے باوجود وہ جامی کو پسند کرتا تھا۔ کیوں کہ اپنے مسخرے پن کے ساتھ ساتھ جامی ایک بہترین اور وفادار اسسٹنٹ ہونے کی خوبیاں بھی تھیں۔ چنانچہ رازی نے خاص طور پر کوشش کر کے جامی کی پوسٹنگ دہلی میں اپنی ماتحتی میں کرائی تھی۔ جامی انڈر گراؤنڈ پولیٹیکل آپریشنز کی سراغ رسانی کی تربیت لینے کے لیے دوسرے چار پولیس افسروں کے ساتھ بمبئی سے بھیجا گیا تھا اور تربیت کے بعد سی. بی. آئی. کی سفارش پر اسے دہلی میں ہی پوسٹ کر دیا گیا تھا۔ تب سے وہ رازی کے ساتھ تھا اور رازی اسے اتنا ہی عزیز رکھتا تھا جس قدر خان سارجنٹ بالے یا اسرار احمد کو۔ جامی بھی حق ماتحتی سے زیادہ حقِ رفاقت کی خاطر رازی کے لیے ہمیشہ اپنا سر ہتھیلی پر لیے رہتا۔ اپنی نجی زندگی میں وہ افسر ماتحت کی جگہ ایک دوسرے کے دوست کی حیثیت رہ رہے تھے۔ پھر بھی جامی اس کے احترام کو کبھی نہ بھولتا تھا۔ اجنبی پولیس افسروں کے سامنے وہ رازی کے لیے صرف ایک ماتحت سارجنٹ ہی نظر آتا اور اس وقت رازی کا لہجہ بھی کسی قدر تحکمانہ

ہوتا تھا۔اور وہ اس کے عادی ہو چکے تھے کہ ڈیوٹی پر افسر ماتحت اور اس کے بعد دوست۔

دہلی سے روانہ ہوتے وقت رازی جامی کو ساتھ نہ لے سکا کیوں کی اسے میجر ہکسلے کی ہدایت کے مطابق اس اہم ترین کیس کی تحقیق کے لیے فوراً ہی چل دینا تھا۔جامی اس وقت پہاڑ گنج کے کسی کیس کی تحقیق میں الجھا ہوا تھا۔اس لیے رازی اس کے لیے فوراً ناگپور میں اس کے پاس پہنچنے کی ہدایت چھوڑ کر خود چلا آیا تھا۔رازی کے بغیر جامی خود بھی کب رہنے والا تھا۔ وہ دوسرے ہی دن ٹرنک کال پر اسے مطلع کر کے ہوائی جہاز سے ناگپور آ پہنچا۔

☆☆☆☆☆☆

میں اس شہر میں مقیم تمام غیر ملکیوں کی فہرست چاہتا ہوں۔'' رازی نے آفس میں بیٹھے ہوئے ناگپور کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سے مطالبہ کیا۔وہ اس وقت تخلیے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔بجائے پولیس ہیڈ کوارٹرز کے رازی ان کی قیام گاہ پر ہی ان سے ملنے آیا تھا۔

''میرے خیال میں ہمارے محکمہ خفیہ کے پاس ان کی فہرست ہوگی۔لیکن کیا یہ ضروری ہے؟'' ڈی.آئی.جی.اس سے سوال کر بیٹھا۔

''اس چاقو پر جو نشانات تھے ان کے متعلق میں نے ڈکشن آف ملٹری کوڈس کو تحقیق کے لیے تار بھیجا تھا۔اس محکمہ کے اندازے کے مطابق یہ نشانات جرمنی کے ایک کارخانے میں تیار ہونے والے اسٹیل کے چاقوؤں پر پائے جاتے تھے۔اگر چہ آج کل وہ عام طور پر دستیاب نہیں ہوتے۔خاص کر ہندوستان میں تو اس قسم کے چاقو استعمال بھی نہیں کیے جاتے۔'' رازی نے بتایا۔

'' کیوں،ان میں کوئی خاص بات ہے ہے کیا؟'' ڈی.آئی.جی.نے یوں ہی پوچھ لیا۔

Akram Allahabadi

''ایسے چاقو چیر پھاڑ کے لیے ہوتے ہیں اور زیادہ تر وہاں کے بوچر انھیں استعمال کرتے تھے۔ مگر جنگِ عظیم شروع ہونے پر انھیں فوجی کٹ میں اتفاقی ضرورتوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔''

''تو آپ کے خیال میں کوئی جرمن...'' ڈی آئی جی نے کہنا چاہا۔

''محض اندازوں پر نشانہ مارنا میں مناسب نہیں سمجھتا، محض شبہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور بھی اسے استعمال کر رہا ہو اور اس کا تعلق فوجی رازوں سے قریبی دلچسپی رکھنے والے کسی پراسرار گروہ یا شخصیت سے ہوگا۔''

''آخر ایسی کیا بات تھی اس میں جس کے لیے وہ لوگ خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کر رہے؟''

''یہ ابھی تک صیغۂ راز میں رکھا گیا ہے۔ لیکن میجر بکسلے کی ہدایت کے مطابق وہ کوئی اتنی ہی اہم چیز ہے جس کے غائب ہونے پر ہائی کمان بھی چونک پڑی ہے۔''

''کیا آپ غیر ملکیوں کو چیک کریں گے؟''

''یہ کام اگر ضروری ہوا تو میں اپنے طور پر کرلوں گا۔ سردست کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہیے جس سے انھیں ان کا ہلکا سا بھی شبہ ہو کہ کسی وجہ سے ان پر نظر رکھی جا رہی ہے۔'' رازی نے بتایا۔

''جس طرح آپ مناسب سمجھیں کریں۔ میں فہرست آج منگا دوں گا۔'' ڈی آئی جی نے وعدہ کیا۔

اس کے بعد رازی مختصر گفتگو کر کے ڈی آئی جی سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ جامی باہر کار میں اس طرح پیر پھیلائے لیٹا تھا جیسے کسی مریض کو لایا گیا ہو۔

''یہ کیا حاملہ بھینس کی طرح پیر پسارے پڑے ہو۔'' رازی نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے جھنجلا کر کہا۔

''لاحول ولاقوۃ۔ یہ کون سا لطیف جملہ تراشا ہے آپ نے۔ کم از کم مجھے سن کر شرم آ گئی۔'' جامی نے اٹھ کر بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا۔

''ایسی حالت میں شرم آنی ہی چاہیے۔'' رازی نے مسکرا کر فقرہ چست کر دیا۔

''اب تو آپ منہ پکڑنے لگے ہیں۔''

''تم کوئی امریکی فلم ایکٹریس نہیں ہو۔''

''افوہ، کاش میں آپ سے کہہ سکتا کہ آپ...'' جامی کہتے کہتے رک گیا۔

''خیر پھر سن لوں گا۔ اس وقت اپنی منقار مبارک بند ہی رکھیے۔'' یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پراسرار پیغامات

رازی آج شام سے ہی ہائی اینڈ لو کمبائنڈ فریکوئنسی کا وائرلیس آبزرور لے کر اپنے کمرے میں بیٹھا تھا اور جامی ہر طاقت کی ویوز (صوتی ریڈیائی لہروں) کو اخذ کرنے کا کمپاؤنڈ ایریل لیے ہوٹل کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ ہوٹل کے دوسرے لوگوں کو نہ تو اس کے اس پاگل پن سے کوئی واسطہ تھا نہ کوئی اس طرف متوجہ تھا۔ ہوٹل کے منیجر نے سرسری طور پر پوچھا بھی تو جامی نہ کہہ دیا کہ صاحب کے ریڈیو کے لیے ایریل باندھ رہا ہے۔ رات کے نو بجے کھانا اپنے کمرے میں ہی کھانے کے بعد وہ پھر اپنے کام میں لگ گئے۔ لیکن ۱۰/۴ بجے تک انھیں کوئی بھی قابلِ ذکر میسج یا نشریہ نہیں سنائی دیا۔ کچھ خبریں، کچھ بازار بھاؤ کچھ ملکی و غیر ملکی پروگراموں کی گڑبڑ سنائی دیتی رہی۔ کانوں پر کلیمپ چڑھائے چڑھائے جامی کے کان بھی درد کرنے لگے تھے اور بار بار آبزرونگ پوائنٹ کو چاروں طرف گھمانے کے بعد اس کے ہاتھ بھی تھک گئے۔ ۱۰/۲ بجے سے فوجی کوڈ کے نشریے اور کچھ سٹے کے سماچار سنائی دیتے رہے۔ لیکن تقریباً ۱۱/۲ بجے ہوں گے کہ جامی اچانک اچھل پڑا۔ یہ نشریہ پرتگالی زبان کا تھا اور اس میں کوڈ نشر کیے جا رہے تھے۔ بمبئی کی سروس کے دور میں کئی بار گوا جانے پر جامی پرتگالی زبان کافی سیکھ گیا تھا۔ کوڈ میسج سے شروع ہونے والے پیغامات نمبروں اور تاریں استعمال کیے جانے والے جیسے مختصر جملوں پر مشتمل تھے۔ لیکن ایک جملے نے اسے چونکا دیا۔ فریکوئنسی ۲۷۳ تھی۔ اس لیے پیغام چھوٹی لہر (شارٹ ویو) پر نشر کیا جا رہا تھا اور ہندوستان ہی کے کسی مقام سے معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آبزرویشن کی سمت شمال مشرق تھی۔

''ہیلو... جی... کافاٹو... کفکٹ کالنگو ماٹو۔'' اس جملے پر رازی بھی نیچے کمرے میں وائرلیس آبزرور کے پاس بیٹھا بیٹھا چونک پڑا۔ پیغام کی نوعیت عام پیغامات سے مختلف تھی۔

''میسج اسپیشل ...ہیلو۔''اور پھر اسکے مخالف پوائنٹ سے آواز سنائی دی۔''جی فالو ہیئر ...کنفک...ہیلو جی فالواٹنڈنگ۔''

پہلی آواز نے کہا۔''رپورٹ...آئی یور گلاس۔اسٹیشن سیون رپورٹ کے.ایل. این.جی.اوور...جی تھری وزنگ...اوور...رپورٹ اولی اوور۔''

دوسری طرف سے جواب ملا۔''رپورٹنگ اوور۔مائی آئی او کے اوور میٹ جی تھری ودھ ففٹی اوور۔''

اس کے بعد یہ سلسلہ ایک دم منقطع ہوگیا۔رازی نے اپنی نوٹ بک نکال کر اس میں یہ تمام الفاظ لکھ لیے تھے۔پھر ۱۲/۲ بجے تک کوئی قابلِ غور نشری یا پیغام نہیں ملا اور اس نے جامی کو واپس بلا لیا۔مگر جو پیغام انہوں نے نوٹ کیا تھا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یقیناً پراسرار اور اہم تھا۔خصوصاً ''آئی یور گلاس'' والے الفاظ اس کے کانوں کو کھٹک رہے تھے۔آئی۔یور۔گلاس۔اس نے علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں میں اسے دہرایا۔

''شیشے کی آنکھ۔''وہ اچھل پڑا۔''ہم نے بالکل صحیح آواز پکڑ لی ہے۔''وہ جامی سے بولا۔''کچھ بھی ہو اسی سلسلے کی کڑی ہے۔''

''مگر آپ کو شبہ کیسے ہوا؟''جامی نے دریافت کیا۔

''G.S.'' کی علامت چاقو کے دستے پر دیکھی گئی تھی۔اس کے علاوہ کمیونیکیشن کی مختلف نوعیت۔پھر آئی. یور گلاس. کے الفاظ نے میرے شبہ کو اور قوی کر دیا۔لیکن یہ کے.ایل. این.جی. کا کوڈ سمجھ میں نہیں آ رہا۔''رازی سوچتے ہوئے بولا۔

''کے.ایل.این..جی.۔''جامی چھت کی طرف گھورتے ہوئے دہرایا۔''کلنج۔''وہ گویا اس کا حل نکالتے ہوئے بولا۔

''تم جیسے احمقوں سے یہی امید تھی۔اس بیچارے نے ناحق جج کر کے پیغام دیا۔تمہاری طرح سیدھا سا لفظ بول دیا ہوتا۔''رازی نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

''اچھا تو کلنگ ۔کیوں کہ انگریزی میں جی گ کی آواز دیتا ہے...'' وہ اتنا ہی کہہ پایا۔

''جی، یعنی گاف سے گدھا۔'' رازی نے پھر اسے جھاڑ سنائی۔

''آپ ضرور فورڈ کے بیل والی ڈگری کے یونیورسٹی یافتہ ہیں ۔آئی.ایم.ساری۔ یونیورسٹی کے ڈگری یافتہ، اونہونہو، یافتہ معلوم ہوتے ہیں۔'' جامی بولا۔

''اگر ایک گدھا یہ سمجھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ۔بہر حال پہلے کام کی بات کرو پھر بکواس کر لینا۔'' رازی نے سنجیدگی سے دہرایا۔

''آپ جو کچھ بھی کہیں مگر میری سمجھ سے تو کلنگ، کمنگ یا کالنگ ہی بن سکتا ہے۔'' جامی نے سنجیدگی سے دہرایا۔

''کالنگ'' کے لفظ پر رازی پھر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔''کالنگ۔'' وہ بڑبڑایا۔

''ذرا میرے بیگ سے سڑکوں والا ہندوستان کا بڑا نقشہ تو نکالو۔'' اس نے جامی سے کہا۔رازی کا بیگ اس وقت رائٹنگ ٹیبل پر تھا۔جامی نے نقشہ نکالنے میں زیادہ دیر نہ کی۔

رازی تپائی پر اسے پھیلا کر غور سے دیکھنے لگا۔پھر اس نے جلدی سے جیب سے ایک سرخ پنسل نکال کر نقشے میں ناگپور کے قریب ہی ایک جگہ گول نشان لگا دیا۔

جامی نے جھک کر دیکھا۔وہاں ''کالنگڑ'' لکھا تھا۔یہ کوئی غیر معروف سا قصبہ تھا جو انٹر اسٹیٹ روڈ ویز کا اسٹیشن بھی تھا۔

''واہ صاحب، خوب ڈھونڈی ہے مناسبت آپ نے ۔لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ان الفاظ کا یہی مطلب ہو؟'' جامی نے نقشہ سمیٹتے ہوئے کہا۔

''کالنگڑی یہاں سے صرف ۵۰ میل دور ایک دیہاتی قصبہ ہے۔سردست جب سراغ کے کوئی امکانات نظر نہیں آ رہے کیوں نہ کوشش ہی کر ڈالی جائے۔'' رازی نے اظہارِ خیال کیا۔

Akram Allahabadi

''انچہ مولیٰ ہمہ مولیٰ ۔بسم اللہ ۔'' جامی اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم اکو ہو۔آدھی رات کے وقت کیا جھک مارینگے ۔'' رازی نے کہا۔

''بہر حال اگر ان الفاظ سے وہی مقام نکلتا ہے تو وہاں کوئی ابھی پہنچنے والا ہے ۔'' جامی سنجیدگی سے بولا۔

''شاید ۔گدھا نمبر ۳،میرا مطلب ہے جی تھری ۔''

''اسی لیے تو کہتا ہوں کہ کالنگڑہ میں داخل ہونے کے تمام راستے پر ہم پہلے سے خفیہ نگرانی قائم کردیں تو کسی بھی اجنبی یا پراسرار شخصیت کو اس کی حدود میں داخل ہوتے دیکھ کر ہم اس کا تعاقب کر سکتے ہیں ۔'' جامی نے مشورہ دیا۔

''کچھ کچھ سوچنے لگے ہو تم ۔مجھے بھی سر دست یہی طریق کار بہتر معلوم ہوتا ہے ۔''' رازی نے جواب دیا۔

''تو پھر میں بیرے سے کہے دیتا ہوں کہ ہمیں دو بجے رات کی گاڑی سے ایک دن کے لیے باہر جانا ہے اس لیے ناشتہ وکھانے وغیرہ پر ہمارا انتظار نہ کیا جائے ۔''

''اس کی ضرورت نہیں ۔نوکر یہیں رہے گا اور ہم لوگ پچھلی کھڑکی سے اتر کر نکل جاتے ہیں ۔وہ صبح منیجر سے کہہ دے گا کہ سویرے ہم کسی ضروری کام سے چلے گئے ہیں ۔مگر کار پارک میں ہے یا پورٹیکو میں؟'' رازی نے پوچھا۔

''پارک میں ہے ۔''

''چلو یہ بھی ٹھیک ہے ۔صرف باہر کا پٹھان چوکیدار ہم کو راستے میں ملے گا اس سے کوئی بہانہ کردینگے ۔'' رازی یہ کہتا ہوا اپنے کمرے میں کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا۔

کچھ دیر کے بعد وہ چوروں کی طرح کھڑکی کے راستے اپنے ہی کمرے سے نیچے اتر کر ہوٹل کے پشت والے باغیچہ سے گزرتے ہوئے اس چھوٹے سے میدان نما حصہ میں آگئے جہاں چند دوسری کاروں کے ساتھ ان کی کار بھی موجود تھی ۔اور جب وہ اس پر بیٹھ کر ہوٹل کے

بڑے دروازے پر پہنچے تو چوکیدار اونگھ گیا تھا۔ہیڈ لائٹس کی روشنی بھی اسے نہ چونکا سکی۔جامی نے خودکار سے اتر کر دروازہ کھولا اور جب گاڑی باہر آئی تو بند کر دیا۔

ان کی کار روانہ ہو گئی اور چوکیدار اونگھتا ہی رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

سویرے سویرے انھیں کالنگڑہ میں موجود پا کر کالنگڑ کے انچارج انسپکٹر پولیس مسٹر کوکس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔سی.آئی.بی.کے ایک اعلیٰ افسر کی آمد کی خبر تو ویسے پولیس کی تمام شاخوں میں پھیل چکی تھی،مگر رازی کو اس طرح اچانک سامنے دیکھ کر وہ اور گھبرا گیا۔تھوڑی ہی دیر میں کالنگڑ میں داخلے کے ہر راستے پر خفیہ پولیس کا پہرہ لگ گیا اور رازی اپنے شک کے مطابق انٹرسٹیٹ مین روڈ والے داخلی راستے پر خود موجود رہا۔جامی کو دوسری سڑک کے موڑ پر ڈیوٹی پر لگا دیا۔مگر یہ سب کچھ اس طرح کیا گیا کہ کالنگڑ والوں کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے۔سادہ شہری لباس میں رازی نے خفیہ پولیس کے کچھ آدمی شہر سے بھی کافی لے لیے تھے جو کافی تجربہ کار اور چست تھے اور ان کے پاس چھوٹے فاصلوں کے وائرلیس کمیونیکیٹر بھی تھے جو چھوٹی بیٹری سے کام دیتے تھے۔یہ میدان جنگ میں استعمال ہونے کے بعد اب پولیس کے محکموں کو مختصر تعداد میں تقسیم ہوئے تھے۔

صبح سے دن کے ۹،۱۰ بجے تک کوئی خلاف معمول بات نہیں ہوئی۔صرف مقامی لوگ ہی ان راستوں پر آتے جاتے رہے۔بعض ٹھیکیداروں کی گاڑیاں اور بسیں بھی گزریں۔لیکن ان میں کوئی مشتبہ شخصیت نہیں دیکھی گئی۔رازی اکتا کر اب اس پوسٹ کی نگرانی انسپکٹر کوٹس کے سپرد کر کے،خود کولکس کی جیپ کار میں قصبے کے اندرونی علاقوں کا گشت کرنے گیا تھا۔وہ اب ان تمام مقامات پر نظر ڈال رہا تھا جہاں کوئی غیر ملکی یا کوئی مشتبہ قسم کا آدمی نظر آ سکے۔

ٹھیک ۱۱ بجنے میں پانچ منٹ پر ڈیش بورڈ کے وائرلیس سوئچ نے اسپارکنگ کی۔

رازی نے ماؤتھ پیس اٹھالیا۔انسپکٹر کوکس بول رہا تھا۔

''ابھی ابھی ادھر سے ایک جنرل موٹرز کا بند ٹرک گزرا ہے جو سنگتروں کے باغات کی طرف گیا ہے۔اس کا نمبر AZ 3115 اس میں ایک سفید فام آدمی اور ایک ہندوستانی ڈرائیور تھا۔یہ لوگ جیٹھا مل کے سنگترے خریدنے آئے تھے شاید۔'' کوکس نے بتایا۔

''کیا وہ سفید فام آدمی نیا یا مشکوک تھا؟'' رازی نے پوچھا۔

''میں نے اس سے پہلے تو اسے نہیں دیکھا۔ویسے یہ ٹرک اکثر آیا کرتا ہے اور ہر بار اس میں ڈرائیور کے ساتھ کوئی نہ کوئی نیا آدمی ہی دیکھا گیا ہے۔'' کوکس کا جواب ملا۔

''خیر آپ وہاں کسی کی ڈیوٹی لگا کر یہاں آجایئے۔میں چوک بازار کے سرے والے پٹرول پمپ کے نزدیک ملوں گا۔'' یہ کہہ کر رازی نے سوئچ آف کرلیا اور اپنی جیپ کار پٹرول پمپ کی طرف بڑھادی۔

چند منٹ بعد ہی کوکس آپہنچا۔رازی اسی وقت اسے ساتھ لے کر جیٹھا مل کی حویلی کی طرف چل پڑا۔وہ ٹرک وہاں موجود تھا اور شاید وہ لوگ اندر گئے ہوں۔انھیں کچھ دیر باہر ہی انتظار کرنا پڑا کیوں کہ رازی براہِ راست اس وقت دخل دینا نہیں چاہتا تھا۔تقریباً ۱۰ منٹ کے بعد جیٹھا مل کی حویلی سے ٹرک کا ہندوستانی ڈرائیور ہاتھ میں کوئی کاغذ لیے ہوئے نکلا۔اس کے پیچھے جیٹھا مل بھی تھا۔ٹرک تک آکر جیٹھا مل نے ڈرائیور کو ہدایت کی کہ وہ سنگترے گودام سے جا کر گاڑی میں مال بھر ڈالے اور خود واپس حویلی میں چلا گیا۔ڈرائیور ٹرک اسٹارٹ کر کے روانہ ہوگیا۔ابھی وہ حویلی سے کچھ دور سونی سڑک پر سے ہی گزر رہا تھا کہ پولیس کی جیپ کار بغل سے دوڑتی ہوئی آگے نکل گئی۔انسپکٹر کوکس نے اسے ہاتھ کا اشارہ دے کر روک لیا۔رازی گاڑی سے نہیں اترا صرف کوکس اتر کر ٹرک کے ڈرائیور کے پاس آیا۔

''تمہارا لائسنس؟'' اس نے پوچھا۔اور ڈرائیور نے کچھ جواب دیے بغیر لائسنس اس کو دے دیا۔

''تمہارے ساتھ جو دوسرا گورا گورا سا آدمی تھا وہ کہاں گیا؟'' انسپکٹر کوکس نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' ڈرائیور نے سادگی سے کہا۔

''جھوٹ مت بولو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے اس ٹرک میں بیٹھے دیکھا ہے۔''

''میں کب انکار کر رہا ہوں، صاحب، مگر وہ بازار میں ہی گاڑی سے اتر گیا تھا۔''

''کون تھا وہ؟''

''اگر یہ معلوم ہوتا تو یہ بھی ضرور جانتا کہ وہ کہاں گیا۔ وہ تو مجھے راستے میں ملا تھا اور گاڑی روک کر مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں اسے کالنگڑہ تک پہنچا دوں۔''

''کہاں ملا تھا وہ تمہیں؟''

''چنگی والے ناکے پر۔''

''خیر میں تمہارا نام نمبر نوٹ کیے لے رہا ہوں۔ اگر تمہارا بیان غلط ثابت ہوا تو جانتے ہو اس کا نتیجہ؟'' کوکس نے لائسنس سے اس کا نام اور گاڑی نمبر وغیرہ نوٹ کرتے ہوئے کہا۔

''میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں، صاحب۔ میرے فرشتوں کو خبر نہیں کہ وہ کون تھا، کیوں آیا تھا اور کہاں گیا۔'' ڈرائیور نے مطمئن لہجہ میں جواب دیا۔

''اب جا سکتے ہو۔'' کوکس نے اسے اجازت دے دی اور خود اپنی جیپ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے رازی کو ساری باتیں بتا دیں۔

''یہاں کوئی ایسی جگہ، مکان یا ہوٹل ہے جہاں کوئی غیر ہندوستانی رہتا ہو؟'' انہوں نے پوچھا۔

''صرف ایک چینی ریسٹورنٹ ہے۔ لیکن وہ بہت مختصر اور معمولی ہے۔ اس کا مالک

فائی چن ہے جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔وہ اچھا آدمی ہے۔"

"کیوں نہ وہاں بھی دیکھ لیا جائے؟"

"چلیے۔"

لیکن فائی چن سے کچھ نہ معلوم ہوسکا۔اس کے بیان کے مطابق اس نے تو کئی سالوں سے کسی سفید آدمی کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔مسلسل دو گھنٹے تک اسی کوشش میں سرگرداں رہنے کے بعد بھی کچھ حاصل نہ ہوسکا اور جب وہ واپس لوٹے تو جامی کی بن آئی۔

"پتا نہیں کسی بیوپاری نے گول مول سٹے کے بھاؤ یا کوئی ۴۲۰ کا میسج نشر کیا ہوگا اور آپ لگے ہوا میں تیر چھوڑنے۔" جامی نے کوکس کے چلے جانے کے بعد رازی سے کہا۔

"یہ سراغ رسانی ہے بیٹے،گھاس کھودنا نہیں ہے۔اس میں معمولی اشاروں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔" رازی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ اتنی فضول محنت کے بھی بھی پریشان نہیں ہیں؟"

"کیوں کہ میں تمہاری طرح احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوں۔"

"خیر اب واپس چلیے گا یا یہیں پکنک منانے کا ارادہ ہے۔"

"بس اب چلو۔"

کوکس سے وہ رخصت ہو ہی چکے تھے یا پھر شہر سے آتے ہوئے خفیہ پولیس کے باقی آدمیوں کو واپسی کی ہدایت کر کے انہوں نے اپنی گاڑی سنبھال لی اور جب وہ کالنگڑہ سے پلٹے تو سہ پہر کے ۲۱/۲ بج رہے تھے۔واپسی کے وقت رازی کا موڈ کافی بگڑا ہوا تھا اس لیے جامی نے خموشی برتنا ہی مناسب سمجھا۔دوپہر کی کڑی دھوپ کی گرمی میں مضافاتی سڑکیں سونی پڑی ہوئی تھیں۔کہیں کہیں اکا دکا مسافر یا بیل گاڑیاں نظر آجاتیں یا کبھی کوئی بس۔

رازی لاپرواہی سے گاڑی ۴۵ میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑا رہا تھا کہ اچانک اس نے کلچ دباتے ہوئے گیئر نیوٹرل کر کے بریک لگا دیا۔گاڑی سڑک پر پھسلتی ہوئی رک گئی۔وہ

ایک لفظ بولے بغیر تیزی سے گاڑی سے اترا اور دائیں سمت کے پتھریلے ڈھلوان کی طرف دوڑنے لگا۔جامی بھی بے سوچے سمجھے اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔

آخر ایک خشک نالے کو عبور کرنے کے بعد اس کی سمجھ میں آیا کہ رازی کیوں بھاگ رہا ہے۔دوسری طرف ایک اونچے پہاڑی ٹیلے کے دامن میں کسی آدمی کی لاش خاک وخون میں لت پت پڑی تھی۔رازی اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔جامی بھی حیرت سے دیکھنے لگا۔

اس کا سر پھٹ گیا تھا اور کئی جگہ زخم تھے۔معلوم ہوتا تھا جیسے اوپر سے پھینکا گیا ہے۔

وہ سفید فام آدمی تھا۔سنہری بالوں اور بھوری بھنوؤں اور مونچھوں کو دیکھنے کے بعد چہرے کی بناوٹ سے تو وہ یورپین معلوم ہوتا تھا۔لیکن رازی یہ دیکھ کر اور زیادہ متوجہ ہوگیا کہ اس کی ایک آنکھ غائب تھی اور اس کی جگہ ہلکی خراشیں اور خون جما نظر آرہا تھا۔شاید اس کی وہ آنکھ نوچ لی گئی تھی۔

''ضرور یہ وہی سفید فام آدمی ہوگا جو AZ 3115 نمبر والے جنرل موٹرز کے ٹرک پر آیا تھا۔''رازی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس کی تصدیق؟''جامی منہ چبا کر بولا۔

''وہ ٹرک ابھی شہر تک نہ پہنچا ہوگا۔تم وائرلیس پر اس سڑک کے پولیس آؤٹ پوسٹ کو اطلاع کر کے ٹرک کو ایک کانسٹیبل سمیت واپس بلوالو۔''رازی نے ہدایت کی اور جامی بغیر کچھ کہے لمبے لمبے قدموں کار کی طرف دوڑ پڑا۔کار میں وائرلیس سیٹ تھا۔اس نے کمیونیکیٹر آن کر کے نمبر ۴ سٹی آؤٹ پوسٹ کو کال کرنا شروع کر دیا۔تیسری بار ادھر سے جواب ملا۔کوئی سب انسپکٹر بول رہا تھا۔

''کیا ابھی کوئی ٹرک اِدھر سے گزرا ہے؟''جامی نے پوچھا۔

''ابھی تو کوئی نہیں۔اوور۔''

''AZ 3115 پلیٹ نمبر جنرل موٹرز کا ٹرک اسے روک لیجیے۔اوور۔ایک

کانسٹیبل کی نگرانی میں ڈرائیور کو یہاں بھیج دیجیے۔اوور۔"

"اوکے،سر۔اوور۔" سلسلہ منقطع ہوگیا اوراب جامی نے انسپکٹر کوکس کوکال کرنا شروع کردیا۔وہ بے چارہ ابھی اپنے آفس میں واپس لوٹ کرسکون کی دوسانسیں ہی لے پایا تھا کہ پھراسے اٹھناپڑا۔

"پہاڑ سے گری ہوئی کسی یورپین کی لاش ملی ہے،اوور۔ایمبولینس یا جیپ لے کے فوراً آجایے،اوور۔" جامی نے ادھر سے کہا۔

"آتا ہوں،اوور۔"

یہ کہہ کر جھنجلائے ہوئے انداز میں وہ پیر پٹک کرحوالدار کو پکارنے لگا۔وہ بے چارہ سہما ہوا سا سامنے آگیا۔

"ایمبولینس ملے گی ابھی؟"

"صاحب،ایک ہی ایمبولینس ہے اس قصبے میں۔پتانہیں خالی ہویا نہ ہو۔"

"جیپ کا رنکالواورایک اسٹریچر بھی ساتھ لے لینا۔" یہ کہہ کر وہ بکھرے ہوئے کاغذات کوسمیٹ کردراز میں ڈالتے ہوئے باہرنکل آیا۔

جیپ پھر پولیس اسٹیشن کے سامنے لاکر کھڑی کردی گئی تھی۔وہ اسی حوالدار اوردو کانسٹیبلوں کوساتھ لے کراس میں روانہ ہوگیا۔

☆☆☆☆☆☆

راستے پر ہی اسے رازی کی کارمل گئی۔وہاں سے کھڑے ہوکر ڈھلوان کے بعد والی چٹانوں پرنظر دوڑانے سے اسے سارجنٹ جامی ہاتھ کااشارہ کرتا ہوانظر آیا۔وہ حوالدار اور سپاہیوں کوساتھ لے کرڈھلوان اترنے لگا۔

یوروپین کی لاش کا فوٹو جامی نے اپنے چھوٹے جیبی کیمرے سے لے لیا اور

سپاہیوں نے اس لاش کو اسٹریچر پر اٹھا لیا۔

اسے جیپ کار تک لانے میں کافی دقت ہوئی کیوں کہ ڈھلوان پر چڑھتے ہوئے ان کے پیر پھسلتے تھے اور مجبوراً انھیں اپنے بھاری جوتے اتار دینے پڑے۔

تقریباً ۱۵ منٹ میں وہ پھر کالنگڑھ کے پولیس اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ جیپ کار سے اتاری جانے والی خاک و خون میں لتھڑی لاش دیکھ کر لوگوں میں سنسنی پھیل گئی۔ اسٹریچر سمیت لاش کو لاکر پولیس اسٹیشن کے برآمدے میں رکھ دیا گیا اور اس پر ایک سفید چادر، مال خانے سے نکلوا کر، ڈال دی گئی۔ اب وہ اس ڈرائیور کی واپسی کے منتظر تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دھماکہ خیز گھڑی

تقریباً نصف گھنٹے بعد پولیس کی ایک جیپ کار مطلوبہ ڈرائیور کو ساتھ لے کر آ پہنچی۔ڈرائیور کافی سہما ہوا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کہ اسے کیوں پکڑوایا گیا ہے۔

''صاحب، میں بالکل بے گناہ ہوں۔میں بیوی بچوں والا آدمی ہوں۔مجھ پر رحم کیجیے۔''وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر انسپکٹر کوکس کے سامنے گڑگڑانے لگا۔

''گھبراؤ نہیں۔تم سے صرف ایک لاش کی شناخت کرائی جائے گی۔''رازی نے اسے تسلی دی۔

''لاش کی؟''وہ حیرت وخوف سے متاثر ہوکر کانپتے ہوئے بولا۔

''ہاں۔ڈرنے کی کیا بات ہے؟''رازی بولا۔

''کچھ نہیں۔کچھ نہیں۔''اس نے خشک گلے میں تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

پھر اسے برآمدے میں لاکر سفید فام آدمی کی لاش پر سے کپڑا الٹ دیا گیا۔وہ اسے دیکھتے ہی چونک پڑا۔

''یہ...یہ تو وہی ہے۔''اس کے منہ سے نکلا۔''جو میرے ٹرک پر آیا تھا۔''اس نے ایک ہاتھ سے اپنا گلا سہلاتے ہوئے کہا۔

''تم سے اس نے کیا کہا تھا، یعنی کہاں چھوڑنے کو؟''مسٹر کوکس نے اس سے پھر سوال کیا۔

''صاحب، کالنگڑہ میں۔''ڈرائیور نے بتایا

''کوئی خاص جگہ؟''

''جی نہیں۔مگر یہ کچھ جلدی میں تھا شاید۔بار بار اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا۔''

Akram Allahabadi

''گھڑی!اس کے ہاتھ پر گھڑی بھی بندھی تھی؟''

''جی ہاں صاحب،سنہرے رنگ کی تھی۔''

''مگر لاش کی کلائی پر تو کوئی گھڑی نہیں ملی۔''رازی بڑبڑایا۔پھر وہ جامی کی طرف پلٹ کر بولا۔''تم اس جگہ جا کر دیکھو۔شاید اس کے ٹکڑے مل جائیں۔''

''ٹکڑے؟''

''دیکھتے نہیں لاش کا ایک ہاتھ ٹیڑھا ہے۔ضرور اس میں خاصہ جھٹکا پڑا ہوگا۔اس کی بائیں کہنی ٹوٹی سی معلوم ہوتی ہے۔''رازی کہنے لگا۔

''اور شاید آپ کے خیال میں اس کی موت اسی گھڑی سے واقع ہوئی ہوگی؟''جامی کہنے لگا۔

''ٹھہرو، میں بھی چلتا ہوں۔میں اس ٹیلے پر دیکھوں گا اور تم نیچے۔''وہ اٹھتے ہوئے جامی سے بولا۔

''گھڑی وہ آنکھ سے دیکھتا تھا؟''رازی نے عجیب سا سوال ڈرائیور سے کیا۔

''شاید اس کی گھڑی میں کچھ خرابی رہی ہو۔وہ بار بار اسے کان لگا کر اس کی ٹک ٹک بھی سنتا تھا۔''ڈرائیور نے بتایا۔''اور صاحب،اس کی تو دونوں آنکھیں سلامت تھیں یہ ایک آنکھ...''وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''خیر تم اس وقت جاؤ۔لیکن کسی بھی نئے آدمی کو اپنی گاڑی پر بٹھاتے ہوئے ذرا ہوش وحواس سے کام لیا کرو۔رازی نے ڈرائیور کو جانے کی اجازت دے دی۔

''اب تو صاحب، میں اپنے باپ کو بھی ٹرک پر نہ بٹھاؤں گا۔''وہ جاتے جاتے یقین دلانے لگا۔

ڈرائیور کے چلے جانے کے بعد اس لاش کو انسپکٹر کوکس کے سپرد کر کے وہ اور جامی پھر اسی گاڑی میں اسی مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں ولاش انھیں ملی تھی۔

Akram Allahabadi

سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کر کے جامی تو ڈھلوان کی طرف چل دیا اور رازی دوسرے راستے سے گھوم کر اس ٹیلے پر چڑھنے لگا۔

یہ پہاڑی ٹیلہ چٹانوں اور مٹی کے تودوں پر مشتمل تھا اور کہیں کہیں اس کی مٹی کسی گڑھے یا پاؤں جمانے کے حصے پر ڈھیلی ہو کر بارک ہو گئی تھی۔ ایک جگہ قدم رکھتے ہوئے وہ چونک پڑا۔ یہاں پہلے سے کسی کے قدم کا نشان تھا۔ وہ اس پر پنجے کی سمت میں اوپر چڑھنے لگا۔ قدموں کے یہ نشانات آگے بھی دو تین جگہ ملے، لیکن وہ ان سے دور ہو گئے تھے۔ رازی نے ایک جگہ ان نشانوں کے گرد پتھر کے ٹکڑوں کا ہالہ کھینچ دیا تا کہ بگڑ نہ جائیں اور خود ان کے اندازے پر اوپر چڑھتا چلا گیا۔ بالآخر وہ اس ٹیلے کے اس سرے پر پہنچ گیا جہاں سے براہِ راست نشیب کی طرف کٹاؤ تھا۔ اس نے یہاں کھڑے ہو کر نیچے کی طرف جھانکا۔ نیچے جامی ناہموار زمین پر ادھر ادھر بکھرے ہوئے پتھروں کے درمیان اس گھڑی کے ٹکڑے ڈھونڈ رہا تھا۔ لیکن بجائے جامی کے وہ ٹکڑے خود رازی کو نظر آ گئے۔

ایک سنہری گھڑی کے فریم کے تین ٹکڑے اس ٹیلے پر دس دس پندرہ پندرہ قدم کے فاصلے پر بکھر کر گرے پڑے تھے اور اگر سورج کی تیز کرن انھیں نہ چمکاتی تو شاید رازی کی نظر بھی نہ پڑتی۔ اس نے ان ٹکڑوں کو احتیاط سے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا پھر اس جگہ کو اور غور سے دیکھنے لگا۔ ٹیلے کے بالکل سرے پر اسے ایک جوتے کی صرف ایڑی کا نشان نظر آیا۔ جیسے اس جگہ کوئی اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا ہو۔ یہ نشان ان نشانات میں سے ایک قدم کا تھا جو اسے راہ میں ملے تھے۔ قریب کی ایک برجھڑی میں تلاش کرنے پر اسے ایک ڈائل کا ٹکڑا بھی مل گیا اور وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس میں ایک چھوٹا سا میٹر بھی لگا ہوا تھا۔ رازی نے اسے احتیاط سے دوسرے ٹکڑوں کے ساتھ رومال میں لپیٹ کر جیب میں رکھ لیا اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔

جامی اب تک گھڑی کے ٹکڑے ڈھونڈنے میں مصروف تھا۔

"کہو بیٹے، کتنے تیر مارے؟"

''آپ نے کام تو جھک مارنے کا دیا ہے اور تیر کی توقع کرتے ہیں۔''

''خیر یوں ہی سہی۔ مگر آؤ اب چلیں۔''

''کیوں؟ کیا مقتول کی روح یہاں کہیں بھٹکتی نہیں ملی اسی سے پوچھ لیتے۔''

''ناپاک روحیں ناپاک لوگوں کو ہی نظر آتی ہیں۔ تم کوشش کر دیکھو۔''

''میرے بارے میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

''بقول کسی شاعر کے 'دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں'۔''

''کیوں نہیں۔ آپ کی عصمت مآبی کے تو ڈنکے بجتے ہیں۔''

''پھر وہی بھونڈا مذاق۔ یہ آپ کو کس کھیت کی ہوا لگ گئی ہے آخر۔'' جامی جھنجلا گیا۔

''خیر خیر، پاکیزگی سہی۔ مگر اب جلدی چلو۔ ہمیں ابھی اوپر پائے گئے قدموں کے نشانات کے پرنٹ لینے کا بھی انتظام کرنا ہے۔''

''وہ تو میں لے لیتا۔ پاؤڈر ہے میرے پاس۔''

''تو پھر تم لے کر آؤ۔ جہاں جہاں نشانات ہیں۔ میں نے وہاں پتھروں سے بار کھینچ دیا ہے۔''

''تو گویا اکیلے ہی پھنسے۔''

''کیوں کیا کوئی اغوا کر لے جائے گا۔''

''میں احتجاج کرتا ہوں اس بھونڈے...'' جامی کا چہرہ پھر بگڑ گیا۔ وہ اس قسم کے الفاظ سے بری طرح چڑتا تھا۔

''بس بس، احتجاج تسلیم ہے۔'' رازی نے مسکرا کر بات کاٹ دی۔ اور خود اسے وہیں چھوڑ کر سڑک کی طرف چل دیا جہاں ان کی کار کھڑی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

وہ جب کالنگڑھ پولیس اسٹیشن واپس پہنچا تو اس کے پندرہ منٹ بعد ہی جامی بھی آ گیا۔ پرنٹ وہ لے آیا تھا۔ انسپکٹر کوکس کھانا کھانے چلا گیا تھا۔ پولیس اسٹیشن میں صرف ایک حوالدار اور چار کانسٹیبل تھے۔

''میری رائے میں اس چینی ہوٹل والے پر ایک بار اور نظرِ عنایت ہونی چاہیے۔''

''اگر بالفرض اس کا کوئی تعلق یہاں کہیں کسی موجودہ شخصیت سے ہے تب بھی اس کیس کے بارے میں باہر اتنی سنسنی پھیل چکی ہے کہ وہ ہوشیار ہو کر نکل گیا ہوگا۔''

''جائے گا کدھر سے پولیس نے تو قصبے کو گھیر رکھا ہے۔''

''یقیناً وہ اس آدمی سے زیادہ چالاک ہوگا جو پہلے چکمہ دے کر یہاں تک آ گیا تھا۔ شاید اسی طرح وہ یہاں سے بھی نکل جائے۔''

''تو پھر کیا کیا جائے؟''

''بظاہر اس معاملے کو اہمیت نہ دیتے ہوئے دوسرے طریقوں سے تفتیش کرو۔ ویسے یہ کوئی معمولی گروہ نہیں، بلکہ ہر چیز پر نظر رکھنے والے بہت عیار اور خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں لقمہ تر مت سمجھو۔'' رازی نے سمجھایا۔

پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کوکس کو بھی اپنا پروگرام نہیں بتایا۔ رازی کی ہدایت کے مطابق جامی نے باہر آ کر خفیہ پولیس کے آدمی چینی ہوٹل کی نگرانی کے لیے فوراً روانہ کر دیے اور اس کے چند منٹ بعد وہ خود بھی روانہ ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

چینی ہوٹل کا منیجر انھیں دوبارہ وہاں دیکھ کر گھبرا سا گیا۔

''صاحب، کیا خدمت کروں آپ کی؟'' وہ بگڑے ہوئے انگریزی لہجے میں بولا۔

Akram Allahabadi

''تمہارے ہوسٹل میں کون کون لوگ ہیں اس وقت؟'' رازی نے کسی قدر کرخت لہجے میں سوال کیا۔

''صاحب، بُرے لوگ کوئی نہیں۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔''

''یہ رجسٹر دیکھ لیجیے۔'' منیجر نے رجسٹر سامنے کر دیا۔ اس میں سلسلے سے نئے صفحہ پر ۲۵ نام لکھے ہوئے تھے جن میں سے ۱۴ نام چینیوں کے معلوم ہوتے تھے۔ باقی دو عیسائیوں جیسے تھے اور پانچ مدراسی۔ باقی چار ناموں میں سے ایک جام کسی مسلمان کا تھا اور تین پنجابی ہندو معلوم ہوتے تھے۔ رازی نے ان پر سرسری نظر ڈال کر رجسٹر واپس کر دیا۔

''تو کل ۲۵ آدمی ہیں۔ اور کمرے؟'' اس نے منیجر سے سوال کیا۔

''کمرے بھی ۲۵ ہیں۔''

''ان میں رہنے والوں کے ساتھ دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں یا وہ اکیلے ہیں؟''

''صاحب، ہر کمرے میں صرف ایک بیڈنگ ہے اور ایک ہی آدمی رہتا ہے۔''

''کیا اس وقت وہ تمام لوگ اوپر ہوں گے؟''

''مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں۔ ممکن ہے کچھ لوگ ہوں۔''

''جامی، انھیں یہیں روکو۔'' رازی نے منیجر کی طرف اشارہ کر کے سارجنٹ جامی سے کہا۔ ''اور تم میرے ساتھ آؤ۔'' وہ ایک سفید سادہ لباس کے سی.آئی.ڈی. کے آدمی کو اشارہ کرتا ہوا ہوسٹل کے اندرونی لکڑی کے زینے پر چڑھنے لگا۔

چینی منیجر کی کیفیت اس وقت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔ اور جامی اس کی طرف سے بظاہر لاپرواہ کھڑا دزدیدہ نظروں سے اس کی اس کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا۔

قریباً دس منٹ کے بعد رازی لوٹ آیا۔

''چھوڑو بیکار ہے۔'' وہ جامی کو آنکھ سے اشارہ اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

Akram Allahabadi

''لاحول ولاقوۃ۔فضول اتنی جھک ماری۔'' جامی نے بڑبڑاتے ہوئے چینی مینجر کا بازو چھوڑ دیا۔

''میں نے تو پہلے ہی کہا تھا، صاحب، کہ یہاں برے لوگ نہیں رہتے۔''

''خیر، مگر تمہارے یہاں کوئی نیا مہمان آئے تو پولیس اسٹیشن کو خبر کرنا۔'' رازی نے اپنی سنجیدگی بحال رکھتے ہوئے کہا۔

''ضرور خبر کروں گا۔ضرور۔'' مینجر یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

''آپ کے اوپر جاتے وقت اس کے چہرے پر ساڑھے بارہ بجنے لگے تھے۔''

''اوپر زیادہ تر کمرے بند ہیں۔لیکن اس کا بیان غلط ہے۔یہاں ۲۵ کی بجائے ۲۶ کمرے ہیں۔ایک کمرہ سرے پر پیچھے کی طرف ہے جو سامنے سے نظر نہیں آتا اور مغالطہ دینے کے لیے اس پر بھی ۲۵ ہی نمبر پڑا ہوا ہے تاکہ لوگ اسے ۲۵ نمبر کمرے کا پچھلا دروازہ ہی سمجھیں۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔''

''مجھے شک ہے۔بہر حال جلد از جلد ایک اجنبی مہمان کا میک اپ کر کے یہاں آجانا چاہیے تب ہی کچھ ہو سکتا ہے۔''

''وہ گھسنے دے گا مجھے؟''

''اگر تم اتنا بھی نہیں کر سکتے تو پر لے سرے کے گدھے ہو۔''

''بہتر ہے، میں کوشش کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر جامی لوٹنے لگا۔

''نگرانی جاری رہنی چاہیے۔'' رازی نے چلتے چلتے اسے پھر ہدایت کی۔

''اور آپ کیا کریں گے اس درمیان میں؟''

''میں پولیس اسٹیشن پر موجود رہوں گا تاکہ جب اس ہوسٹل کا مینجر ایک اجنبی مہمان کی آمد کی رپورٹ لائے جس میں میں تم پر شبہ کا اظہار کر سکوں ورنہ یہ لوگ کافی چالاک ہوتے

ہیں۔رازی نے اسے سمجھایا۔

''تو پھر میں جاتا ہوں۔مگر میک اپ باکس؟'' وہ چلتے چلتے رک گیا۔

''کار کی پچھلی نشست کے نیچے ہے۔'' رازی نے بتایا اور جامی لمبے لمبے قدم اٹھاتو چلا گیا۔

کچھ دیر بعد رازی بھی منیجر سے معذرت طلب کر کے باہر نکل آیا۔

پولیس اسٹیشن پہنچ کر اس نے ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس ناگپور کو اپنے کالنگڑہ میں موجود ہونے اور غیر معینہ مدت تک کے لیے یہیں ٹھہرنے کی اطلاع دی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

عجیب مسافر

شام ہوتے ہوتے چینی مینجر کالنگڑہ پولیس اسٹیشن پر گھبرایا ہوا سا آ پہنچا۔

''صاحب!'' وہ انسپکٹر کوکس سے بولا۔''ایک نیا مسافر آج آیا ہے۔ میں نے کہہ دیا کہ روم نہیں ہے تو کہتا ہے میں تمہارے سر پر بیٹھوں گا۔''

''پھر تم نے کیا کیا؟''

''میں نے اسے کچھ دیر انتظار کرنے کو کہا ہے۔ وہ ہوٹل میں بیٹھا ہوا ہے۔''

''تو چلو ہم آتے ہیں۔'' کوکس نے جواب دیا۔ مینجر تو اطلاع دے کر چلا گیا کوکس نے اندر دوسرے روم میں کرسی پر لیٹ کر خراٹے لیتے ہوئے رازی کو جگا کر خبر سنا دی۔

''اب آپ ہی چلے جایئے۔ وہاں اس وقت کچھ کرنا نہیں ہے صرف اس سے دو چار الٹے سیدھے سوالات کر کے لوٹ آنا ہے۔ لیکن یہ خیال رکھیے گا کہ کسی کو ذرا سا بھی شبہ نہ ہو۔'' رازی نے اسے ہدایت کی۔ اور کوکس اسی وقت فیلٹ ہیٹ سنبھالتا باہر چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

آپ کون ہیں، صاحب؟'' انسپکٹر کوکس نے نئے مسافر سے ہوسٹل کے نچلے ہال نما کمرے میں گھستے ہوئے پوچھا۔

''۶۷۲ بجے ہیں۔'' اجنبی نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا۔ اس کے اس بے ربط سے جواب پر خود کوکس کی مسکراہٹ چھوٹ جاتی لیکن اس نے ضبط سے کام لیا۔

''میں آپ کا نام وغیرہ پوچھ رہا ہوں۔'' انسپکٹر نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

''اوہ! وغیرہ وغیرہ... یہ مینجر کا ہوٹل... آئی ایم ساری، ہوٹل کا مینجر جانے۔ میں نے

یہ نام پہلی بار سنا ہے۔'' اجنبی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

''آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کیوں آئے ہیں؟''

''لائے ہیں۔ کیا لائے ہیں۔ ہم آپ کے لیے کچھ نہیں لائے۔ اور لاتے بھی کیوں؟''

''معلوم ہوتا ہے کچھ اونچا سنتا ہے۔'' انسپکٹر کوکس نے اپنے ساتھ والے آدمی سے کہا۔ اجنبی بھی اس طرف متوجہ تھا۔

''جی ہاں، بہت اونچا ہے۔ آپ شاید قطب مینار کا ذکر کر رہے ہیں۔ میں اس تیس بار چڑھ کر اترا ہوں۔''

''آپ کے رجسٹر میں کیا لکھایا ہے اس نے؟''

''ابھی تو میں نے روم ہی نہیں دیا۔'' میجر بولا۔

''دیجیے، اور اس کے بارے میں تمام تفصیلات پوچھ کر رجسٹر میں لکھیے۔'' کوکس نے اسے ہدایت کی۔ چنانچہ میجر نے رجسٹر نکال کیا اور اجنبی مہمان کی مسخری صورت دیکھ کر بولا۔

''فرمایے؟''

اجنبی جو اپنی ملگجی آنکھوں اور کسی قدر موٹی اور چپٹی ناک کے ساتھ چہرے پر ایک چگی داڑھی لیے پورا عمر عیار معلوم ہو رہا تھا، جھک کر خود رجسٹر دیکھنے لگا۔

''آپ کا نام؟'' میجر نے بلند آواز میں پوچھا۔

''گلفام۔'' وہ بدستور بولا۔

''گلفام۔'' میجر کے پیچھے کھڑے ہوئے اس کے عملے کے ایک آدمی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''باپ کا نام؟'' میجر نے پھر پوچھا۔

''بے لگام۔''

Akram Allahabadi

''میں باپ کا نام پوچھ رہا ہوں۔''منیجر پھر چیخنے لگا۔

''اوہ، باپ کا نام... باپ کا نام...''وہ سوچنے لگا۔

''کیوں کیا ولدیت غیر حاضر ہے؟''منیجر نے جلا ہوا سا فقرہ کسا۔

''مجھے ٹھیک سے یاد نہیں آ رہے۔اوہ...والد صاحب...''وہ یاد کرتے ہوئے بولا۔

''میں نام پوچھ رہا ہو۔''منیجر ایڑی کے بل کھڑے ہو کر چیخا۔

''ہم انھیں یہی کہتے تھے۔آپ بھی یہی کہیے۔میرا مطلب ہے یہی لکھیے۔''

''کہاں سے آئے ہیں؟ کیوں آئے ہیں؟''

''ارے واہ۔آپ کیا ٹھیکیدار ہیں۔ہمارا جہاں سے جی چاہا آئے۔جس لیے جی چاہا آئے۔''اجنبی بگڑ گیا۔

''اے مسٹر، آپ کو بتانا پڑے گا۔''انسپکٹر کوکس پیچھے سے کرخت لہجے میں بولا۔

''اوہ تو آپ بھی ہیں پانچوں سواروں میں۔آپ کو کیا تکلیف ہے؟''وہ اب انسپکٹر کے پیچھے پڑ گیا۔''میرے بھائی، یہ ترقی پسند زمانہ ہے۔اس میں کسی کو کسی کے پرائیوٹ حالات پوچھنے کی اجازت نہیں۔''وہ بولا۔

''انسپکٹر صاحب، یہ کچھ کریک معلوم ہوتا ہے۔''منیجر نے آہستہ لہجے میں کہا۔

''انسپکٹر صاحب... کیک...اوہ تو گویا آپ انسپکٹر صاحب واقع ہوئے ہیں۔شاید پولیس آف انسپکٹر۔آئی ایم سوری، انسپکٹر صاحب، کیک کھائیں گے آپ؟''وہ ان دونوں کی شکلیں دیکھتے ہوئے بولا۔

''آدمی واقعی مشکوک ہے۔بہر حال میں اسے پھر سمجھ لوں گا۔آپ اسے یہاں قیام کرنے دیجیے۔''انسپکٹر کوکس نے اس کے الفاظ نظر انداز کرتے ہوئے آہستہ لہجے میں منیجر سے کہا۔

''لو یہ چابی۔روم نمبر ۱۷ اوپر ہے۔''منیجر جھنجلاہٹ کے ساتھ بولا۔

Akram Allahabadi

''کتنا؟ سترہ روپے اور...نا بابا...یہ بہت ہے۔'' وہ چابی لینے سے انکار کرنے لگا۔

''سترہ روپے نہیں، کمرہ نمبر ۱۷۔''

''اوہ، ایسا! شکریہ شکریہ۔ منشن یو تھینک ناٹ۔'' وہ یہ کہہ کر چابی سنبھالتا ہوا اپنا پرانا سوٹ کیس ہاتھ میں لیے زینے کی طرف چل دیا اور کوکس منیجر کو کچھ ہدایت کر کے اپنی کار پر واپس پولیس اسٹیشن کو روانہ ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

اس وقت صبح کے ۶:۷۲ بج رہے تھے جب انسپکٹر کوکس کے بنگلے میں گھنٹی شور مچانے لگی۔ کوکس کے نوکر نے ریسیور اٹھا کر بولنے والے کا نام اور کس سے گفتگو کرنا ہے پوچھ کر اندر بڑے کمرے میں سوئے ہوئے مسٹر رازی کو جگا دیا۔

''صاحب، آپ کا فون ہے۔'' وہ بولا۔

رازی بغیر کچھ جواب دیے اٹھ بیٹھا اور سیدھا فون پر چلا آیا۔

''ہلو۔'' اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ ''کون؟ تم...ہاں بولو کیا رپورٹ ہے؟'' وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔

''روم نمبر ۱۳ میں دو بیڈنگز ہیں۔ جن میں سے ایک اسٹریچر کی شکل میں ہے۔ ضرور اس کمرے میں دو آدمی رہتے ہیں۔ اور یہ بات منیجر کے بیان کے برعکس ہے۔''

''ہاں، شبہ کرنے کی وجہ تو ہے لیکن ہو سکتا ہے کسی کا کوئی رشتے دار آ گیا ہو۔''

''خیر، وہ کمبخت تو آیا نہیں، صرف اس کا بستر لگا دیکھا ہے۔ میں رات کو دو بار کھڑکی سے جھانک چکا ہوں۔ اندر زیرو بلب کی روشنی میں وہ بستر خالی پڑا تھا۔''

''تمام رات؟''

''جی ہاں۔''

''اچھا،اس کی تحقیق کرو۔لیکن اور کوئی خاص بات۔''

''دوسری خاص بات یہ کہ کمرے بجائے ۲۵ کے ۲۶ ہیں۔''

''میں دیکھ چکا ہوں۔''

''تو پھر تیسری خاص بات یہ کہ یہاں اپنی دلچسپی کی کوئی چیز نہیں۔'' جامی کی آواز سنائی دی۔

''ہر جگہ گھی کے لڈو نہیں ملا کرتے، بیٹے۔'' رازی نے جواب دیا۔

''گھی کے لڈو کہاں، میں تو پیدا کرنے والے ساڑھے چار پانچ فٹ کی ایک خوبصورت سی لڑکی مانگ رہا ہوں عشق فرمانے کے لیے۔'' وہ شکائتی لہجے میں بولا۔

''میرا بس چلے تو تمہیں ایسی جگہ پھنکوا دوں جہاں کبھی جنس لطیف کا گزر بھی نہ ہوا ہو۔''

''جنس لطیف۔آہا، کتنا لذیز نام ہے۔ایک بار پھر کہیے۔''

''یو ایڈیٹ۔'' یہ کہہ کر ہنستے ہوئے رازی نے رسیور رکھ دیا اور بجائے کمرے میں جانے کے غسل خانے میں گھس گیا۔

☆☆☆☆☆☆

ہوسٹل میں دس ہی بجے سے اجنبی مہمان نے 'ہائے پیٹ ہائے پیٹ' کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ بہت جلد بعض لوگ اس کے مسخرے پن کے گرویدہ ہو گئے تھے۔کئی اس کے آس پاس جمع ہو گئے۔بیرے نے جب آ کر بتایا کہ صاحب، کھانے کی تیاری میں ابھی دیر ہے تو اس کا پارہ گرم ہو گیا۔

''ارے، یہ دیر ہے یا اندھیر ہے۔صبح سے یہاں پیٹ میں خرگوش دوڑ رہے ہیں۔ تمہارا منیجر کیا مہمانوں کو بھوکا مارتا ہے۔'' وہ بڑبڑانے لگا۔

''خرگوش دوڑ رہے ہیں یا چوہے؟'' ایک آدمی نے پوچھا۔

''خرگوش ذرا تیز دوڑتے ہیں۔'' وہ بولا۔

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ منیجر کے پرانے سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ رسیور اٹھا کر باتیں کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے یہ سلسلہ منقطع کر کے ایک آدمی کو اشارے سے پاس بلایا۔

''اوپر ۱۳ نمبر والے صاحب کو خبر کر دو کہ ان کے ساتھی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ہسپتال میں پڑے ہیں۔ ایک آنکھ بھی جاتی رہی ہے۔'' منیجر نے اتنی بلند آواز میں کہا کہ دوسروں نے بھی سن لیا۔

''یہ ایکسیڈنٹ کیوں ہو جایا کرتے ہیں بھلا؟'' اجنبی مہمان نے ایک دوسرے آدمی سے پوچھا۔

''موت کہہ کر تھوڑی آتی ہے۔'' وہ بولا۔

''اپنی تو پہلے سے چٹھی لکھ کر آئے گی۔ بیمہ کرا لیا ہے۔'' اجنبی نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر میں ہی سیڑھیوں پر کسی کے جوتوں کی چرچراہٹ سنائی دی اور دوسرے لمحے اوپر سے ایک چپٹی سی شکل والا تندرست آدمی اترتا دکھائی دیا۔

''شاید یہی قیدی نمبر ۱۳ ہے۔'' اجنبی نے کہا۔ اس پر دوسرے مسکرا دیے۔

وہ آدمی سیدھا منیجر کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے آپس میں شاید چینی زبان سے ملتی جلتی کسی زبان میں کچھ گفتگو کی اور پھر وہ آدمی باہر نکل گیا۔

''بے چارہ۔'' منیجر ہندوستانی میں بڑبڑایا۔ ''کتنا دکھی ہے اپنے دوست کے لیے یہ۔''

''تم مجھے کھانا بھیجو گے یا نہیں۔ ورنہ میں ستیہ گرہ کرتا ہوں۔''

''آپ اپنے روم میں جایئے۔ کھانا تھوڑی دیر میں پہنچ جاتا ہے۔''

"جائے گا، مولو جائے گا۔ زمانہ مستقبل۔" یہ کہتا ہوا وہ سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ راستے میں اس نے روم نمبر ۱۲ پر نظر ڈالی تو وہ بند تھا۔ اس کے دروازے میں تالا لٹک رہا تھا۔ لیکن ایک خاص چیز جو اس کی نظر میں آ گئی تھی وہ یہ کہ دروازے پر تالے کے نیچے ہی ایک چھوٹا سا دائرہ چاک سے بنا ہوا تھا جس کے بیچ و بیچ ایک درخت نما خاکہ بنا تھا۔ اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے وائرلیس کمیونیکیٹر نکال لیا اور کلب کانوں پر چڑھا کر کال کرنے لگا۔

"ہیلو... آئی او ہیئر... کمیونیکیٹ۔ آئی او ہیئر۔ ہیلو باس، میں جیم الف زبر جا بول رہا ہوں... اوور... وہ مینڈک کا بچہ جو روم نمبر ۱۲ میں ہے، ابھی ابھی باہر گیا ہے... اوور۔"

"کیا کوئی بات ہوئی تھی؟"

"اس کے ساتھی کا فون آیا تھا کہ ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے... اوور... وہ ہسپتال میں ہے... اوور... ایک آنکھ چلی گئی ہے۔"

"آنکھ چلی گئی ہے؟" رازی نے پوچھا۔

"اور اس کے کمرے کے درواز پر ایک گول دائرہ بنا ہے جس کے بیچ میں ایک درخت کی تصویر ہے... اوور۔"

"درخت تو باغ یا جنگل کی نشانی ہے۔" رازی بڑبڑایا۔ "اوہ سمجھا۔ خیر تم وہیں رہو میں دیکھتا ہوں اسے۔"

"مگر سمجھے کیا آپ؟"

"گول باغ جونڈی کے کنارے ہے... اوور... میں نے اس کے گرد دائرے میں فصیل کھنچی دیکھی تھی۔"

"میں بھی آؤں کیا؟ اوور۔"

"نہیں تم وہیں رہو ممکن ہے اور ساتھ میں بھی ہوں... اوور۔"

Akram Allahabadi

''تو بندہ چوکیدار ہے گویا۔''

''سر دست یوں ہی سمجھ لو۔'' یہ کہہ کر رازی نے سلسلہ گفتگو منقطع کر دیا اور جامی سیٹ کو مقفل کر کے بیڈ پر دراز ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

گول باغ

گول باغ جاگیردار رنجن سنگھ کی ملکیت تھا جس کے دوسرے سرے پر ایک سرخ حویلی بنی ہوئی تھی جس کا اندرونی حصہ باغ میں کھلتا تھا۔ رنجن سنگھ خود یہاں رہتے بھی نہ تھے۔ اس لیے یہ حویلی اور باغ دونوں لاوارثوں کی طرح پڑے تھے۔ ان کی نگرانی کے لیے ایک بڑی بڑی مونچھوں والا موٹا سا مالی نوکر رکھا ہوا تھا جو نگرانی تو کیا کرتا، دن بھر تو سویا کرتا تھا۔ اپنی کار دروازے کے قریب ایک جھاڑی کے سائے میں کھڑی کر کے رازی اکیلا ہی باغ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت مالی دروازے کے قریب اپنی جھونپڑی کے دروازے پر چبوترے پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ اس کے بیوی بچے شاید اندر تھے۔

''کیا چاہیے، صاحب؟'' وہ اٹھ کر قریب آتے ہوئے بولا۔

''آم۔''

''آم! اس موسم میں۔''

''میں نے تو سنا ہے کہ تمہارے باغ میں ہمیشہ آم ہوا کرتے ہیں۔''

''کبھی ہوتے ہوں گے۔ میرے سامنے تو نہیں ہوتے۔'' مالی نے بھی ٹیڑھا سا جواب دیا۔

''اس حویلی میں کون رہتا ہے؟''

''حویلی میں؟'' اس کے چہرے پر تھوڑی سی گھبراہٹ پھیل گئی۔

''اس میں ٹھاکر صاحب کے کوئی رشتہ دار ہیں۔'' مالی نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ، خیر ہوں گے۔ ہمیں تفریح سے مطلب۔'' یہ کہہ کر وہ ٹہلتا ہوا آگے بڑھنے

لگا۔

''مگر صاحب، یہاں ٹہلنے کی اجازت نہیں۔'' مالی نے ٹوک دیا۔

''ہمیں ایک خاص قسم کا پودا دیکھنا ہے۔ تم بھی ساتھ آؤ۔ مل گیا تو انعام دیں گے۔''

وہ بولا۔

''چلیے۔'' مالی کچھ سوچ کر ساتھ ہولیا۔ کچھ دور آگے جا کر ایک جھاڑی کے قریب رازی نے جیب سے ایک پھول نکال کر اسے دکھایا۔

''دیکھو، یہ پھول چاہیے۔ اسے سونگھ کر دیکھو۔'' رازی نے وہ پھول اس کی طرف بڑھا دیا۔

مالی نے ایک لمبی سانس میں اسے سونگھا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ شاید وہ اس جیسا پھول تلاش کر رہا تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ چکرا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ رازی نے اسے اسی جھاڑی میں گھسیٹ کر ڈال دیا اور خود اس حویلی کی طرف چل دیا جس کا اندرونی حصہ دوسرے سرے پر نظر آ رہا تھا۔

حویلی کا پچھلا برآمدہ بھی ویران پڑا تھا۔ لیکن وہ کافی صاف اور ستھرا نظر آ رہا تھا۔ اس میں بید کی کچھ کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔

وہ برآمدے میں داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ برآمدے کے دو اندرونی دروازے بند تھے۔ صرف ایک مُڑا ہوا تھا۔ وہ ابھی اس میں جھانکنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ دروازہ اچانک کھل گیا اور اندر سے ایک سیاہ فام نیگرو نکل آیا۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''کیا یہاں آدمی رہتے ہیں؟'' رازی نے معصوم صورت بنا کر پوچھا۔

''نہیں تو کیا جانور رہیں گے۔'' وہ شاید برا مانتے ہوئے بولا۔

''میں مردم شماری کا انسپکٹر ہوں۔ یہاں کتنے آدمی رہتے ہیں؟'' اس نے جیب سے ایک چھپا ہوا فارم نکالتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

''تو سامنے والے دروازے سے آیے۔'' نیگرو بولا۔

''اب تو آ ہی گئے ہیں۔'' رازی نے کہا۔

''خیر، آپ ٹھہریے میں پوچھتا ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر اندر چلا گیا اور رازی بظاہر لاپرواہی کے انداز میں بید کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ واپس آیا۔

''چلیے۔'' اس نے رازی کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

ایک پتلی سی راہداری سے گزرتے ہوئے وہ ایک آراستہ ڈرائینگ روم میں پہنچ گئے، جہاں چاروں طرف دیواروں پر راجپوتوں کی بڑی بڑی قلمی تصاویر آویزاں تھیں اور سامنے صوفے پر ایک گورے رنگ کا بھدی سی شکل کا آدمی بیٹھا تھا جس کے بھرے ہوئے چہرے پر موٹی مونچھیں گلہری کی دم کی طرح دونوں طرف لٹک رہی تھیں۔

''فرمایے؟''

''معاف کیجیے گا میں آپ لوگوں کو صرف چند منٹ کی تکلیف دوں گا۔'' وہ سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس کی طائرانہ نظر ماحول کا جائزہ لے چکی تھیں۔

''اس گھر میں کتنے آدمی رہتے ہیں؟''

''ہم لوگ صرف مہمان ہیں، رہتے نہیں ہیں۔''

''اس سے کوئی حرج نہ ہوگا آخر کہیں نہ کہیں تو آپ کو شمار ہونا ہی پڑے گا آبادی میں۔''

''خیر، یہاں پانچ آدمی رہتے ہیں، جن میں دو نوکر بھی شامل ہیں۔ اس آدمی نے اُکھڑے لہجے میں جواب دیا۔

''ان کے نام اور عمر وغیرہ؟''

رازی بظاہر پوچھ پوچھ کر دیکھنے لگا۔ لیکن دُزدیدہ نظروں سے وہ بازو میں کھڑے

ہوئے سیاہ فام نوکر اور سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو دیکھتا جاتا تھا۔ اسے شک تھا کہ ان لوگوں کو شبہ نہ ہو گیا ہے۔

''چائے وغیرہ پئیں گے نا آپ؟'' اس آدمی نے رازی سے پوچھا۔

''جی شکریہ۔ میں چائے پینے کا عادی نہیں ہوں۔''

''کچھ اور...؟''

''جی نہیں۔ اچھا اب اجازت دیجیے۔'' یہ کہہ کر رازی اٹھا ہی تھا کہ اس نیگرو ملازم کا ایک بھرپور گھونسا اس کی کنپٹی پر پڑا۔ اس کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی اور وہ تیورا کر فرش پر گر پڑا۔ گھونسا اچانک بھرپور اور ایسی جگہ پڑا تھا کہ وہ سنبھل نہ سکا۔

''اس کی مشکیں کس دو۔'' موٹا آدمی نیگرو ملازم سے بولا۔

اور بے ہوش رازی کی مشکیں کس دی گئیں۔

اس موٹے آدمی نے ایک میز پر رکھے ہوئے چھوٹے سے اسٹیل بکس کو کھولا اور اس کا ایک بٹن دباتے ہوئے بولا۔ ''وہ چوہا پکڑ لیا گیا ہے، G-2۔''

''یہاں لاؤ، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔'' اس باکس میں سے باریک سی آواز آئی۔

''اوکے۔'' یہ کہہ کر اس نے سوئچ آف کر دیا۔

''اسے G-2 کے پاس لے چلو۔'' اس نے نیگرو کو اشارہ کیا۔ طاقتور دراز قد نیگرو نے بے ہوش رازی کو اپنے کاندھے پر اٹھا لیا اور وہ دونوں آگے پیچھے ایک دوسرے دروازے میں داخل ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

''میں اسے جانتا ہوں۔ یہ سرکاری جاسوس ہے۔ ہمارے پاس اس کی تصویر آ چکی

ہے۔"ایک چمڑے کے موٹے گدے والی آرام کرسی پر لیٹا ہوا ایک تنومند گورا سا آدمی، جس کی ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور جس کی ناک چپٹی تھی، بولا۔ رازی غور سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ وہ ہوش میں آچکا تھا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پولیس ہم لوگوں کے پیچھے لگ چکی ہے۔" موٹا ساتھی رائے زنی کرنے لگا۔

"یہاں کی پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ وہ زندگی بھر نہیں جان سکے گا کہ ہم کون ہیں اور کہاں تک ہیں۔" موٹا آدمی طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ رازی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"اس کا کیا کیا جائے؟" اس نے رازی کی طرف اشارہ کر کے انگریزی میں پوچھا۔

"اسے ٹھکانے لگا دو تا کہ یہاں تک پہنچی ہوئی بات یہیں رہ جائے اور آئندہ زیادہ احتیاط رکھو۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"او کے باس۔" موٹا آدمی بولا۔ اور پھر وہ دونوں رازی کو لیے اس کمرے کے داہنے دروازے سے نکل گئے۔

تاریک کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے جہاں کچھ مشینیں نصب تھیں اور بجلی کے موٹے موٹے تار دیواروں پر دوڑے ہوئے نظر آتے تھے۔

"اس کا حلیہ بگاڑ دیا جائے؟" نیگرو ملازم نے پوچھا۔

"کیا ضرورت ہے، خود ہی جل کر خاک سیاہ ہو جائے گا۔ باندھ دو اس تختے سے۔" موٹے آدمی نے کہا۔

اور جب وہ سیاہ فام نیگرو اسے تختے سے باندھنے لگا تو رازی نے پوری قوت سے اسے ایک طرف دھکیل دیا۔ یہ دیکھ کر موٹا آدمی اس پر جھپٹ پڑا۔ لیکن بڑی پھرتی سے رازی نے اچھل کر دو لاتیں اس کے سینے پر اس طرح ماریں کہ وہ چت زمین پر آ رہا۔ رازی نے پھر

Akram Allahabadi

ایک بار بازوؤں کی قوت آزمائی اور ہاتھوں کو تسمے کی بندش سے آزاد کرنا چاہا۔لیکن بندش کافی مضبوط تھی۔موٹے آدمی نے سنبھلتے ہوئے جیب سے پستول نکال لیا۔

''خبردار جو جنبش کی، ورنہ تمہیں آسان موت نصیب نہ ہوگی۔'' وہ بولا۔لیکن اس کی پرواہ کیے بغیر رازی نے اس نیگرو کو مارنے کے لیے دو ٹھوکر بلند کیا ہی تھا کہ موٹے آدمی نے پستول کے ٹرائگر پر انگلی رکھ دی۔لیکن اس سے پہلے کہ اس کی انگلی حرکت کرے، ایک سنسناتی ہوئی گولی اس موٹے آدمی کے ہاتھ پر پڑی اور وہ تلملا کر رہ گیا۔پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔نیگرو بھی زمین سے اٹھتے اٹھتے رہ گیا۔

جیب سے چاقو نکالتا ہوا جامی رازی کے قریب آ گیا۔اس نے رازی کا تسمہ کاٹ دیا۔ہاتھوں کے آزاد ہوتے ہی رازی نے جھپٹ کر اس موٹے آدمی کے جبڑوں پر دو گھونسے جمائے اور وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔نیگرو نے اٹھ کر بھاگنا چاہا تھا کہ جامی نے ٹانگ اڑا دی اور وہ اوندھا گر پڑا۔اس کے ساتھ بعض آدمیوں کے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی اور دوسرے دروازے سے انسپکٹر کوکس مع تین کانسٹیبلوں کے اندر گھس آیا۔

''وہ لوگ نہ جانے کہاں غائب ہو گئے۔'' وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تم لوگ!'' رازی یہ کہتا ہوا انھیں چھوڑ کر اس کمرے کی طرف دوڑا جہاں وہ چپٹی ناک والا آدمی، جس کی ایک آنکھ پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اسے ملا تھا، لیکن وہ وہاں نہ تھا۔آرام کرسی خالی پڑی تھی اور اس پر کاغذ کا ایک پرزہ پڑا ہوا تھا۔رازی نے اسے اٹھا لیا۔

اس پر لکھا تھا۔'' بیٹے جاسوس، تمہیں پھر سمجھ لوں گا۔''

''کی مین''

''اوہ، تو یہی تھا وہ کمبخت کی مین۔'' رازی ہاتھ ملنے لگا۔پھر اس نے اس کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف دیکھا، جو کمرے میں پڑے ہوئے بیڈنگ کے سرہانے تھی، وہ اس میں سے نیچے جھانکنے لگا۔نیچے کی گھاس کچلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ضرور کوئی کھڑکی سے کودا تھا۔رازی اسی

کھڑکی سے احتیاط سے نیچا تر گیا اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔لیکن کسی طرف کوئی نظر نہ آیا۔کمرے کے داہنی سمت سے گھوم کر وہ حویلی کے باہر والے رخ پر آ گیا۔یہاں اسے داخلی دروازے کے پاس ہی کسی موٹر سائیکل کے ٹائر کے پتلے نشان نظر آئے۔گاڑی وہ پچھلی طرف باغ کے باہر چھوڑ کر آیا تھا اور وہاں تک پہنچنے میں کم از کم پانچ دس منٹ ضرور لگتے۔وہ اندازاً کچھ دور تک سڑک پر دوڑا لیکن شاید جانے والا کافی دور نکل گیا تھا اور اس نے ضرور موٹر سائیکل میں سائلنسر لگا رکھا ہوگا۔یہ سوچتا ہوا وہ واپس لوٹ گیا۔

نیگرو اور وہ موٹا آدمی گرفتار ہو چکے تھے۔انسپکٹر کوکس اور جامی انھیں ہتھکڑیاں پہنا کر سپاہیوں کی حفاظت میں باغ کے باہر کھڑی ہوئی پولیس اسٹیشن ویگن کی طرف بھیج چکے تھے اور خود اس حویلی کی تلاشی لے رہے تھے۔ایک کمرے میں انھیں ایک کمیونیکیشن سیٹ اور ایک ریکارڈنگ مشین ملی اور بڑے کمرے میں جو مشینیں نصب تھیں وہ ان کی سمجھ میں نہ آئی تھیں۔ایک کانسٹیبل کمرے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک زور کا دھماکا ہوا اور ان مشینوں کے پھٹتے ہی کمرے کی چھت اڑ گئی۔دیواریں ڈھیر ہو گئیں۔

وہ دھماکا ہوتے ہی پیچھے کی طرف بھاگ پڑے تھے۔لیکن جب فضا پرسکون ہو گئی اور وہ لوٹے تو بے چارے کانسٹیبل کی لاش بگڑی ہوئی خون اور شیشے کے ٹکڑوں میں لت پت ملبے میں دبی پڑی تھی۔

''ضرور کسی اور مقام سے اس جگہ کا ریڈیائی یا برقی تعلق رہا ہوگا۔ہمیں اس بلڈنگ سے جلد باہر نکل جانا چاہیے۔'' رازی یہ کہتے ہوئے باغ کی سمت والے پچھلے دروازے کی طرف چل پڑا۔وہ جب باغ کے دروازے پر آئے تو مالی بھی وہاں موجود نہ تھا۔اس کی بیوی اور دو بچے سہمے سہمے کھڑے تھے۔

''مالی کہاں گیا؟'' رازی نے اس کی عورت سے پوچھا۔

''پتہ نہیں، سرکار، دھائیں دھائیں کا شور سن کر اُدھر ہی گئے ہیں۔'' وہ پوربی زبان

میں بولی۔

''حویلی اور ادھر باغ کے دروازے پر سر دست آدمی لگا دیجیے۔اور اس مالی کا پتہ چلا کر اسے بھی پولیس اسٹیشن پہنچوا دیجیے۔''رازی نے اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے انسپکٹر کوکس سے کہا۔

''بہت خوب۔''کوکس نے ادب سے جواب دیا۔اور رازی نے اپنی کار اسٹارٹ کردی۔جامی پہلے ہی پچھلی نشست پر اچھل کر بیٹھ چکا تھا۔آگے بڑھ کر سب سے پہلے رازی نے وائرلیس پر تمام چوکیوں کو ہدایت کردی کہ وہ ہر گزرنے والے کو چیک کریں اور خاص کر کار اور موٹر سائیکل والوں کو جن میں ہوسکتا ہے کہ ایک کانا آدمی بھی ہو۔

''تعجب ہے سالے گئے کہاں؟''جامی نے پیچھے بیٹھے بیٹھے تبصرہ کیا۔

''تو گویا انھیں آپ کے پاس اپنا پتا نوٹ کرا کے جانا چاہیے تھا،ابے الو،اگر وہ اتنے چالاک اور خطرناک نہ ہوتے تو وارداتوں کا اتنا بڑا اور پراسرار سلسلہ کیسے قائم ہوتا جس کے لیے مرکز میں بھی کھلبلی مچی ہے۔''رازی نے وائرلیس کا کمیونیکیٹر کا سوئچ آن رکھتے ہوئے کہا۔

''یہ نہ معلوم ہوسکا کہ آخر یہ سب خون اور فساد کس لیے کیا جارہا ہے؟''

''محض ایک شیشے کی آنکھ کے لیے۔''رازی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''ایک آنکھ کے لیے اتنے خون؟''جامی نے حیرت کا اظہار کیا۔

''ضرور اس سے کوئی بہت اہم راز وابستہ تھا،ورنہ اتنا اندھیر نہ مچتا۔''

''تو یہ اتنے قتل کیوں کرتے ہیں کمبخت؟''جامی نے ایک اور سوال کیا۔

''اگر یہ کسی ایک گروہ کا کام ہوتا تو اول تو وہ شیشے کی آنکھ اس کے ہاتھ میں آجانے کے بعد اس کا مقصد ہی پورا ہوگیا ہوتا۔دوسرے اس کے آدمی آپس میں ہی ایک دوسرے کو قتل نہ کرتے پھرتے۔ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کئی گروہ یا کئی نامعلوم اور پراسرار علیٰحدہ علیٰحدہ شخصیتیں

اسے حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔اسے پانے والا ہر آدمی اس کی اتنی حفاظت کرتا ہے کہ اس کی جان لے کر ہی کوئی اس سے اُسے چھین سکتا ہے۔''

''تو آپ کے اس صحیح معلوم ہوتے ہوئے فارمولے کے مطابق گویا ابھی وہ چیز کسی ایسے کے ہاتھ نہیں لگی ہے جو ان سب کا باپ ہو اور جس سے کوئی نہ چھین سکے۔''

''ہوسکتا ہے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود وہ ہی اس راز کے رازداروں کو یکے بعد دیگرے اس طرح ختم کراتا جارہا ہو۔'' رازی نے اور ایک رائے دی۔ان کی کار اب آبادی میں داخل ہورہی تھی۔

''تو پھر تو یہ معاملہ کافی پیچیدہ اور خطرناک ہے۔وہ ہمیں بھی ختم کرا سکتا ہے۔''

''اس میں کسر ہی کون سی رہ گئی تھی۔ مجھے بجلی کے تختے سے باندھ کر جلا رہے تھے۔ ادھر مشین والے کمرے کا دھماکا بھی اسی لیے کیا گیا تھا کہ اس کے خیال میں ہم لوگ اس کمرے میں ہوں گے۔''

''آپ میرا بیمہ کرا دیجیے۔'' جامی نے منہ بنا کر کہا۔

''کوئی وارث بھی ہے پیچھے؟''

''میں ہونے والی بیوی اور آنے والے بچوں کے نام کر جاؤں گا۔''

''نہ جانے کون بدنصیب ہوگی جو تم جیسے چغد کو منہ لگائے۔''

''منہ لگائے؟ اوہ، شاید آپ کا مطلب کسنگ سے ہے۔مگر مرد کے لیے شرمناک ہے کہ عورت اسے منہ لگائے، اسے خود عورت کو منہ لگانا چاہیے۔'' جامی دماغ چاٹنے لگا۔

''تمہارا واہیات فلسفہ سننے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''شاید آپ کی گھڑی کھو گئی ہے۔''

''پھر وہی بکواس۔'' یہ کہتے کہتے رازی کی نظریں اچانک انڈیکیٹر بلب پر پڑ گئیں۔ وہ بار بار دمک رہا تھا۔رازی نے سوئچ آن کر کے ماؤتھ پیس ہاتھ میں لے لیا۔

''ہیلو، ایس او... ایس او پلیز'' بورڈ سے بارک سی آواز سنائی دی۔

''یس، کم ان، ایس او اسپیکنگ... اوور'' رازی نے ماؤتھ پیس پر جواب دیا۔

''ابھی ابھی ٹھاکر صاحب کے بھتیجے کنور ہردیپ سنگھ اِدھر سے گزرے ہیں۔ وہ موٹر سائیکل پر تھے۔''

''موٹر سائیکل پر؟ کیا تم انھیں پہچانتے ہو؟'' رازی نے پوچھا۔

''جی نہیں، مگر انہوں نے یہی نام بتایا تھا۔''

''ان کے سر پر یا آنکھ پر پٹیاں بندھی تھیں کیا؟''

''جی نہیں، وہ سیاہ شیشوں والی عینک لگائے ہوئے تھے۔''

''تم پرلے درجے کے گدھے ہو۔'' رازی نے ڈانٹا۔ ''جب تم اسے پہچانتے نہ تھے تو جانے کیوں دیا۔

''صاحب، ان کے پاس لائسنس تھا۔''

''کیا تم انگریزی پڑھے ہوئے ہو؟''

''تھوڑی تھوڑی جانتا ہوں، صاحب۔'' اُدھر سے سہمی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ کار دوڑتی جارہی تھی۔

''پھر تم نے کس طرح لائسنس چیک کرلیا؟''

''اس پر میں نے نام لکھا دیکھا تھا۔''

''اور تصویر؟''

''تصویر؟ تصویر کا... تصویر کا مم... میں نے خیال نہیں کیا۔'' چوکی والے کی آواز لرزنے لگی۔

لیکن اب رازی کی کار اس چوکی کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ وہ اسے باتوں میں لگائے رہا تھا۔

Akram Allahabadi

''جامی، اس آدمی کو پکڑ لو فوراً۔ ہماری اس قدر ہدایات کے باوجود اس قسم کی حرکت ۔ضرور کچھ گڑبڑ کی ہے اس نے۔''رازی نے جامی کو ہدایت کی۔

''لیکن گڑبڑ کرتا تو رپورٹ کیوں کرتا؟''

''پھر وہی بحث۔ رپورٹ نہ کرتا تو معصومیت کا اظہار کیسے ہوتا۔ یہ تو ہمیں بہر صورت معلوم ہی ہو جاتا کہ وہ کی مین کا بچہ نکل گیا ہے اس گھیرے سے۔''رازی نے جھنجلا کر جواب دیا۔

''جاتا ہوں، جاتا ہوں، بگڑتے کیوں ہیں آپ۔ ایسی گرمی بھی تو زیادہ نہیں۔'جامی نے چیونگ گم دانتوں میں چباتے ہوئے کہا۔

''کار اب پولیس چوکی کے نزدیک پہنچ رہی تھی۔ رازی نے اسے احاطے کے نزدیک ہی روک دیا۔ جامی گاڑی سے اتر کر احاطے کو عبور کرتا ہوا چوکی میں داخل ہو گیا۔ یہاں سرے والے ایک کمرے کی کھڑکی کے نزدیک کمیونیکیٹر لگا ہوا تھا۔ اس وقت چوکی پر صرف دو سپاہی نظر آ رہے تھے اور ایک ہیڈ کانسٹیبل اندر تھا۔

''تمہارے داروغہ جی کہاں ہیں؟'' جامی نے ان سے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔ سپاہی اسے نہ پہچانتے ہوئے بھی اٹنشن ہو گئے۔

''صاحب، ان کی بیوی کی طبیعت ذرا خراب ہے اس لیے وہ صبح سے نہیں آئے۔''

''اوہ، ابھی وائرلیس پر کون باتیں کر رہا تھا؟''

''وہ حوالدار گنگا سنگھ ہے، صاحب۔ اندر ہے۔''ایک سپاہی نے جامی کی افسری پر ایمان لاتے ہوئے باقاعدہ اٹنشن ہو کر جواب دیا۔

جامی اسے جواب دیے بغیر اسی کمرے میں گھس گیا۔ اندر ایک سانولے رنگ کا دوہرے بدن کا حوالدار کمیونیکیٹر کے پاس بیٹھا کہیں سے سلسلہ ملائے گفتگو کر رہا تھا۔ لیکن شاید اسے خبر نہ تھی کہ اس کا مخاطب پولیس افسر رازی چوکی سے صرف چند قدم کے فاصلے پر اپنی کار

میں موجود اس سے کمیونیکیٹر پر گفتگو کر رہا ہے۔ جامی کے اندر داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔ لیکن اس نے جامی کو پہچانا نہیں۔

''ٹھہریے، صاحب، ایک اور آدمی آیا ہے۔'' اس نے کمیونیکیٹر پر رازی کو جامی کے بارے میں رپورٹ دی۔

''آدمی نہیں، تمہارا باپ آیا ہے، مردود۔'' جامی نے لہجے میں کرختگی پیدا کرتے ہوئے جیب سے ہتھکڑی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

''آپ؟... آپ کون؟ مگر کیوں، صاحب، میں نے کیا کیا ہے، صاحب؟ میں...''

وہ حوالدار گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جامی کو اس کیفیت میں دیکھ کر بوکھلا گیا۔

''یہ بعد میں معلوم ہو جائے گا۔'' جامی نے ڈانٹا۔ وہ دونوں کانسٹیبل بھی اندر آ گئے اور حیرت سے اس منظر کو دیکھنے لگے۔ جامی نے آگے بڑھ کر حوالدار کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور اس سے پہلے کہ حوالدار کوئی جدوجہد کرے، ہتھکڑی اس کے ہاتھ میں پڑی تھی۔ اس کے ہاتھ مقید کرنے کے بعد جامی نے اس کی جیبوں کی تلاشی لینی شروع کی، لیکن جیبوں میں سوائے بیڑی کے ایک بنڈل، ایک ماچس، چند پیسوں، ایک پنسل اور کچھ کاغذ کے پرزوں کے اور کچھ نہ تھا۔

جامی نے اسے اسی حالت میں چھوڑ کر اس کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ بہت سی چیزیں اِدھر اُدھر کرنے کے بعد جس وقت اس نے اس کرسی کا گدہ اٹھایا جس پر کچھ دیر پہلے حوالدار بیٹھا تھا، تو وہ چونک پڑا۔ یہاں بہت سے نوٹ چھپا کر رکھے تھے۔ جامی نے سرسری طور پر ان کا اندازہ لگایا۔ وہ پانچ سو سے کم نہ تھے۔ ''تو یہ دھندا کیا ہے تم نے۔'' جامی نے حوالدار کی گردن میں ہاتھ دے کر کہا۔ ''تم بھی شریک تھے اس کے کالے کرتوتوں میں؟'' وہ بولا۔

''صاحب، میں ہاتھ جوڑتا ہو۔ مجھے معاف کر دیجیے، صاحب۔ کنور صاحب نے زبردستی میری جیب میں یہ روپے ڈال دیے تھے کہ میں کسی سے نہ کہوں۔ میں نے پھر بھی خبر

کردی۔''

''ایک گھنٹے بعد نا...کہ وہ آرام سے نکل جائے۔''

''صاحب، میں سچ...''

''سچ کے بچے...اب بھگتو سزا اپنی بے ایمانی کی۔'' یہ کہہ کر رازی نے اسے گریبان سے پکڑ کر باہر کی طرف گھسیٹا۔ وہ دونوں کانسٹیبل حیران تھے۔

''اس کی غداری سے وہ کمبخت بچ کر نکل گیا۔'' جامی اسے رازی کے سامنے لاکر بولا۔

''خیر اسے سردست حراست میں دے دو، بعد میں سمجھیں گے۔ لیکن ہمیں جلد ہی شہر پہنچنا چاہیے۔'' رازی نے کہا۔

''تو حویلی والے ان دونوں قیدیوں سے جو پوچھنا ہو پوچھ لیجیے۔''

''انھیں بھی شہر منتقل کرادو۔ ہم اب یہاں ٹھہر نہیں سکتے اور کوکس سے کہنا کہ کانسٹیبل کی لاش پولیس ہیڈ کوارٹرز میں پہنچوا دے۔''

''لیکن یہ آپ نے کس طرح یقین کرلیا کہ اس طرف سے فرار ہونے والا 'کی مین' ہی تھا۔''

''تمام چوکیاں مضبوط ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس حوالدار کو پانچ سو کی رشوت کیسے ملتی۔'' رازی نے بتایا۔

''میرا خیال ہے کہ یہ رشوت اس نے خود ہی طلب کی ہوگی، ورنہ وہ کمبخت تو گولیوں اور وارداتوں سے باتیں کرتا ہے۔'' جامی نے بھی اظہارِ خیال کیا۔

''اپنا یہ حق رائے دہی محفوظ رکھیے۔ اس وقت میں آپ کا مشور نہیں طلب کر رہا۔ کچھ کام کرنے کو کہہ رہا ہوں۔''

''تو آپ مسٹر کوکس کو وائرلیس پر ہدایتیں کیوں نہیں دے دیتے کہ وہ ان دونوں

قیدیوں اور اس حوالدار کو بھیج دیں۔"

"بکو نہیں۔ وہ خطرناک مجرم ہیں۔ اور کوکس اپنا اسٹیشن چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لیے کسی نہ کسی ذمہ دار افسر کا ان کے ساتھ آنا ضروری ہے۔" رازی نے بتایا۔

"میں زمیندار ہوں، ذمہ دار نہیں۔"

"تو پھر کیوں حرام خوری کرتے ہو۔ پولیس کی نوکری سے استعفٰے دے دو۔"

"کہیں اچھی جگہ رشتہ ہو جائے تو یہ بھی کر دوں گا۔ سنا ہے شریف لوگ پولیس والوں کو پسند نہیں کرتے؟"

"میں نے کہا نا کہ میں اس وقت قطعی بکواس پسند نہ کروں گا۔ تم اس چوکی والی گاڑی لے کر چلے جاؤ اور وہاں سے اسٹاف کار اسٹیشن ویگن لے لینا۔ اور ہاں، اس چینی ہوسٹل کا بل بھی چکا کر آنا۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" جامی دونوں ہاتھ جھٹک کر کار کے باہر ہی رہ گیا اور رازی گاڑی اسٹارٹ کر کے شہر کی طرف چل پڑا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دریائی محاصرہ

رازی کے اندازے کے مطابق اگر کی مین وہی آدمی تھا جو حویلی سے فرار ہوا تھا اور جس کی آنکھ پر پٹیاں کسی دیکھی گئی تھیں، تو ضرور وہ کوئی چینی، جاپانی یا پہاڑی قسم کا آدمی رہا ہوگا۔ پچکی ناک، چھوٹی اور چڑھی ہوئی بھنوئیں اور چوڑے چہرے والے لوگوں میں اس کا جاپانی ہونا زیادہ قرین قیاس تھا۔ شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی اس نے وئرلیس سے 'آل اسٹیشن الرٹ' کا پیغام تمام پولیس اسٹیشنوں کو نشر کرنا شروع کر دیا

''ہیلو، ایس او اسپیکنگ۔ آل اسٹیشن الرٹ پلیز۔ آل اسٹیشن الرٹ۔ ایس او اسپیکنگ...اوور۔''

''اٹنڈنگ، پولیس اسٹیشن اے ڈویژن، اوور۔''

''سی ڈویژن الرٹ ہر، اوور۔''

''فریر روڈ پولیس اسٹیشن ہیئر ہر، اوور۔''

اور اس طرح تمام اسٹیشنوں سے پیغام کا جواب مل گیا۔

''دوہرا بدن اور تقریباً "۵۱/۲ قد...اوور۔ بڑا گول چہرہ، چپٹی ناک، چھوٹی اور چڑھی ہوئی بھنوئیں، اوور۔ بال سیاہ، لیکن سرخی لیے ہوئے، اوور۔ ایک آنکھ یا تو غائب ہوگی یا پٹی بندھی ہوگی یا مصنوعی ہوگی، اوور۔ جہاں ملے فوراً گھیر کر گرفتار کر لیا جائے، اوور۔ بہت خطرناک اور ہائی ٹریژن کا مجرم ہے، اوور۔''

''او کے ہر، اوور۔''

مختلف اسٹیشنوں سے جواب ملا۔ رازی نے اپنی کار ہیڈ کوارٹرز کی طرف موڑ دی۔

شہر کے مرکزی علاقے میں پہنچتے پہنچتے اسے ہر جگہ پولیس الرٹ نظر آنے لگی۔ جگہ

جگہ منتشر حالت میں گھومتے ہوئے سی آئی ڈی اور انتظامی پولیس کے سپاہی اور افسر راستہ چلتے آدمیوں اور گزرنے والے کاروں کو گھور رہے تھے۔ان میں بعض رازی کو پہچانتے ہی اپنی اپنی جگہ اٹنشن ہو گئے اور رازی سر کے خفیف سے اشارے سے ان کے سلیوٹ لیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ناگپور کے ڈپٹی کمشنر پولیس اس وقت اپنے آفس میں ہی موجود تھے۔رازی جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے آج سویرے ہی سی بی آئی سے آیا ہوا ایک تار اس کے حوالے کر دیا۔اس میں لکھا تھا کہ 'سی بی آئی کو ملنے والی رپورٹ کے مطابق چند نامعلوم افراد کا ایک خطرناک گروہ ناگپور کے علاوہ کلکتہ، بمبئی اور دہلی میں بھی اپنے اڈے قائم کیے ہوئے ہے۔ خفیہ انتظامات کے تحت اس کا سراغ لگانے اور چاروں طرف سے اسے گھیر کر ختم کرنے کے لیے بمبئی اور کلکتہ کے اعلے صلاحیتوں والے جاسوس بھی مقرر کر دیے گئے ہیں۔وہ آپ سے تعلق قائم کریں گے'۔

رازی نے تار پڑھ کر جیب میں رکھ لیا۔

''ابھی آپ کسی نتیجے پر پہنچ سکے یا نہیں؟'' ڈپٹی کمشنر نے رازی سے پوچھا۔

''میری اپنی رائے میں کسی بہت اہم فوجی راز کے لیے جاپانی اور جرمن جاسوسوں کے کچھ دہشت پسند گروہ آپس میں ٹکرا رہے ہیں۔'' رازی نے بتایا۔''مقتول میجر ولسن برطانوی سیکرٹ سروس کا آفیسر تھا جو اس مصنوعی آنکھ میں اس سرکاری راز کو لے جا رہا تھا۔اسے کسی جاپانی ایجنٹ نے ہلاک کیا ہے اور اس ایجنٹ کو کسی جرمن ایجنٹ نے، جیسا کہ جنگل میں درخت میں لگے ہوئے چاقو کے دستے پر پائے گئے نشانات سے ظاہر ہوتا ہے۔اور پھر اسے کسی دوسرے جاپانی جاسوس نے کانگڑھ میں ہلاک کر دیا۔''

''آپ کا مطلب اس آدمی سے ہے جس کے لیے آپ نے پولیس اسٹیشنوں کو کاشن دیا تھا؟''

''جی ہاں۔لیکن' کی مین' کا مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ابھی یہ سمجھ میں نہیں آسکا کہ کی مین وہ تھا، جس نے میجر ولسن ناٹن کے قاتل کو قتل کیا تھا، یا وہ یہ جو کالنگڑھ سے فرار ہوا تھا۔'' رازی نے بتایا۔

''بڑا الجھا ہوا مسئلہ ہے۔'' ڈپٹی کمشنر نے رومال سے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''اور یہ سارا اندھیر صرف اسی ایک شیشے کی مصنوعی آنکھ کے لیے مچا ہوا ہے۔''

''شملے سے جو سرکاری خطوط آئے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ حکومت اس راز کے لیے سخت پریشان ہے اور اتحادیوں کے تمام ہیڈ کوارٹرز میں اس کے غائب ہونے کی اطلاع پھیل گئی ہے۔خاص کر اعلےٰ اختیارات کے افسروں کو بڑی فکر لگی ہوئی ہے۔''

''تو ممکن ہے اس سے جنگ کی صورت حال پر کوئی اثر پڑے۔''

''ابھی تک اس کی گمشدگی سے پیدا ہونے والے نتائج کے بارے میں کوئی انکشاف نہیں کیا گیا ہے۔اعلےٰ فوجی حلقے نہ جانے کیوں اس میں رازداری سے کام لے رہے ہیں؟'' ڈپٹی کمشنر نے بتایا۔

''ہمیں اس سے واسطہ بھی کیا ہے۔مختصر تو یہ ہے کہ کسی طرح اس شیشے کی آنکھ کو قبضے میں لاکر ان دہشت انگیز ایجنٹوں کو ختم کردیا جائے۔اور ہم اس کے لیے پوری کوشش کر رہے ہیں۔'' رازی نے بتایا۔ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''اب کدھر کا ارادہ ہے؟''

''وہ کمبخت بھاگ کر شہر کی طرف ہی آیا ہے۔ایروڈرم، ریلوے اسٹیشنوں اور باہر جانے والی سڑکوں پر تو پولیس کا مضبوط پہرہ لگ ہی چکا ہے، اس لیے وہ ضرور شہر یا اس کے اطراف میں کہیں چھپنے کی کوشش کرے گا۔میں اسے تلاش کرنے جاتا ہوں۔''

''اس طرح کہاں ڈھونڈیں گے آپ اسے؟''

Akram Allahabadi

''ماہی گیروں کی بستی میں۔ضرور وہ وہیں سے دریا کے راستے فرار ہونے کی کوشش میں ہوگا۔''

''سوجھی تو خوب ہے۔''

''میں نے بظاہر ادھر صرف سادلباس خفیہ پولیس کا انتظام رکھا ہے۔البتہ آپ دامن گھاٹ اور سرجوکھاڑی کے دوسرکاری اسٹیمروں کے لیے یاٹ کلب کوفون کر دیجیے کہ وہ چند گھنٹوں کے لیے پولیس کے حوالے کر دیے جائیں۔میں یہاں سے آدمی بھیج دیتا ہوں۔اس طرح اگر وہ دریا کے راستے فرار ہونے لگے تو آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔''رازی نے چلتے چلتے کہا۔

''میں اس کا انتظام ابھی کیے دیتا ہوں۔''ڈی.ایس.پی.نے یقین دلایا۔اور رازی اپنا فیلٹ ہیٹ سنبھالتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

شہر کے مشرقی کنارے پر سرجوکھاڑی اور دام گھاٹ کے درمیان دریا کے کنارے ماہی گیروں کی چھوٹی سی بستی تھی جو ساحلی سطح سے بلند ٹیلے پر واقع تھی۔اس کے دامن میں بیسیوں کشتیاں پانی میں پڑی رہتیں،جن پر مچھیرے اپنے جال لے کر دریا کے آر پار بچھائے جاتے تھے پھر دھارے میں جال پھینکے جاتے تھے۔

سرجوکھاڑی میں چھوٹی سی آبادی اہیروں کی تھی اور یہاں پولیس چوکی بھی موجود تھی۔

ماہی گیروں کی کشتیاں آبادی سے دور دریا میں تیر رہی تھیں۔جس وقت رازی معہ دوانسپکٹروں اور چار حوالداروں اور سپاہیوں کے دامنی گھاٹ پہنچا تو دامن گھاٹ میں کھلبلی مچ گئی۔مچھیروں کے بیوی بچے جھونپڑوں سے نکل کر حیرت سے انھیں دیکھنے لگے۔پولیس کے

مسلح سپاہیوں نے بستی کو دور سے گھیر لیا۔

رازی خود مچھیروں کے چودھری کے برآمدے میں کھڑا رہا اور انسپکٹروں اور حوالداروں نے بستی کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ وہ ایک ایک جھونپڑے میں گھس کر دیکھ رہے تھے۔ بعد میں خود رازی بھی ٹہلتا ہوا اس کام کا معائنہ کرنے لگا۔ ان جھونپڑوں میں بعض میں ماہی گیروں کی عورتیں اور بچے اندر موجود چھوٹی بڑی مچھلیاں چھانٹ کر ڈبوں میں بھر رہے تھے۔ بعض جھونپڑوں کے دروازے بند تھے۔

''ادھر کوئی نیا آدمی تو نہیں آیا؟'' رازی نے بستی کے کچھ بچوں سے، جو ان لوگوں کو دیکھ کر آس پاس جمع ہو گئے تھے، پوچھا۔

''نہیں تو۔'' ایک لڑکا بولا۔

''ہاں ہاں، آیا تھا۔'' دوسرا لڑکا بول پڑا۔ ''کوئی بابو آیا تھا۔'' وہ بولا۔

''کہاں آیا تھا؟ کب؟ ذرا بتاؤ تو شاباش۔'' یہ کہہ کر اسکی پیٹھ تھپکتے ہوئے رازی نے اس کی ہتھیلی پر ایک چاندی کا روپیہ رکھ دیا۔ اس پر دوسرے لڑکے بھی اور قریب آ گئے۔

''وہ، بابو، موٹا سا آدمی تھا۔ ادھر کلجو کے یہاں گیا تھا... وہ.... اُدھر۔'' اس لڑکے نے دور کے ایک جھونپڑے کی طرف اشارہ کیا۔

''اکیلا تھا کیا؟'' رازی نے پوچھا۔

''نہیں، ایک آدمی اور تھا پیچھے پیچھے، جس نے صاحب لوگوں جیسے کپڑے پہن رکھے تھے۔'' لڑکے نے بتایا۔

''یہ کتنی دیر کی بات ہے؟''

''ایک گھنٹہ ہوا ہوگا۔'' لڑکے نے بتایا۔

''اس کے بعد؟''

''اس کے بعد تو ہم نے کسی کو دیکھا نہیں۔'' لڑکے نے جواب دیا اور اسے انعام کا

لالچ دے کر اس سے پتا پوچھتے ہوئے رازی اس کے بتائے ہوئے جھونپڑے پر پہنچ گیا۔ جھونپڑے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔لیکن اس پر تالہ نہیں پڑا تھا۔رازی نے اسے کھول ڈالا۔ اندر داخل ہونے پر اس نے دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔زمین پر ایک چٹائی بچھی تھی۔ایک طرف کچھ پرانے کپڑے اور کونے میں کچھ پرانے صندوق رکھے تھے۔اور شاید رازی اس پر زیادہ توجہ بھی نہ دیتا، لیکن صندوقوں کے درمیان ایک چمڑے کے سوٹ کیس نے ان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرلی۔رازی اس کے نزدیک پہنچ کر اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔لیکن سوٹ کیس آسانی سے نہ کھل سکا۔تالہ توڑ دینا پڑا۔کھولنے پر اس میں ایک سوٹ، ایک چھوٹی سی دوربین نما کوئی چیز اور چند خطوط نکلے۔وہ سوٹ کیس ایک ہیڈ کانسٹیبل کے سپرد کر کے رازی جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔

''آخر یہ لوگ گئے کہاں؟''اس نے ایک مچھیرے سے، جو انھیں دیکھ کر خود قریب آگیا تھا، پوچھا۔

''کون کلجو؟ وہ تو پہلے کام پر چلا گیا تھا۔''اس نے جواب دیا۔

''اکیلا؟''

''نہیں، آج اس کے ساتھ کسی اور گاؤں سے آئے ہوئے دو اور مچھیرے بھی تھے۔''اس آدمی نے بتایا۔

''ادھر دریا میں ہوں گے۔''پہلے لڑکے نے بتایا۔

''تم میں سے ایک لڑکا ہمارے ساتھ چلے۔ہم اسے انعام دیں گے۔''رازی نے کہا۔

اور وہ لمبا لڑکا جو سب سے زیادہ بول رہا تھا، ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔

''موٹر لانچ کہاں ہے؟''رازی نے پلٹ کر ایک سب انسپکٹر سے پوچھا۔

''وہ کنارے پر ٹیلے کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔''

''جلدی سے اِسے ادھر لایئے۔'' رازی نے کہا۔

سب انسپکٹر اسی وقت موٹر لانچ لینے چلا گیا۔ بمشکل دو منٹ بعد ہی لانچ کنارے آ گئیں اور رازی دو انسپکٹروں، تین سپاہیوں اور اس لڑکے سمیت، اس میں سوار ہو گئے۔

بیچ دریا میں بہت سی کشتیاں تیر رہی تھیں۔ ماہی گیر جال ڈال رہے تھے۔ جب ان کی لانچ ان کے درمیان سے گزرنے لگی تو اس لڑکے اور اس کے ساتھ پولیس افسروں کی نظریں ایک ایک ماہی گیر پر پڑنے لگیں۔ لیکن شاید یہ سب پہچانی ہوئی شکلیں تھیں۔

''صاحب، وہ کشتی... وہی کلجو کی ہوگی۔'' لڑکے نے دور دریا کے دھارے میں بہتی ہوئی کشتی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ کشتی شاید اُس پار جانے کی کوشش رہی تھی۔

''ہیلو، موٹر لانچ وائی تھری... موٹر لانچ وائی ٹو۔'' رازی کمیونیکیٹر پر بولا۔

''اٹنڈنگ سر،'' ادھر سے جواب ملا۔

''دریا میں دور بہتی ہوئی اس اکیلی کشتی کو گھیر لو۔ پار نہ پہنچنے پائے۔ ڈرائیورز کو بولو تیار رہیں۔''

رازی نے حکم دیا اور اس کے دو منٹ بعد ہی دور دریا میں شور سنائی دیا۔ ایک موٹر لانچ پچھلی سمت سے تیزی سے پانی کے دھارے کو چیرتی ہوئی ماہی گیروں کی کشتیوں کے درمیان سے گزر کر دور جاتی ہوئی اس اکیلی کشتی کی طرف دوڑ پڑی اور اپنی کشتی کا رخ اسی طرف کر دیا۔

دور سے نظر آتی ہوئی وہ کشتی بھی موٹر لانچ نکلی۔ اس نے محاصرے کو محسوس کرتے ہوئے اپنی رفتار تیز کر دی۔ پولیس کی کشتیاں تین طرف سے دوڑنے لگیں اور دریا کے سینے پر ایک باقاعدہ تعاقب شروع ہو گیا۔

ابھی پولیس کی کشتیاں تین طرف سے اس کے نزدیک پہنچی ہی تھیں کہ اس کشتی سے

فائرنگ شروع ہوگیا۔اور دریا کے سینے پر ٹھائیں ٹھائیں کا شور دور تک پھیل گیا۔کنارے کی بستیاں بھی چونک پڑیں۔

''شاید ان لوگوں کے پاس برین گنیں تھی، جس کی وجہ سے پولیس کی کشتیوں کا تعاقب سست پڑ گیا۔پولیس کے پاس صرف بندوقیں اور پستول تھے اور یقیناً ان کی گولیاں برین گن کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھیں۔رازی کو اس وقت افسوس ہورہا تھا کہ کیوں نہ کم ازکم ایک مشین گن بھی ساتھ لے لی گئی۔

وہ بوٹ تیزی سے دوسرے کنارے کی طرف چلی جارہی تھی۔اور اس پر سے ہونے والی گولیوں کی بوچھاڑ میں اس کے قریب پہنچنا ناممکن ہورہا تھا۔دریا کے دوسرے ساحل پر غیر آباد جنگلی علاقہ تھا۔

ان کے محاصرے کی کوشش ناکام رہی اور وہ کشتی دوسرے کنارے پر پہنچ گئی۔ کنارے سے چند قدم کے فاصلے پر ہی اس میں سے دو آدمی کود پڑے اور دو آدمی اسی بوٹ پر موجود گولیاں برساتے رہے۔انہوں نے پولیس کو روک رکھا تھا۔اچانک پولیس کی ایک بوٹ دریا میں غرق ہونے لگی۔کیوں کہ مشین گن کی زد میں آجانے کے بعد اس کی نچلی باڈی کی اسٹیل کی چادر بھی مسلسل گولیوں سے پھٹی ہوکر پھوٹ گئی تھی۔بوٹ کے آدمی پانی میں کود پڑے، لیکن ان کی ہمت نہ پڑی کہ گولیوں کی باڑھ میں ڈبکیاں لے کر آگے بڑھ سکیں۔جامی سے نہ رہا گیا۔وہ اپنا کوٹ اتار کر پھینکتا ہوا کشتی پر سے پانی میں غوطہ لگا گیا اور رازی دیکھتا ہی رہ گیا۔اسے معلوم نہ تھا کہ جامی اتنا اچھا غوطہ خور ہے۔خود پولیس جو غوطہ خور ساتھ لائی تھی وہ بزدل نکلے۔گولیوں کے سامنے ان کی ہمت نہ ہوئی آگے بڑھیں۔جامی گولیوں کے انداز ے پر بڑھ رہا تھا۔جہاں اسے پانی کی سطح پر شور نہ سنائی دیتا، اچانک وہاں ابھرتا اور پھر غوطہ لگا جاتا۔ پولیس کی کشتیاں ساحل سے تقریباً سو گز سے زیادہ دور کھڑی تھیں کہ اچانک ان پر اسرار آدمیوں کی کشتی کے نیچے سے ایک سر ابھرا۔کشتی پر اس وقت صرف دو آدمی تھے، جن کی تمام تر توجہ

سامنے اور پیچھے کی طرف تھی۔ وہ پیچھے گھوم کر اس جنگلی علاقے کی طرف دیکھتے بھی جاتے جہاں ان کے ساتھی گئے اور پولیس پارٹی کی طرف بھی۔

''او کے۔ ناؤ ہینڈز اپ، پلیز۔'' وہ دونوں پشت سے انجانی بھاری آواز سن کر چونک پڑے۔

مشین گن والے آدمی نے ایک لمحہ رک کر اچانک پلٹنا چاہا، لیکن جامی کی پستول کی ایک گولی اس کے سینے پر پڑی اور وہ اس عالم میں کشتی سے مع گن کے نیچے لڑھک گیا۔ دوسرا ہلنے کی جرأت نہ کر سکا۔ جامی نے اس کے ہاتھ سے گن چھین لی اور پولیس کی کشتیوں کو آگے بڑھنے کا سگنل دینے لگا۔ پھر اس نے گن کو ایک طرف رکھ کر اپنی کمر میں پیٹی سے بندھی ہوئی ہتھکڑی نکال کر اس آدمی کے ہاتھ میں ڈال دی۔ اس کا پستول کیس چمڑے کا اور واٹر پروف تھا، اس لیے اس پر پانی کا معلق اثر نہ ہوا تھا۔

پولیس کی کشتیاں نزدیک آ گئیں۔

''شاباش، بیٹے، آج تم نے نارزن کا کام کیا ہے۔'' رازی نے دور ہی سے جامی کو شاباش دی۔

''شکریہ۔'' دوسروں کے سامنے جامی نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

رازی کشتی رکوا کر کنارے پر کود پڑا اور گرفتار آدمی کو ایک سب انسپکٹر کے حوالے کر کے سب اس جنگلی علاقے کی طرف دوڑ پڑے۔ رازی نے ایک سپاہی کو ہدایت کر دی کہ وہ غوطہ خوروں کی مدد سے پانی میں ڈوبی ہوئی اس نامعلوم گن مین کی لاش کو نکلوائے۔

یہ جنگل شروع میں چھدرے لیکن آگے گھنے ہوتے گئے تھے۔ ان میں زیادہ پگڈنڈیاں بھی نہ تھیں، جن سے سمتوں کا اندازہ ہو جائے۔

''خدا جانے اب تک وہ کمبخت کتنی دور نکل گئے ہوں گے؟'' رازی ہاتھ ملتے ہوئے بڑبڑایا۔

Akram Allahabadi

''بڑے منظّم ہیں، سالے۔'' جامی نے گویا مدِ مقابل کی تعریف کی۔

''وہ کوئی معمولی لوگ تو نہیں ہیں۔'' رازی یہ کہہ کر اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

''جانے دیجیے، خود شیر تیندوے کھا جائیں گے انھیں۔''

''بعض وقت تو بچوں جیسی باتیں کرنے لگتے ہو تم۔''

''آپ ماہر بچیات معلوم ہوتے ہیں۔''

''او کے۔'' رازی سب انسپکٹر اور دوسرے آدمیوں کی طرف مخاطب ہوا۔ ''اس جنگل کا کونہ کونہ چھان مارے۔ انھیں زندہ یا مردہ کسی حالت میں بھی گرفتار کرنا ہوگا۔'' اس نے حکم دیا اور اس کے منہ سے ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی تمام آدمی اِدھر اُدھر منتشر ہو کر جنگل میں گھس گئے۔

رازی اور جامی، دو کانسٹیبلوں کے ساتھ ان آدمیوں کے قدموں کے ممکنہ نشانات تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

''ضرور اسی طرف سے گئے ہیں۔'' رازی نے ایک جگہ سپاٹ چٹان کے پاس رکتے ہوئے کہا۔ وہ جھک کر دیکھنے لگا۔ یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بھیگی بھیگی ریت پڑی تھی۔

''ان کے جوتوں سے ہی جھڑی ہوگی۔''

''ماہی گیروں کے بھیس میں وہ جوتے پہن کر نہ آئے ہوں گے، بیٹے سراغ رساں۔''

''تو پھر پیروں سے سہی۔''

''ہاں یہ ممکن ہے۔ بہر حال چلو اسی سمت تیزی سے دوڑو۔''

یہ کہہ کر خود رازی نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی۔ لیکن ابھی وہ بمشکل ایک میل ہی آگے گئے ہوں گے کہ ایک ہلکی سی سرسراہٹ نے ان کے کان کھڑے کر دیے۔

''وہ گئے!'' رازی سر اٹھا کر چیخا۔

آگے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر گھنے درختوں کے درمیان سے ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

جامی نے اندھا دھند اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ دیکھا دیکھی دوسرے بھی فائرنگ کرنے لگے۔ وہ آگے دوڑتے جاتے اور گولیاں چلاتے جاتے۔ لیکن ہیلی کاپٹر اول تو پہلے ہی ان کی بندوقوں کے رینج سے باہر تھا، اور پھر وہ بتدریج اور دور ہوتا گیا۔ بڑی مجبوری تھی کہ نہ تو اس طرف صاف اور ہموار راستہ تھا اور نہ ہی یہاں کوئی جیپ یا ناہموار راستوں پر دوڑنے والی گاڑی مہیا ہو سکتی تھی۔

''کمیونیکیٹر سے سٹی پولیس کو کنکٹ کرنے کی کوشش کیجیے۔'' رازی نے ایک سب انسپکٹر کو جو قریب آ گیا تھا اور جس کی کمر میں چھوٹا کمیونیکیٹر ٹنگا ہوا تھا، ہدایت کی۔ وہ وہیں ٹھہر گیا اور کمیونیکیٹر کی ٹرانسمٹنگ راڈ باہر نکال کر سوئچ آن کر کے سٹی پولیس سے سلسلہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

''ہیلو... پولیس ہیڈ کوارٹرز، فلیگ آپریشن کالنگ۔ فلیگ آپریشن کالنگ سٹی پولیس۔''

پہلی بار تو جواب نہ ملا۔ لیکن دوسری مرتبہ دوسری طرف سے باریک سی ایک آواز سنائی دی۔

''پولیس ہیڈ کوارٹرز ہیئر اسپیکنگ۔''

''ہولڈ آن پلیز۔'' سب انسپکٹر نے یہ کہہ کر ماؤتھ ہول پر ہاتھ رکھ لیا اور رازی کی طرف دیکھنے لگا۔

''مجھے دو۔'' رازی نے اس کا کمیونیکیٹر سنبھال لیا۔

''ہیلو، ایس او اسپیکنگ اوور۔''

Akram Allahabadi

"یس سر، انڈر اسٹینڈنگ اوور۔"

"دامن گاؤں کے سامنے ندی کے اس پار کے جنگلوں کے درمیان سے ایک ہیلی کاپٹر ان خطرناک مجرموں کو لے کر اڑا ہے اوور۔۔ ایر وڈ روم پٹرلنگ گارڈز کو فوراً خبر کر دیجیے کہ وہ اسے گھیر کر اترنے پر مجبور کریں، ورنہ مار کر گرا دیں اوور۔" رازی نے ہدایت کی۔

"لیکن کیا وہ اس ہدایت پر عمل کریں گے؟ کوئیشن۔۔ اوور۔"

"انھیں تھری ایس آپریشن کا کوڈ بتا دیجیے اوور۔"

"او کے سر، اوور۔"

پھر رازی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب ہمیں جلد از جلد واپس لوٹنا چاہیے تاکہ شہری راستوں ہم اس جنگل کے گرد گھیرا ڈال سکیں۔" رازی نے جامی اور سب انسپکٹر سے کہا۔" آپ آدمیوں کو واپس لوٹنے کا کال دیجیے۔" اس نے انسپکٹر کو ہدایت کی اور وہ 'بہت خوب' کہہ کر چلا گیا۔

"یہ تھری ایس آپریشن کوڑھ کیا بلا ہے؟" جامی نے پوچھا۔

"کوڑھیوں کو ہر چیز میں کوڑھ نظر آتا ہے۔ یہ خفیہ کوڈ ہے۔ تھری ایس کا مطلب ہے ایس ایس ایس یعنی اسپیشل سروس سیکرٹ آپریشن۔" وہ پلٹ کر کنارے کی طرف چلتے ہوئے بولا۔

"میں کچھ اور سمجھا تھا۔" جامی نے کاندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"مثلاً۔" اس کی طرف دیکھے بغیر رازی نے کہا۔

"سلسلہ وار، سور، سروس۔ یعنی س س س۔" جامی نے ڈھٹائی سے کہا۔

"اس جانور سے تمہارا کوئی گہرا رشتہ ہے کیا؟"

"لاحول ولاقوۃ، میں تو کوڈ عرض کر رہا تھا۔"

"اچھا اب اپنی عرض وگزارش وغیرہ جیب میں رکھیے۔ وہ لوگ آگئے اور اب ہمیں

Akram Allahabadi

فوراً ہی واپس چلنا چاہیے۔''

یہ کہہ کر رازی کنارے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ باقی لوگ بھی آ گئے اور پانی میں کنارے کچھ دور پیدل چل کر سب لانچ میں سوار ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پراسرار ہندسے

کلکتہ میل کے ایک فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں اس وقت چار مختلف قسم کے ہندوستانی مسافر سفر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کوئی بمبئی زدہ فلم ایکٹر معلوم ہوتا تھا اور دوسرا نوجوان سانولے رنگ کا مدراسی۔ دوسرے دو مسافروں میں سے ایک کوئی بنگالی فلاسفر معلوم ہوتا تھا اور دوسرا ایک ادھیڑ عمر گجراتی۔ یہ لوگ بمبئی سے ہی ان کے ہم سفر تھے۔ گورے رنگ کے امریکن طرز کے بالوں کی تراش والے فلمی ایکٹر نما آدمی نے ایک گرم سرمئی سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کا ساتھی مدراسی، مدراس کا روایتی لباس تہبند پہنے تھا۔

کئی گھنٹے خاموش رہنے کے بعد وہ چاروں دو دو کی ٹولیوں میں بٹ گئے تھے۔ فلم ایکٹر اور مدراسی نوجوان، ایک برتھ پر علیحدہ گفتگو کر رہے تھے اور بنگالی اور گجراتی علیحدہ بیٹھے آپس میں کچھ الجھ رہے تھے۔ شاید ان کی بحث اخبار کی کسی خبر سے متعلق تھی۔ مدراسی اور اس کا ساتھی کبھی کبھی اپنی گفتگو روک کر ان دونوں کی مختلف الزبان بحث سے لطف اندوز ہونے لگتے۔ کبھی تو وہ دونوں انگریزی میں مباحثے پر اتر آتے اور کبھی انگریزی بولتے بولتے اپنی اپنی زبانوں میں بول اٹھتے۔ اور جب یوں نہ بات واضح ہوتی تو پھر ان کی بگڑی ہوئی مشترک ہندوستانی شروع ہو جاتی۔

"روئی کا باژار چڑھ گیو تو سارو باژار چڑھ گیو۔" گجراتی نے ایک کمرشل نیوز پر انگلی رکھ کر بتایا۔

"امی تو م کو بولتا ہے، یہ سب بھجول ہائے۔ ننگا بھوکا پبلک کو تمرو روئی باذار سے کوئی موطلب نا ئیں ہائے۔" بنگالی بحث کا جواب دینے لگا۔

"دیکھو نمیں ہے۔ روئی بنا اکھو ننھا رنگو ہے۔"

Akram Allahabadi

''تمی کاہے کو یار ڈھول کو اڑیل ٹٹو بوتا ہاے۔سنسار میں ننگا ہاے تو ننگا ہاے۔''

''اے مسٹر لنگویج پلیز۔''

''تم سالا روئی والا پبلک کا خون چوستا ہاے۔تم سالا طوطے کا آنکھ ہاے۔'' بنگالی نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''تو کمیونسٹ لگو ہو تم۔'' گجراتی نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سالا، ام کمیونسٹ، امارا باپ کمیونسٹ۔ام سالا تمہارا راج نہیں ہونے دے گا۔ ابھی ادھر سب گریب جنتا کا ہاے۔''

''واوا، ارے واوا، اور گریب جنتا کو چنتا اور فرسٹ کلاس کو ٹکٹ۔خوب چوکھو۔لیڈری ہے تھارو یار بھائی شاپ۔''

''اکدم زھوٹ۔ام تمہارا بھائی نائیں ہاے۔تو بورژوا ہاے۔'' بنگالی کا موڈ کچھ بگڑ گیا۔

''ایوایو، تمی کاہے کو لڑتے جی۔'' وہ مدراسی جو اب تک دلچسپی سے ان کی کھچڑی بحث سن رہا تھا، بیچ میں کود پڑا۔

''لوڑتا کون ہاے، ام تو ڈسکشن کورتا ہے۔ایسا اور اچیج دینے کا ہاے ام کو۔'' بنگالی نے موڈ پھر معتدل کرتے ہوئے جواب دیا۔

''تو تم باتاں کرتے کھائی؟'' مدراسی نے پھر پوچھا۔

''ڈسکوشن، بولا نا آپ کو۔ڈسکوشن۔'' بنگالی نے پھر سمجھایا۔''آپ سومجھا ابھی۔''

''آما۔'' مدراسی نے اثبات میں سر ہلایا۔

''آپ کدھر کو جاتا ہاے؟'' وہ مدراسی سے پوچھنے لگا۔

''ام کو جرا چنڈ و آ ناجانے کا جی۔'' مدراسی نے بتایا۔

''چنڈ و آ بینا؟'' بنگالی حیرت سے بولا۔

Akram Allahabadi

"ایو، الٹا بولا ہ جی۔ انڈ وچائینا بولتا اس کو۔"

"اوہ۔" بنگالی نے سر ہلایا۔

"آپ انڈو چینیا جاؤ گو؟" گجراتی نے اظہار حیرت کیا۔

"ہاں جی، اپنا مدراس گورمنٹا میرے کو اُدھر بھیجتا جی۔"

"ایو...ایو... تمی ادھر آؤ نا جی۔" اس نے پلٹ کر اپنے ساتھی کو بھی قریب بلایا اور وہ اٹھ کر آ گیا۔ اس نے قریب آتے ہی اپنی ابھری ہوئی چھاتی اور بازو کے بلے دیکھنے شروع کر دیے۔

"یہ اپنا فرینڈ فلم ایکٹر ہوتا جی۔ بولو نا اپا جی؟" مدراسی نے اپنے دوست کا تعارت کراتے ہوئے خود اسی سے تائید حاصل چاہی۔

"اپا جی!" بنگالی چونکا۔

ہاں جی۔ ان کا نام اپا جی کونا راؤ ہوتا جی۔ فلم کا نام شلغم کمار بولتے جی۔" مدراسی نے بڑی سنجیدگی سے سمجھایا۔

"خاکسار کو صیغم کمار کہتے ہیں۔ آپ لوگوں کی تعریف؟" فلم ایکٹر بانکپنے ہیرو کی طرح ذرا سا جھک کر دوسروں سے خود اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا۔

اس پر گجراتی اور بنگالی نے اپنے نام پربیرول اور رپٹن داس بتائے۔ اور وہ صیغم کمار بھی ان سے ہاتھ ملا کر قریب ہی بیٹھ گیا۔

"آپ پھلم میں کام کرو ہو؟" گجراتی نے ہتھیلی پر تھوڑی سی بھنی ہوئی سونف نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تین ڈزن فلموں کے ہیرو ہوتے جی۔" مدراسی بول اٹھا۔

"اچھا۔" بنگالی نے اسے اور غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ست گروشری چھپت لال، ڈھول کا پول، انار کا دانہ، کالو پٹرا، چڑی کا گلام،

انسا پھر کی بندوک، دو بتی پانچ راستہ اور شیر فریاد۔"

"شیریں فرہاد، مسٹر۔" فلم ایکٹر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آئی ایم سوری، سیریں فریاد کے ہٹ ہیرو ہے اپنا فرینڈ۔"

"بڑی کھوشی ہوا آپ سے مل کر چنگم... صی... صی... صیکم کمار جی۔" گجراتی نے پھر اسے سونف پیش کی۔

"چیونگم کمار بولو نا جی۔" مدراسی نے اس کی نقل کی۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی آپ حضرات کا نیاز حاصل کر کے۔" فلم ایکٹر نے اخلاقی شرمیلے پن کے ساتھ جواب دیا۔

"کمار صاحب، آپ بونگالی پھلم میں کام نہیں کیا کبھی؟" بنگالی نے پوچھا۔

"مجھے بنگالی زبان نہیں آتی دراصل۔"

"ویری ازی۔" بنگالی بولا۔ "میں آپ کو سکھا نے سکتا ہائے۔"

"ضرور سیکھوں گا کبھی۔"

"اپنا شلغم کمار جی گانے بھی خوب گاتا جی۔" مدراسی نے مزید تعریف کی۔

"ایسا!" گجراتی موڈ میں آ کر بولا۔ "تب تو شنا دو شاب کچھ۔" گجراتی پیچھے پڑ گیا۔

"بڑا ہیرو لوگ سب کچھ جانتا ہائے۔" بنگالی نے بھی پولسن پالش کی۔

"تم کو کیا معلوم، سیٹھ جی، اپنا فرینڈ کے سامنے تو ولیپ کمر بھی بالٹی لے کر پانی بھرتا جی۔"

"امی سیٹھا بولو۔ اپنی سیٹھ لوگ کا ورودھی ہائے۔" بنگالی نے بات کاٹ دی۔

"کمیونشٹ ہے، شالا۔" گجراتی نے آہستہ سے مدراسی کے کان میں کہا۔

لیکن اس وقت ٹرین کی رفتار سست پڑ گئی۔ شاید ریلوے اسٹیشن آ گیا تھا کوئی۔ فلم ایکٹر اٹھ کر اپنا سوٹ کیس کھول کر کچھ نکالنے لگا۔ بنگالی اٹھ کر لیٹرین میں چلا گیا۔ گاڑی جب

Akram Allahabadi

اسٹیشن پر رک کر آگے بڑھ گئی تو پھر وہ چاروں ایک جگہ آ بیٹھے۔

''ہاں تو شناؤ، شاب۔'' گجراتی نے فلم ایکٹر سے تقاضہ کیا۔ٹرین کا دوسرا اسٹاپ اب انا رسی تھا، جہاں تک پہنچنے کے لیے میل کو ایک گھنٹہ لگتا تھا۔

''پہلے سگریٹ پی لوں پھر۔'' فلم ایکٹر نے معذرت کرتے ہوئے اپنے سگریٹ کیس سے ایک ایک سگریٹ ان دونوں کو بھی پیش کی، لیکن دونوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ سگریٹ نہیں پیتے۔اور فلم ایکٹر اور مدراسی دونوں ایک دوسرے کو معنے خیز نظروں سے دیکھ کر خاموش ہو گئے۔اچانک سگریٹ پیتے پیتے فلم ایکٹر کو کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔مدراسی گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔گجراتی اور بنگالی بھی قریب آ گئے۔ان میں سے ایک اس کی پیٹھ سہلانے لگا اور دوسرا سینہ۔لیکن کھانسی کا دورہ ایسا تھا کہ اس پر تقریباً نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔مدراسی نے نچلی جیب سے رومال نکال کر اسے ہوا دینا شروع کر دیا۔گجراتی اور بنگالی اسے دونوں طرف سے سہارا دیے ہوئے تھے۔رومال کے جھٹکوں سے ایک عجیب سی خوشبو نکل کر ان کی ناکوں میں گھسنے لگی۔

''یہ کھوشبو کیسا آتا ہے؟'' بنگالی نے ناک سکیڑتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا۔

''اوہ، سینٹ کا ہوگا جی۔میرا رومال میں سینٹ لگا ہے۔'' مدراسی نے اس کے اطمینان کے لیے جواب دیا۔لیکن اس سے پہلے ہی ان دونوں پر غنودگی سی طاری ہونے لگی اور پھر وہ اس فلم ایکٹر کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر لڑھک گئے۔فلم ایکٹر نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

''بڑے چالاک تھے، سالے۔'' مدراسی نے اپنا لہجہ بدل کر کہا۔''ایک ایک حرکت پر نظر تھی ان کی۔سگریٹ تک نہیں پی۔''

''ہُم، لیکن جلدی کرو۔ہمیں ان کی تلاشی لینی ہے پہلے۔'' یہ کہہ کر وہ ان میں سے ایک کو گھسیٹتا ہوا ایک برتھ کے نیچے ڈال آیا۔مدراسی نے بھی دوسرے کی جیبیں ٹٹول کر یہی عمل کیا۔پھر ان کے سوٹ کیسز کی تلاسی لی گئی۔ایک سوٹ کیس کو کھولتے ہی وہ حیرت سے چونک

پڑے۔اس میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر ،چند دستی بم اور چند چھوٹے چھوٹے ٹائم بم رکھے ہوئے تھے جو ٹائم پیس گھڑیوں پر مشتمل تھے۔یہ تمام سامان سوٹ کیس کے نچلے چور حصے میں تھا۔ اوپری حصے میں صرف کپڑے رکھے تھے۔لیکن مسئلہ اس سے بھی حل نہیں ہوتا تھا۔انھیں جس چیز کی تلاش تھی، وہ ابھی تک نہیں ملی تھی۔پھر کچھ سوچ کر انہوں نے ان دونوں کے کوٹ اتار لیے اور ان کا استر ادھیڑنا شروع کر دیا۔

''یہ رہا!''،فلم ایکٹر کے منہ سے نکلا۔

''ایوایو، مار لیا جی آزاد میدان۔''مدراسی بھی جھپٹ پڑا۔

بنگالی کے کوٹ کے استر کے اندر سے ایک "۳x۴" کے سائز کا فوٹو نکلا۔جو بڑی ہوشیاری سے ڈبل استر کے کے درمیان محفوظ کیا گیا تھا۔اس فوٹو کی پشت پر کچھ عجیب سے الفاظ لکھے تھے۔وہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔اس کی شکل ایک معمے جیسی تھی۔ترتیب کچھ ایسی تھی۔

۲۹۱۲ ۱۱۹۱۶ ۱۵۱۸۵
----- + ----- + -----
۱۱۲ ۱۲۲ ۲۲۱

Adarsh

اوپر بٹوں کی ترتیب میں جمع کے نشان والے ہندسے تین بار لکھے گئے تھے اور نیچے انگریزی میں کسی کے دستخط تھے جو صاف سمجھ میں آسکتے تھے۔اس سے 'آدرش' کے الفاظ بنتے تھے۔

''معاملہ کچھ ٹیڑھا ہی معلوم ہوتا ہے،باس۔''مدراسی نے اور قریب سے ان اعداد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایک اتنی خطرناک اور ملک گیر سازش چلانے والے یقیناً احمق نہ ہوں گے۔'' ایکٹر نما آدمی نے بے رخی سے جواب دیا۔

Akram Allahabadi

''اور ہوں گے بھی تو خود کو بڑا عقل مند سمجھتے ہوں گے۔'' مدراسی نے کہا۔

''جیسے تم۔'' وہ یہ کہہ کر مسکرایا۔

''آپ اس میتھمیٹکس سے کیا سمجھ سکتے ہیں؟'' اس نے پھر فلم ایکٹر سے پوچھا۔

''یہی کہ یہ اسکول کے بچوں کا سوال نہیں۔ کوئی بہت اہم ہدایت کا پیغام ہے۔''

''سٹے کے نمبر تو نہیں ہیں؟''

''بہت سمجھنا ک ہو گئے ہو آج کل۔''

''آپ کی یاسیت کا اثر ہے سب کچھ۔''

''اچھا اب جلدی سے میک اپ بکس نکالو۔''

''ایو، ایوتو کیا اب مدراس چھوڑنے کا جی۔''

''بکواس مت کرو۔ ہمیں اگلے اسٹیشن سے پہلے ان سوروں جیسا میک اپ کرنا ہے۔''

''سوروں جیسا میک اپ؟ ہی ہی...'' مدراسی منہ پر ہاتھ رکھ کر خوب ہنسا۔

''یہ ان کے اصلی چہرے نہیں ہیں۔ یہ دونوں نے میک اپ کر رکھا ہے۔ مگر بڑا کامیاب۔''

''تو کھرچ دوں ان کے چہرے۔''

''یہ میرا خیال ہے کہ یہ گجراتی خود بھی اسی چکر میں اس بنگالی کا ہم سفر بنا ہوگا۔ یہ اس کا دوست نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ ممکن ہے وہ ایک دوسرے کے لیے قطعی اجنبی ہوں۔''

''یہی تو حل کرنا ہے تاکہ ان کی جگہ ہم وہاں پہنچ سکیں۔''

''اور آپ کے خیال میں ہمارے ان جانے دشمن اس صورت میں ہماری خوب آؤ بھگت کریں گے۔''

''اکو، ہم ان ہی لوگوں کی شکل و حیثیت میں وہاں پہنچیں گے۔''

Akram Allahabadi

''انھیں اگلے اسٹیشن پر پولیس کی حفاظت میں دے دیا جائے گا۔''

''آپ بہت خطرناک جوا کھیل رہے ہیں؟''

''بیٹے، زندگی کے لیے سب سے بڑا خطرہ موت ہے اور وہ صرف ایک بار ہی پیش آتا ہے۔''

''میں نے بیمہ نہیں کرایا ہے اپنا۔''

''پرواہ نہیں، سرکاری موت مروگے تو شہادت کا درجہ ملے گا۔''

''آپ ہی کو مبارک ہو یہ درجہ شہادت، بندے کو معاف ہی رکھیے۔''

''یہ فضولیات کا وقت نہیں ہے، جلدی میک اپ تبدیل کرو۔''

چنانچہ اس بار اس کا ساتھی قطعی سنجیدہ ہو گیا اور نصف گھنٹے سے کچھ کم وقت کے بعد ہی اس کمپارٹمنٹ میں اگر کوئی اور ہوتا تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ بے ہوش ہونے والے بنگالیوں کے چہرے اب فلم ایکٹر اور اس مدراسی کے چہروں سے تبدیل ہو چکے تھے۔ ان کی بے ہوشی اتنی گہری تھی کہ تبدیلیِ میک اپ کے دورانِ عمل ان پر خفیف سا بھی ارتعاش ظاہر نہ ہوا۔ لیکن جس وقت ان کا پچھلا میک اپ اتارا گیا، اس وقت ظاہر ہونے والی ان کی اصلی شکلوں کی تصویریں مدراسی نے لے لی تھیں۔ اناری پہنچتے ہی گاڑی رکنے کے فوراً بعد کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا اور دو آدمی، جن میں سے ایک بھاری جسامت اور بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی تھا، اندر آ پہنچے۔ وہ اس فلم ایکٹر نما آدمی کو مؤدب انداز میں سلیوٹ کر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

''ان لوگوں کو اناری پولیس کی مدد سے اپنے ساتھ لے کر آپ لوگ کسی دوسرے راستے سے آیے اور ہمیں ناگپور سٹی پولیس ہیڈ کوارٹرز میں ملیے۔ یہ کمبخت آسانی سے کچھ نہ قبولینگے۔ ان سے وہیں نپٹا جائے گا، لیکن۔'' اس نے بڑی مونچھوں والے کو مخاطب کیا۔ ''یہ تمہاری ذمہ داری ہے، رؤف خان، کہ یہ لوگ کسی طرح پولیس کی گرفت سے نکلنے نہ پائیں۔''

''بہتر ہے۔'' بڑی مونچھوں والے نے ادب سے جواب دیا۔ ''لیکن ان کے بارے میں دوسروں کو کیا بتایا جائے؟''

''یہی...'' فلم ایکٹر نما آدمی سوچنے لگا۔ ''یہی بتا دینا کہ خطرناک چار سو بیسے ہیں، بس۔'' وہ بولا۔

''بہت بہتر ہے۔'' یہ کہہ کر بڑی مونچھوں والے نے ان میں سے ایک کو جھنجھوڑنا شروع کیا۔

''ایو، ایو، یہ بے ہوش ہیں، بابا حرام مونچھ، ذرا لخلخہ سنگھاؤ جی انوکو۔'' مدراسی نے اسے ٹوک دیا۔

''آپ ہی زحمت فرما دیجیے۔'' بڑی مونچھوں والے نے طنزیہ جواب دیا۔

''چل بھئی اٹھ، سیٹھ پیرومل۔'' مدراسی نے بے ہوش گجراتی کی ناک سے ایک چھوٹی سی ریسنر کی شیشی لگاتے ہوئے کہا۔ وہ دو تین سانسوں کے بعد کسمسانے لگا۔

''پھر وہ دونوں ہوش میں آتے ہی اپنے جیسے دو انجانے آدمیوں کو سامنے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

''تشریف لے چلیے، مسٹر پیرومل۔ شاہی مہمان خانہ آپ کا منتظر ہے۔'' مدراسی نے آگے بڑھ کر صاف ہندوستانی زبان میں کہا۔

''اوہ، تو تمہارا وار چل گیا ہم پر۔'' بنگالی نچلا ہونٹ چبا کر بولا۔ ''مگر گھبراؤ نہیں جوموکا کے بتیس ہاتھ ہیں، وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔'' اس کے لہجے میں فخر و اعتماد نمایاں تھا۔

''یہ جوموکا کون سا جانور ہوتا جی؟''

''تمہاری موت ہے وہ۔ تم اسے اپنا دشمن بنا رہے ہو جس کا ایک اشارہ تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔'' وہ گجراتی بھی اس مرتبہ بول اٹھا۔ ان کا وقتی ہراس اب پھر اطمینانی

کیفیت میں بدل چکا تھا۔

''شٹ اپ۔'' مدراسی کا بھرپور طمانچہ اس کے منہ پر پڑا۔''ہم نے ایسے بہت سے چوہوں کا اچار ڈال کر اپنی ڈارلنگ بلّی کو کھلایا ہے۔''

''ہُم ہو تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہو؟'' فلم ایکٹر نما آدمی معنے خیز لہجے میں انھیں گھورتے ہوئے بولا۔

''کس کا ساتھی؟ اس کا؟'' بنگالی نے یہ کہہ کر گجراتی کی طرف دیکھتے ہوئے زمین پر تھوک دیا۔

''گھبراؤ نہیں، سر، آج تم میرے ہاتھ سے بچ گئے، لیکن دوسری باہر نہیں بچ سکتے۔'' گجراتی بنگالی کی طرف نفرت کی نظروں سے دیکھتے ہوئے صاف انگریزی لہجے میں بولا۔

''لے جاؤ انھیں، میں ان سے بعد میں سمجھوں گا۔'' ایکٹر نما باس نے بڑی مونچھوں والے کو حکم دیا۔

''جاؤ، سدھارو میری جان، حرام مونچھ۔'' مدراسی مدھم سر میں گنگنایا۔

''باپ کے سامنے بہت چہکنے لگتے ہو۔'' بڑی مونچھوں والے جھک کر آہستہ سے کہا۔

''باس، بچے بھی نہیں کر سکتے ٹھیک ہے۔''

''چلو مسٹر۔'' رؤف نے جیب سے ہتھکڑی نکال کر بنگالی کے ایک ہاتھ میں ڈال دی اور دوسرا کڑا اپنے ہاتھ میں ڈال لیا۔

''ابراہیم، تم اس دوسرے کو سنبھالو۔'' دوسرے آدمی کو حکم ملا۔

''بہتر ہے۔'' ابراہیم نے یہ کہہ کر گجراتی کے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی ڈال دی۔

''راستے میں اگر یہ کسی قسم کی حرکت کریں یا کوئی خطرہ دیکھو تو بے دھڑک گولی

Akram Allahabadi

ماردینا انھیں۔" مدراسی نے رؤف کو آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں بالکل دریغ نہ کروں گا۔" یہ کہہ کر وہ اپنی دوسری جیب میں اس طرح ہاتھ ڈال کر جیسے اس کا ہاتھ پستول پر ہی ہو، اپنے قیدی کو لے کر باہر نکل گیا۔ ابراہیم نے بھی یہی عمل کیا۔

"ٹکٹ کون سے نکلے ان کے؟" گجراتی اور بنگالی کے لے جائے جانے کے بعد مدراسی نے ساتھی سے پوچھا۔

"ناگپور جاؤنڈ۔" اس نے مختصر سا جواب دیا۔ وہ اس وقت اسی تصویر کی طرف گھور رہا تھا۔

"وہ بجے بازی سمجھ میں آئی آپ کے؟"

"وہی سوچ رہا ہوں۔ تصویر میں صرف ایک اصلی آنکھ والا یہ چہرہ تو واضح طور پر ان علامتوں سے ملتا ہے جو سینٹر سے ہمیں بھیجی گئی ہیں۔"

"یہ یک چشمی طوفان سمجھ میں نہیں آتا اپنے۔ آخر مسئلہ کیا ہے؟"

"صرف ایک آنکھ کا۔"

"خاکسار اب بھی نہیں سمجھا۔"

"تم اس سے زیادہ اور کچھ سمجھنے کی کوشش مت کرو کہ ہمیں ایسے افراد کی تلاش ہے جن کا تعلق ایک ایسے پراسرار اور منظم گروہ سے ہے جو ایک اہم ترین سرکاری راز کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

"اور وہ سرکاری راز ہے شیشے کی آنکھ؟ شاید لارڈ دیول کی ہوگی۔"

"وہ جو کچھ بھی ہو، لیکن اتنی اہم چیز ہے کہ لندن سے ہندوستان تک اس کی گمشدگی نے کھلبلی مچا دی ہے۔"

"تب تو وہ کسی دجال کی آنکھ ہی ہوگی۔"

''بالے، ہر وقت بے ہودگی اچھی نہیں لگتی۔''

''بہتر ہے، آپ ٹائم ٹیبل جاری فرمایے۔''

''پھر وہی۔''

''آخر یہ ہم سعادتمندوں کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ کل کو سنٹر سے ہدایت آئے گی کہ کوا کان لے جا رہا ہے، دوڑیے، پکڑیے۔ بلی نے انڈے دیے ہیں، حفاظت فرمایے۔ اونٹ چنے کے درخت پر چڑھ گیا، اتاریے، وغیرہ وغیرہ۔''

''چپ رہو، خدا کے لیے مجھے سوچنے دو۔'' خان جواب اپنا میک اپ تبدیل کر کے خود بنگالی بن چکا تھا، غور سے ان اعداد کو دیکھتے ہوئے بولا۔ پھر وہ جیب سے ایک سادہ کاغذ نکال کر ان اعداد کو طرح طرح سے حل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

''شاید جمع تقسیم کا کوئی سوال ہے۔''

''لیکن اس طرح کوئی مطلب نہیں نکلتا۔''

''اور کہیں انفیٹ...'' بالے کہتے کہتے رک گیا۔

آں ... ہاں... ممکن ہے، ممکن ہے۔'' یہ کہہ کر خان ان اعداد کو انگریزی کے حروف تہجی کے نمبروں کے حساب سے حروف میں منتقل کرنے لگا۔ لیکن اس طرح وہ ایسے حروف نکلے۔

BIAB	AAIAF	AEAHE
---- +	---- +	------
AAB	ABB	BBA

پھر وہ ان حروف پر سر مغزنی کرنے لگے۔ لیکن یہ حروف اب اور پراسرار معلوم ہونے لگے تھے۔ بالے نے تو تھک کر ہمت ہار دی اور ماتھے کا پسینہ پونچھتا ہوا برتھ پر لیٹ گیا۔

Akram Allahabadi

''یہ نئے قسم کا الجھگوا اپنی سمجھ میں نہیں آتا۔''

''تمہاری زبان بگڑتی جارہی ہے، بتدریج۔''

''میں نے الجبرا کا اسکولی ترجمہ عرض کیا ہے۔''

''اوہ، ایک طریقہ اور۔'' یہ کہہ کر خان نیچے لکھے ہوئے حروف کو اوپر کے حروف میں سے گھٹانے لگا۔ لیکن یہ طریقہ بھی بے سود نکلا۔ کوئی قابلِ مقصد حل نہ مل سکا۔

''لیکن آپ نے ناگپور پہنچنے کے لیے یہ کون سا نیا راستہ منتخب کیا ہے 'وایا انا رسی'۔''

''بالکل وہی طریقہ جو ان لوگوں نے اختیار کیا تھا۔ وہ یقیناً کلنی سے چھوٹی لائن کے ذریعے ادھر جانا چاہتے ہوں گے۔ کیوں کہ یہ لائن بالکل پرسکون اور سرکاری نگہداشت سے علیحدہ ہے۔ اتنا لمبا پھر بغیر کسی خاص مصلحت کے نہیں ہوسکتا۔''

''نمبر... نمبر...'' خان بڑبڑاتے بڑبڑاتے پھر کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔''

''کوئی نئی تھیٹکس ایجاد کی کیا؟''

''اوپر کے اعداد کے نیچے کے اعداد کے جفت و طاق کے مطابق حروف میں تقسیم۔''

خان کاغذ پر حروف نکالتے ہوئے بولا۔ ''اس طرح ۱۲/۱۹۱۲ میں ۲ کا حروف تہجی اکائی کے ہندسے کا '8' ہوا اور دوسرا ۹ نمبر کا اکائی کا حروف تہجی آئی (I)۔ لیکن تیسرا حروف جفت ہندسے کا ۱۲ ہے، یعنی 'L'۔ اس طرح نیچے کے ہندسے ہوئے صاف اور اوپر کے حروف نکلے BIL۔ دوسرے ٹکڑے میں اسی طریقے سے اکائی کا 'A' دہائی کا ۱۹، یعنی 'S'۔ دوسری دہائی کا سولھوان حرف 'P' اور تیسرے حصے میں جفت کے پندرھویں اور ٹھارویں حروف کو ملا کر OR نکلا اور طاق کے اعتبار سے ۵ کا 'E' ہوا۔ اب ان تمام حروف کو ایک ساتھ ملا دو تو وہ ''بلاسپور'' کا نام صاف موجود ہے۔'' خان اسے یہ دکھاتے ہوئے مسکرایا۔

''ارے واہ، آپ نے حل کر ڈالا یہ معمہ۔'' بالے اچھل پڑا۔ ''مگر یہ دستخط کس کے ہیں؟''

''اب مجھے شبہ ہے کہ یہ بھی دستخط نہیں کوئی نام یا مقام ہے۔ ویسے تم تو بلاسپور جا چکے ہو دو چار بار، ذرا گناؤ تو وہاں کے مشہور مقامات۔''

''آپ اس مقام کا ذکر کر رہے ہیں جہاں کوئی چیز مشہور ہی نہیں۔ بہر حال کلو پہلوان کا اکھاڑہ، منکی بائی کا دھرم شالہ، پنڈت طوطا رام کی توتنکی، کاں کی باؤڑی، باپ جی کا تالاب...'' بالے تیز تیز بکنے لگا۔

''اور خان صاحب کا گھونسا۔''

''ایسی کوئی چیز وہاں نہیں واقع ہوئی۔''

''مگر میرے پاس واقع ہوئی ہے۔''

''اور ہاں، ایک شاندار ہوٹل بھی ہے، شریف آدمیوں کو۔ بھلا سا نام ہے اس کا۔ اردشیر... نہیں نہیں... وہ، حکومت نے یتیم عورتوں کے لیے کون سا ایکٹ بنایا تھا؟''

''شاردا ایکٹ۔''

''ارے واہ، سبحان اللہ، کیا خوب یاد دلایا ہے آپ نے۔ بس یہی نام ہے اس کا۔''

''اور اس آردرش کو الٹنے سے بھی شاردا ہی بنتا ہے۔ بس پتا مکمل اور تصویر موجود۔''

''تو اس کا مطلب یہ کہ بلاسپور میں ہی اپنا مزار بنے گا۔ مگر وہاں تو کوئی عرس کرانے والا بھی نہیں۔''

خان کچھ کہنے والا ہی تھا کہ گاڑی رکنے لگی۔ شاید گوڈرواڑہ اسٹیشن تھا۔ گاڑی کے رکتے ہی کمپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا اور دو اجنبی اندر گھس آئے۔ ان میں ایک چپٹی شکل کا پستہ قد آدمی تھا۔

''جومو کا یوجو۔'' اس نے اندر گھستے ہی خان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

مگر خان نہ جانے کیا سمجھ کر فوراً ہی سر کو اثبات میں ہلا کر اس کے جواب میں ''یوجو'' کہہ دیا۔ جس پر اس کی خوف ناک سنجیدگی مسکراہٹ میں بدل گئی۔

Akram Allahabadi

''یہ؟'' اس نے بالے کی طرف آنکھ سے اشارہ کر کے خان سے پوچھا۔

''فرینڈ۔'' خان نے مختصر سا جواب دیا۔

''وہ دو آدمی کون تھے جو انارسی پر اس کمپارٹمنٹ سے اتارے گئے؟'' پستہ قد آدمی نے خان سے پھر پوچھا۔

''ہمارے دشمن۔ ہندوستان کی پولیس ان کے پیچھے لگی تھی۔ مگر انھیں ہم پر شک نہیں ہوا۔''

''ہُم، احتیاط سے کام کرنا۔ کتے بو سونگھتے ناگپور سے چل پڑے ہیں۔'' یہ کہتا ہوا وہ اپنے ساتھی سمیت گاڑی سے اتر گیا اور گاڑی روانہ ہو گئی۔

''آپ نے انھیں چھوڑ کیوں دیا؟'' بالے نے پوچھا۔

''تاکہ وہ اپنے نامعلوم ساتھیوں کو مطلع کر دیں کہ سب ٹھیک ہے۔''

''تو پھر اپنا بھی سب ٹھیک ہے۔''

''کیا؟''

''میں نے کفن دفن کے لیے ساٹھ روپے بچا کر کوٹ کی جیب میں رکھ لیے ہیں۔ باقی چندہ کر لیں گے۔''

''چلتی گاڑی سے پھینک دوں گا۔''

''میرے بال بچے آپ کو بددعا دیں گے۔''

''مر جاؤ گے اسی حسرت میں۔''

''میں نے اس بار قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔''

''ڈوب مرنے کا؟''

''مادہ کی ضرورت کا اشتہار۔''

''لاحول ولاقوۃ۔ تمہارے الفاظ بدبودار ہوئے جا رہے ہیں اب۔''

Akram Allahabadi

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ بندہ آج کل خمیرہ لولوالمرجان استعمال کرتا ہے۔''

''اگلے اسٹیشن کے آر ایم ایس سے پولیس ہیڈ کوارٹرز ناگپور کو تار دے دو کہ رؤف اور ابراہیم کے وہاں پہنچتے ہی مع ان دو قیدیوں کے انھیں حفاظت کے ساتھ بلاسپور بھیج دیا جائے۔''

''تار کو ڈمیں دینا ہوگا؟''

''نہیں، ڈھول لے کر پیٹیے۔'' خان نے یہ کہہ کر اپنے چھوٹے ہینڈ بیگ سے خفیہ رپورٹ نکال لی جو سی بی آئی سے اسے موصول ہوئی تھی۔ وہ اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تین ٹن کا رومان

بلاسپور کی آبادی گو زیادہ گھنی نہ تھی، لیکن شہر ستھرا اور کشادہ تھا۔ اور ہندوستان کے دوسرے درجے کے شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ اسٹیشن سے اترنے کے بعد وہ ایک پرائیوٹ ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

''شاردا لے چلو۔'' بالے نے ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ شاردا یہاں کا اتنا مشہور ہوٹل تھا کہ اس کے بارے میں مزید بتانے کی ضرورت نہ تھی۔

جب ان کی ٹیکسی اسٹیشن روڈ کو عبور کر کے ایک دوسری سڑک سے ہوتی ہوئی شاردا کے سامنے رکی تو دربان کے علاوہ ایک اور آدمی جس نے دھاری دار سیاہ بنیان اور سیاہ رنگ کی پٹ پہن رکھی تھی، انھیں غور سے دیکھنے لگا۔ وہ مسافر صرف دو چھوٹے چھوٹے سوٹ کیس ہاتھوں میں لیے تھے۔ ٹیکسی کا بل چکا کر وہ ہوٹل کے دروازے میں داخل ہونے لگے۔ اس وقت وہ آدمی ان کے قریب آ گیا۔

''صاحب، ماچس ہوگی ذرا؟'' اس نے پیچھے آنے والے بنگالی کے بھیس میں سپرنٹنڈنٹ خان کو ٹوک کر پوچھا۔

''اوہ، ہاں۔'' خان اسے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے معنے خیز لہجے میں بولا۔ اور پھر ایک ہاتھ سے جیب سے ماچس نکال کر اسے دے دی۔

اس آدمی نے اپنی سگریٹ جلائی اور ماچس واپس اس کی جیب میں ڈال کر شکریہ ادا کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ خان ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ یہاں کاؤنٹر پر انھیں معلوم ہو گیا کہ اوپر بہت سے کمرے خالی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک ۹ نمبر کا کمرہ خان نے الاٹ کرا لیا۔

بیرا چابی لے کر ساتھ ہولیا۔رجسٹر میں اپنے فرضی نام لکھ کر وہ بیرے کے ساتھ ساتھ اوپر چلے گئے۔کمرہ نمبر ۹ کافی کشادہ اور آرام دہ تھا۔اس میں اندر کی طرف ایک باتھ روم اور ایک لیٹرین تھا۔

"کچھ چاہیے، صاحب؟" بیرے نے ادب کے ساتھ جھک کر پوچھا۔

"امی کا پچھی پیسو۔" بالے بول پڑا۔

"دو کافی لاؤ جی۔" خان نے اسے آرڈر دیا اور وہ چلا گیا۔اس وقت خان نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر جب باہر نکالا تو اس میں کاغذ کا ایک پرزہ تھا۔وہ اسے پڑھنے لگا۔اس پر صرف "۹۱/۲ بجے رات کو روم نمبر ا میں" لکھا تھا۔"

"لو سر منڈاتے ہی اولے پڑنے لگے۔" خان بڑبڑایا۔

"میرے سر پر بال ہیں، الحمداللہ۔"

"میرے خیال میں یہاں ہماری نقل و حرکت پر اب نگرانی ہوگی۔ہمیں آج آرام کرنے کا بہانہ کر کے ۹۱/۲ بجے شب تک یہیں رہنا چاہیے۔"

"کاش اس صحرائے بے حسن و خار میں کوئی لیلیٰ سفید فام نظر آجاتی۔کم از کم بالے صاحب تو تین سجدہ شکرانہ ادا کرتے۔" بالے بیٹھے بیٹھے چھت کو گھور کر بولا۔

"تمہاری یہ رومان پسندی کہیں اچھی طرح مرمت کرائے گی تمہاری۔"

"میرا دل ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔بس اسی کی مرمت کرا دیجیے۔بیٹھے بیٹھے کسی حسین دختر حوا کی رس بھری آواز کے لیے اپنے کان خالی بوتل کی طرح ترس گئے ہیں۔"

"اس بار معاملات بڑے اہم اور پیچیدہ ہیں۔کسی حماقت کے شکار نہ بن جایے گا۔"

"کیا حماقت بھی شکار کھیلتی ہے؟"

"بکواس بند کرو۔بنگالی کے سوٹ کیس کے اندر سے وہ وائرلیس کمیونیکیٹر نکال لاؤ۔" خان نے اسے ہدایت کی۔

''بیرا کافی لا رہا ہوگا۔'' بالے نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر خان کسی خیال سے چونک پڑا۔ وہ اپنی جگہ سے پھرتی سے اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا اور ایک دم اس نے دروازہ کھول دیا۔ مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ بیرا دور سامنے سے آ رہا تھا۔ وہ کافی رکھ کر چلا گیا۔ اور خان نے دروازہ پھر بند کر لیا۔

''مجھے یہ بیرا شاعر معلوم ہوتا ہے۔''

''کیوں؟''

''کچھ گنگنا رہا تھا۔''

''مثلاً؟''

''کوئی شعر ہوگا کسی شاعر کا، اچھا ہے چلنا سنبھل سنبھل کے۔''

''سنبھل سنبھل کے!'' خان نے دوہرایا اور بالے کو گھورتا رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد بالے وائرلیس کمیونیکیشن سٹ نکال لایا۔ یہ بنگالی کے سوٹ کیس سے برآمد ہوا تھا۔

خان نے اسے ایڈجسٹ کیا۔ اور پھر وہ کلیمپ چڑھا کر بیٹھ گیا۔ مگر بڑی دیر تک سوائے لہروں کی گڑبڑ سے پیدا ہونے والے شور کے اور کچھ سنائی نہ دے سکا۔ پھر وہ بالے کو اپنی جگہ بٹھا کر باہر والے کمرے میں آ گیا اور جیب سے ایک لفافے میں رکھی ہوئی کچھ اخباروں کی کترنیں نکال کر انھیں غور سے دیکھنے لگا۔ یہ کترنیں دہلی کے ایک اخبار کے ان کالموں کی تھیں جن میں ہفتہ وار علم نجوم کے مطابق پیشین گوئیاں کی جاتی تھیں۔ یہ ''آپ کی قسمت کا ہفتہ'' کے زیرِ عنوان شائع ہوتی تھیں۔

پھر اس نے جیب سے سرخ پنسل نکال کر ان میں سے بعض کترنوں کے کچھ الفاظ پر نشان لگانا شروع کر دیے۔

یہ کترنیں ایک ہفتہ قبل والے اخبار کی ہی تھیں اور ان میں علم نجوم کے مطابق ہر برج

کے اثرات، پیدائشی تاریخوں کے ساتھ دیے ہوئے تھے۔ وہ ان میں سے ہر برج کی تحت دیے گئے حالات سے متعلق ابتدائی جملے کے پہلے الفاظ کو علیٰحدہ لکھنے لگا۔ پھر اس نے ہر برج کے ہر پہلے جملے سے بتدریج پہلے دوسرے تیسرے چوتھے حتیٰ کہ بارہ تک الفاظ لیے اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں کہ آخری برج کے پہلے جملے کے الفاظ بھی ۱۲ ہی تھے۔

یہ کترنیں اسے بنگالی کے کوٹ کی جیب میں رکھے ہوئے لفافے میں ملی تھیں۔ اب اس نے ان جملوں کو ترتیب سے لکھ لیا۔ تو ایک نیا اور عجیب سا جملہ بن گیا۔ وہ اسے اسی سلسلے سے پڑھنے لگا۔

پہلا حرف انگریزی میں 'یو' تھا۔ دوسرا 'آفر' تیسرا 'ٹو' چوتھا 'آر' پانچواں 'فورس' چھٹا 'رش' ساتواں 'ایئر' آٹھواں 'منی' نواں 'پیور' دسواں 'مائنڈ' گیارھواں 'اسٹرکٹ' بارھواں 'واچ'۔ یہ تمام جملے ایک تار کے مضمون جیسی ترتیب رکھتے تھے۔ اس نے اس کاغذ کو جیب میں رکھ لیا اور پھر بالے کے پاس واپس آ گیا۔

''کچھ آہا ہاتھ؟''

''عجیب بات ہے۔ ابھی ابھی کچھ دیر سے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے کوئی گھنٹی مسلسل بج رہی ہو۔'' بالے نے بتایا۔

''لاؤ میں دیکھوں۔'' خان نے یہ کہہ کر کلیمپ خود چڑھا لیے۔ واقعی ایک بجتی ہوئی گھنٹی کے مسلسل آواز سنائی دے رہی تھی۔۔ یہ اتنی تیز تھی کہ بغیر کلیمپ کے بھی اگر توجہ سے سنی جائے تو سنائی دیتی تھی۔ خان کچھ چونک پڑا۔

''کیا اس گھنٹی میں بھی کوئی دو چار میل لمبا راز ہے؟''

''بہت ممکن ہے کہ یہ کسی خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے ہو۔''

''اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ خلل ہو دماغ کا۔''

''تم نیچے جا کر کسی طرح یہاں کے پولیس ہیڈ کوارٹرز سے معلوم کرنے کی کوشش کرو

کہ رؤف اور ابراہیم آئے یا نہیں اور یہ کہ ان کے ساتھ وہ دونوں قیدی ہیں یا نہیں۔'' خان نے ہدایت کی۔

''مگر جاؤں کیسے، کسی نے پیچھا کیا تو؟''

''ٹھہرو، تم پھر بھیس بدل لو اور غسل خانے والے پچھلے پائپ کے ذریعے نیچے اتر کر نکل جاؤ۔'' خان نے اسے مشورہ دیا۔

''اور چور سمجھ کر کسی نے دو چار ہاتھ رسید کر دیے تو؟''

''قربانی سمجھ کر کھا لینا۔ مگر ہاتھ نہ آنا کسی کے۔''

''چہ خوش، مار کھانے کا کام اپنا اور..''

''لڈو بھی تو تم ہی کھایا کرتے ہو۔''

''کہاں ہیں لڈو؟ یہاں تو نگاہیں بھوک ہڑتال کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔''

''جاؤ، جلدی کرو۔ یہ بکواس کا وقت نہیں ہے۔'' خان نے اسے جھاڑ دیا۔

''اور اگر میں شہید ہو گیا تو؟''

''تمہارے مزار پر کسی خوبصورت لڑکی سے فاتحہ پڑھوا دوں گا۔''

''آپ واقعی بہت سمجھ دار ہیں۔''

''مردود، جاتے ہو کہ نہیں۔''

''آپ پہلے مجھے مردود کا مطلب سمجھا دیجیے۔ میں نے سنا ہے دودھ میں ڈوب کر مرنے کو کہتے ہیں؟''

''اف فوہ، سور۔''

''غلط، غیاث اللغویات میں اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں۔''

لیکن اس سے پہلے کہ خان کا گھونسا بلند ہو، بالے نے جلدی سے غسل خانے کو دروازہ بند کر لیا۔

Akram Allahabadi

بالے ایک گھنٹے بعد ہی لوٹ آیا۔لیکن وہ اس قدر احتیاط سے گیا تھا کہ نہ تو اسے جاتے ہوئے کسی نے دیکھا، نہ آتے ہوئے۔اس نے آکر بتایا کہ ابھی تک ابراہیم اور رؤف بلاسپور نہیں پہنچے ہیں۔لیکن وہ ناگپور سے چل چکے ہیں۔وہ رؤف کے نام ایک کوڈ میسج چھوڑ آیا تھا۔

شام ہونے میں ابھی بہت وقت تھا۔اس لیے خان نے اسے اجازت دے دی کہ وہ نیچے ہوٹل میں جا کر بیٹھ سکے۔لیکن یہ بھی ہدایت کر دی تھی کہ وہ ہر آنے جانے والی اور موجود شخصیت پر نظر رکھے۔

بالے ایک بے وقوف اجنبی کی طرح ایک سرے کی میز پر تنہا بیٹھا ایک ایک کے چہرے کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔لیکن یہاں کے اس شاندار ہوٹل میں بھی اب تک اسے کوئی شان دار شخصیت نظر نہ آئی تھی۔جنس مخالف کے ایک عدد خوبصورت چہرے کے لیے کئی دنوں سے اس کی آنکھیں ترس گئی تھیں اور آج بھی اس کا دل اندر سے سینکڑوں رومانی دعائیں مانگ رہا تھا۔مگر شاید مقدر کو بھی آج ضد تھی اس سے۔تقریباً ۵ ۱/۲ بجے شام کو جب ہوٹل میں تفریح پسندوں کی آمد شروع ہوگئی اور نشستیں پر ہونے لگیں، ایک گلابی ساڑھی میں لپٹی ہوئی غبارے کی طرح پھولی عورت بلا تکلف اس کے سامنے والی نشست پر آ بیٹھی۔موٹاپا اس پر اس قدر چھایا ہوا تھا کہ ٹھوڑی کے نیچے گوشت کی تہ پڑ گئی تھی۔چہرے کے نقش ونگار اگرچہ برے نہ تھے، لیکن سرسری نظر و میں دیکھنے میں وہ ہاتھی کا بچہ معلوم ہوتی تھی۔بالے اسے دیکھ کر طرح طرح کے منہ بنانے لگا۔شاید وہ اسے کسی بھی زاویے سے عورت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔پھر اس نے جیب سے ایک پنسل نکالی اور ایک آنکھ بند کر کے اسے کھلی آنکھ کے سامنے کھڑی کر کے اس عورت کو گھورنے لگا۔

''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟'' وہ اسے دلچسپ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔

''اپنی خوش نصیبی پر رشک کر رہا تھا۔'' بالے نے کہا۔

''میں سمجھی نہیں۔''موٹی عورت نے بڑے ناز سے کہا۔

''کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔اور جو سمجھے تو اپنی بلا سے۔''

''آپ کوی ہیں کیا؟''عورت نے پوچھا۔

''جی نہیں، میں کوا ہوں۔کیا آپ کو جنس کی بھی تمیز نہیں۔''بالے نے منہ بنا کر جواب دیا۔جس پر موٹی عورت نے بے تحاشا ہنس دیا۔

''تو پھر کوئی کویتا سنایے نا۔''اس نے بے تکلف ہوتے ہوئے تقاضہ کیا۔وہ بھی کافی زندہ دل عورت معلوم ہوتی تھی۔

''سنا دوں؟''

''ہوں اوں۔''

''رب کا شکر ادا کر بھائی۔جس نے ہماری بھینس بنائی۔''

لیکن بالے کے اس شعر پر اس عورت کا منہ بن گیا۔''آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔''وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

''ارے،ارے۔یعنی کہ آپ کیا سمجھ بیٹھیں۔میں نے تو کویتا عرض کی تھی۔بھلا آپ جیسی نازک اندام خاتون کا اس کویتا سے کیا مقابلہ۔''بالے لہجے کو زبردستی سنجیدہ بنا کر کہنے لگا۔

''آپ بنا رہے ہیں مجھے۔''وہ بڑے ناز سے بولی۔

''قسم کھاتا ہوں اوپر والے کی، جو کمرہ نمبر ۹ میں بیٹھا ہے۔'' جملے کا دوسرا ٹکڑا وہ آہستہ بولا جسے وہ عورت نہ سن سکی۔''کہ آپ میری اس پنسل سے بھی زیادہ نازک اندام ہیں۔'' اس نے باقی جملہ مکمل کر دیا۔

''یہ مذاق ہے۔''عورت کا لہجہ پھر مایوسی میں تبدیل ہونے لگا۔

''چہ خوش،اجی میڈم، میں اپنی پنسل سے یہی تو ناپ رہا تھا کہ آپ دبلی ہیں یا

میری پنسل۔لیکن جب آپ میری پنسل کی آڑ میں چھپ گئیں تو مجھے اپنی پنسل پر غصہ آ گیا۔میں اسے اب موٹی بھینس کہا کروں گا۔"

"کچھ بھی ہو، آپ آدمی بہت دلچسپ ہیں۔"

"کیا آپ گالی دے رہی ہیں مجھے؟"

"میں نے تو دلچسپ کہا ہے۔" وہ حیرت سے بولی۔

"مجھے دلچسپ کے معنے معلوم نہیں۔"

"دلچسپ کا مطلب یعنی کہ... یعنی اچھا... یعنی دل معنے دل۔اور چسپ ... چسپ، یعنی چپکنے والا۔"

"اوہ، ایسا۔" بالے نے لمبی سی اطمینان کی سانس لی۔"میں تو سمجھا تھا کہ کوئی فارسی کی گالی ہے۔مگر میڈم، یہ دل چپکنے والا کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔"

"خیر چھوڑیے اسے۔ویسے میں آپ کا تعارف حاصل کر کے بہت خوش ہوں گی۔"

"بھگوان آپ کو سدا خوش ہی رکھے۔میرا نام پیرو مل گھاسی رام ہے۔تیل گھا سلیٹ کا بیوپار کرتا ہوں۔" وہ بولا۔

"تیل گھا سلیٹ کا؟ شی۔کوئی اور بیوپار نہیں ملا آپ کو؟"

"آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں جیسے یہ کوئی کچرہ ڈھونے کا ٹھیکہ ہو۔"

"کچھ بھی ہو، مگر دھندہ بڑا بدبودار ہے۔"

"میرا ایک پارٹنر بھی ہے۔اس نے میونسپل سے چوہے مارنے کا ٹھیکہ لیا ہے۔"

"چوہے مارنے کا؟"

"جی ہاں، ایک آنہ فی چوہا۔اس حساب سے اسے سال میں ۱۳ ہزار تین سو بتیس روپے ۶ آنے ۳ پائی کا نفع ہوتا ہے۔"

"اچھا؟" عورت نے اظہارِ حیرت کیا۔جس پر بالے اس کی طرف اور جھک گیا اور

سرگوشی کے لہجے میں بولا۔

''سالا بلیک مارکیٹ بھی ہے۔آدھے چوہے مارتا ہے اور آدھے مرے ہوئے جمع کرلاتا ہے۔''

''چھی چھی۔کچھ اور باتیں کیجیے ورنہ مجھے قے ہوجائے گی۔''

''اچھا تو آپ کا نام؟''بالے اس سے پوچھ بیٹھا۔

''جی، مجھے پشپ لتا کہتے ہیں۔میں اس ہوٹل کے مالک کی لڑکی ہوں۔''

''ارے باپ رے۔''بالے اچھل پڑا۔''آپ لڑکی ہیں؟''

''تو کیا آپ کو لڑکا نظر آرہی ہوں؟''وہ بگڑ گئی۔

''جج...جی نہیں،میرا مطلب،آپ تو آکاش سے اتری ہوئی اپسرا معلوم ہورہی ہیں۔''بالے نے زیادہ سے زیادہ سنجیدہ بننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''پھر بنانے لگے آپ مجھے۔''وہ شرما گئی اور سر جھکنے پر اس کی موٹی گردن پر بھی موٹے موٹے بل پڑ گئے۔

''لعنت ہے ہزار بار اس کمبخت پر جو آپ کو بنانے کی ہمت بھی کرے۔آپ کو تو پرماتما نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہوگا۔''بالے نے ایک نظر چاروں طرف دوڑا کر کہا۔وہ اس سے گفتگو کرتے ہوئے بھی چاروں طرف کی صورت حال نظر میں رکھے ہوئے تھے۔شاید اس وقت کاؤنٹر پر خود ہوٹل کا مالک موجود تھا۔نہ جانے کیوں لیس کا سی خوش آئندہ خیال سے وہ ان دونوں کو اس طرح بیٹھے گفتگو کرتے دیکھ کر کبھی کبھی مسکرا دیتا۔لیکن اس وقت اس کا بھی منہ بن گیا جب ایک اکہرے بدن کی خوبصورت سی گوری لڑکی آکر ان دونوں کے پاس والی میز پر بیٹھ گئی۔

''مگر آپ تو گجراتی ہو کر اتنی صاف ہندی بول لیتے ہیں؟''موٹی عورت نے بالے سے پوچھا۔

''دراصل میرا خاندان گجرات کا ہے۔ ویسے تو میں تاج محل کے سامنے پیدا ہوا تھا۔''

''تاج محل کے سامنے؟''

''آگرے میں میرے پتا جی جوتوں کا بیوپار کرتے تھے۔ ہمارا گھر تاج محل کے سامنے تھا۔''

''اوہ تو کیا..تو کیا آپ...؟'' وہ کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ مگر شرما گئی۔ دوسری میز پر آکر بیٹھنے والی لڑکی انھیں بڑی عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سر سے پیر تک خوبصورت تھی اور اس کے سفید سفید بدن پر سبز اسکرٹ اتنا بھلا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہری ہری پتیوں کے درمیان گلاب کا پھول۔ بالے اسے چور آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

''جی میں پیدائشی کنوارا ہوں۔'' بالے نے کسی قدر بلند آواز میں کہا جو دوسری میز تک پہنچ جائے۔ اس اس جملے پر موٹی موٹی لڑکی کے چہرے پر سرخی اور گہری دوڑ گئی۔

''آپ یہاں کب تک ٹھہریں گے؟''

''اوپر والے نے چاہا تو جنم بھر ورنہ پھر جتنے دن مقدر میں لکھے ہوں۔'' بالے نے ہال کی چھت کو گھورتے ہوئے کہا۔

''آپ میرے پتا جی کے ساتھ پارٹنر ہو جایئے۔ ان کا یہ ہوٹل خوب چلتا ہے۔'' پشپ لتا بولی۔

''آپ کا نام بڑا خوشبودار ہے۔'' بالے موضوع کو گھماتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کو پسند ہے؟'' اس نے آہستہ سے شرمائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''پسند، بھلا ایسے نام کون پسند نہ کرے گا۔۔ بھائی بدرالدین کو خبر مل جائے تو وہ فوراً اس نام کا عطر نچوڑ ڈالیں۔

''بدالدین کون؟''

''بمبئی کے ایک مشہور تیلی ہیں۔مگر خوشبوؤں کے۔''

''آپ تو اِدھر اُدھر کی ہانکنے لگتے ہیں۔''

''بات کرتے کرتے یاد آجاتا ہے تو بول دیتا ہوں۔ویسے آپ کرتی کیا ہیں؟''

''میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتی ہوں۔''

لیکن ابھی ان کی گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ اوپر سے اترتا ہوا خان آپہنچا۔

''اچھا تو،میڈم،اب کل ملیں گے۔میرا چچا آرہا ہے۔وہ بہت کڑ قسم کا عورت بیزار آدمی ہے۔مفت میں دو چار سنا دے گا۔''

''اوہ،مگر یہ تو کوئی بنگالی معلوم ہوتا ہے۔''

''اپنا خاندان ایسا ہی کھچڑی ہے۔یہ پھر کبھی بتاؤں گا۔''یہ کہہ کر بالے اٹھ کر دوسری میز پر آگیا۔خان اِدھر اُدھر دیکھتا اس کے قریب آکر ایک خالی کرسی پر جم گیا۔یہ دیکھ کر وہ موٹی لڑکی بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر چل دی۔

''کیوں،کیا پھر شروع ہو گئے؟''خان نے مسکرا کر اس سے دبی زبان سے پوچھا۔

''بندہ روزِ ازل سے شروع ہی شروع ہے۔''

''یہ کون تھی؟''

''میں نے اس سے عشق کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''وزن معلوم ہے اس کا؟''

''تین ٹن کے لگ بھگ ہوگا۔''

''بڑا تگڑا عشق ہے۔''

''پسند ہے اپنی اپنی۔''

''بھئی مجھے یہ سبز اسکرٹ والی لڑکی اچھی لگ رہی ہے۔''خان پھر اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔وہ اس وقت چھپی نظروں سے بالے کو دیکھ رہی تھی۔

Akram Allahabadi

"ارے ارے، یہ کیا ہوا آپ کو؟ آپ تو جنم جنم کے برہمچاری ہیں۔"

"کچھ بھی ہو، میں اس سے دوستی کروں گا۔"

"خدا کے لیے اتنا خطرناک ارادہ مت کیجیے۔ یہ نیک کام آپ کی طرف سے میں کروں گا۔ دیکھیے نا، کتنی بھولی سی لڑکی ہے اور کہیں آپ کو ڈیڈی کہہ دیا تو؟"

"مگر تمہیں تو نازک اندام تھری نٹ پسند ہے نا؟"

"اس کا باپ اس ہوٹل کا مالک ہے۔"

"تو کیا اس کی آڑ میں اس کے باپ سے عشق کر رہے ہو؟"

"لاحول ولاقوۃ۔ میں تو اس بچاری کا احساس فربہ اندازی رفع کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اپنے موٹے پن سے مایوسی کی شکار معلوم ہوتی ہے۔"

"نفسیاتی علاج کا شفاخانہ کھول لو، ثواب بھی ملے گا۔"

"آپ سبز اسکرٹ کے بارے میں کچھ فرما رہے تھے۔"

"وہ اس موئے دربان کے بعد شاید تمہیں منہ لگانا پسند نہ کرے گی۔"

"سرِعام کسنگ تو میں خود بھی پسند نہیں کرتا۔"

"بکواس چھوڑو۔ ابھی تک ان دونوں کا کوئی پتہ نہیں۔"

"بابا حرام مونچھ کا معاملہ ہے۔ ٹہلتے ٹہلتے تشریف لا رہے ہوں گے۔ ابراہیم کو تو وہ اپنا برخوردار سمجھتے ہیں۔ اس کے جلدی کرنے نہ کرنے سے فائدہ؟"

"مجھے تو وائرلیس پر سنائی دینے والی مسلسل گھنٹی کی آواز پر شبہ ہو رہا ہے۔ ہمیں بہر صورت ہوشیار رہنا چاہیے۔" خان نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے بھی کچھ ایسا محسوس ہوتا رہا ہے جیسے بہت سی آنکھیں مجھے گھورتی رہی ہوں۔" بالے نے بتایا۔

"ہمیں بہر صورت رات کے ۹½ بجے تک یہاں اس نامعلوم شخص کا انتظار کرنا

Akram Allahabadi

ہے۔اس کے بعد دیکھا جائے گا۔'' خان نے کہا۔

بیرا قریب آ گیا تھا۔اس لیے انہوں نے اپنے لہجے فوراً بدل دیے۔

''تمی چا کھابو، بیرو ول جی۔'' خان نے بالے سے پوچھا۔

''ٹھنڈا سا روچھے وادا۔'' بالے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔پھر وہ خود بیرے کی طرف گھوم کر بولا۔''دون ٹھنڈا لاؤ، آرینج۔''

بیرا سر ہلا کر چلا گیا۔

''معاف کیجیے گا، کیا ٹائم ہوا ہے؟'' سبز اسکرٹ والی لڑکی اچانک خان کی طرف متوجہ ہوئی۔لیکن خان نے کسی توجہ کا اظہار کیے بغیر اپنی کلائی کی گھڑی دیکھی۔

''سات، ۱۰ منٹ۔'' وہ بولا۔

''میں بتاؤں صحیح ٹائم۔'' بالے بیچ میں بول پڑا۔اب کی بار وہ انگریزی بول رہا تھا۔

خان اس کی صورت دیکھنے لگا۔

''سات بجنے میں ۹ منٹ ۵ سیکنڈ۔'' بالے نے جلدی سے اپنی گھڑی دیکھ کر کہا۔

جس پر وہ لڑکی صرف مسکرا کر رہ گئی۔

''ہائے ہائے، کیا قاتل مسکراہٹ ہے۔بالے صاحب تو ڈھیر ہو گئے۔''

''لاش اٹھواؤں کیا یہاں سے آپ کی؟'' خان نے مسکرا کر پوچھا۔

''باس، میں اس لڑکی کو شادی کے لیے منتخب کر سکتا ہوں؟''

''اور اگر اس نے تمہیں اپنے جوتے کی نوک پر چڑھا دیا؟''

''وہ سینڈل پہنے ہے۔''

''اس کا بھی تلا خاصہ موٹا ہے۔''

''مجھے اس سے عشق ہوا جا رہا ہے۔''

''اور وہ بے بی ٹُن ٹُن؟''

Akram Allahabadi

''اسے کوئی دُرگا موتا مل جائے گا۔''

''ہوٹل کا مالک تمہیں گھور رہا ہے۔شاید وہ قبل از وقت ہی تمہیں داماد سمجھ بیٹھا ہے۔'' خان نے اشارہ کیا۔

''میں خودکشی کرلوں گا۔''

''خودکشی بعد میں کرنا۔اب ہمیں اوپر چلنا چاہیے۔''

''مگر سبز اسکرٹ؟''

''میں تمہاری کھوپڑی سبز کردوں گا۔''

''ہائے اے تقدیر، کس بے رحم سے پالا پڑا ہے۔'' بالے لمبی سی ٹھنڈی سانس کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ اگر چلی گئی تو میرا تو ہرٹ فیل ہوجائے گا۔''

''گھبراؤ نہیں، وہ ساتھ والے کمرے میں ہی مقیم ہے۔''

''کیا سچ مچ۔تب تو میں آج ہی اپنا عشق کا جھجر اس کے دروازے پر پھوڑ کر آؤں گا۔''

وہ ساتھ چلتے ہوئے پلٹ کر الوداعی نظر سے سبز اسکرٹ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''بس اب کام کی باتیں کرو، بے ہودگی ہوچکی۔'' خان ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔

''چلیے ہوچکی۔'' وہ اس کے ساتھ ساتھ لمبے قدم اٹھانے لگا۔

اور دونوں ہال سے گزر کر اوپر چلے گئے۔وہ سبز اسکرٹ والی سفید لڑکی اپنی جگہ بیٹھی دلچسپ نظروں سے انھیں جاتے دیکھتی رہی۔اس کے بعد اس کی مسکراہٹ سنجیدگی میں بدل گئی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

موت کا بزنس

وہ مصلحتاً اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھے تھے کہ ٹھیک ۹۱/۲ بجے انھیں دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

''لیجیے، آ گئی کافی موت۔''

''آنے دو، اپنے پاس دو آنکھوں والی ہے۔ جاؤ دروازہ کھول کر دیکھو۔''

''اور اگر اس نے اکدم گولی سے بات کی تو؟''

''اینٹ کا جواب پتھر۔'' خان نے کہا۔

دستک پھر سنائی دی۔

''جاؤ دروازہ کھولو۔'' خان نے بالے کو ڈھکیلا۔

''میں پتھر ڈھونڈھ رہا ہوں۔''

لیکن خان کا موڈ بگڑنے سے پہلے ہی وہ دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ کا ایک پٹ جھٹکے سے کھول دیا۔

سامنے ایک طویل القامت تندرست آدمی گرم چسٹر پہنے کھڑا تھا۔ اس نے آنکھوں پر کالے شیشوں کی عینک چڑھا رکھی تھی۔ اور اس کے پیچھے ایک دبلا پتلا پستہ قد آدمی، جس کے چہرے پر مکاری اور شطنیت کے آثار جھلک رہے تھے، آگے کی طرف دونو ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ بالے تو ایک طرف ہٹا کھڑا تھا۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی خان انھیں سامنے صوفے پر بیٹھا نظر آیا۔

''کم ان پلیز۔'' یہ کہتا خان خود اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاؤ آر یو؟'' قد آور آدمی کمرے میں قدم رکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ ساتھ ہی اس

Akram Allahabadi

نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھادیا۔اس کا لہجہ صاف لیکن کسی آرزش کی طرح اکڑا ہوا تھا۔

''او کے۔''خان نے مختصر سا جواب دے کر اس کے سامنے کی طرف نشست پیش کی۔بالے نے ان کے اندر آنے کے بعد دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

''کچھ پئیں گے آپ؟''خان نے اخلاقاً پوچھا۔

''بزنس۔''وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔اس جواب پر خان نے جیب سے وہ فوٹو نکال لیا جو اسے بنگالی کی جیب سے ملا تھا۔وہ اسے اس اجنبی کے چہرے سے ملانے لگا۔ جس پر اجنبی مسکرادیا۔

''میں نے میک اپ کر رکھا ہے۔''وہ صاف الفاظ میں بولا۔''ویسے آپ میری یہ شکل دیکھنے پر اصرار ہی کریں گے تو میں اس کی بھی تکمیل کردوں گا۔''اس نے پراطمینان لہجے میں کہا۔

''خیر،ہمیں اب مقصد پر آجانا چاہیے۔''

''سگریٹ؟''وہ آدمی جیب سے سگریٹ نکال کر ایک سگریٹ اپنے منہ میں لگاتے ہوئے بولا۔

''نہیں،شکریہ۔''خان نے انگریزی میں کہا۔''آپ وہ لائے ہیں؟''

''ایسی چیز تو جان کے ساتھ ہی لگا کر رکھی جاتی ہے۔''

خان کو ان اخباری کترنوں سے نکالے ہوئے الفاظ یاد آگئے۔

''تو پھر؟''وہ اس کا ایماء معلوم کرنے کے لیے بولا۔

''میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔اور یہ... یہ آدمی؟''اس کا اشارہ بالے کی طرف تھا۔

''اس کی بدلی ہوئی شکل پر نہ جایئے،یہ میرا آدمی ہے۔''خان نے کہا۔

''یور آفر؟''اس نے خان سے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''ون۔'' خان نے صرف ایک انگلی دکھائی۔

''وہاٹ؟'' اس آدمی کا موڈ کچھ بگڑ سا گیا۔ ''آپ کو معاملہ کرنا ہے یا مذاق؟''

''خیر ۱/۲ لیجیے۔''

''۲/۱ سے ایک قدم پیچھے نہیں۔'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

''اچھا ایک منٹ تھمیے۔'' یہ کہہ کر خان اٹھا اور ان لوگوں کی نظر بچا کر بالے کو کچھ اشارہ کرتے ہوئے اندر چلا گیا۔

اس درمیان میں وہ دونوں بے قراری سے صوفے پر پہلو بدلتے رہے۔

''آپ کو کچھ تکلیف ہے؟'' بالے نے سنجیدگی سے پستہ قد آدمی سے پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بالے کو گھورتا ہوا بولا۔

''کھٹمل ہوں گے۔ دراصل اس ہوٹل کی طرح اس کا فرنیچر بھی پرانا ہے۔'' وہ ان کی توجہ کو بانٹنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

''اور کھٹمل، کھٹمل تو ماروا ڑیوں سے زیادہ خطرناک جانور ہوتے ہیں۔'' وہ بکتا رہا۔ مگر وہ دونوں اس کی گفتگو پر کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے۔

''آپ نے کبھی کسی کھٹمل سے ملاقات فرمائی ہے؟'' وہ زبردستی اس پستہ قد آدمی کو چھیڑنے لگا۔ جس پر وہ صرف اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

''صاحب، یہ کھٹملوں کا فلسفہ بھی عجیب ہے۔ انسان کے بدن کے میل سے پیدا ہوتے ہیں اور انسان کا ہی خون چوستے ہیں۔ یا الفاظ دیگر یہ انسان کی اولاد ہیں۔''

''کیا تم اپنا منہ بند نہیں رکھ سکتے؟''

''آپ میرا منہ بند رکھ سکتے ہیں، مگر کھٹملوں کا منہ بند نہیں رکھ سکتے۔ وہ تو آپ کی مزاج پرسی کرتے ہی رہیں گے۔''

''یار، آدمی ہو یا مینڈک؟'' پستہ قد آدمی جھنجلا گیا۔

Akram Allahabadi

''آپ نے درست فرمایا۔آدمی ہو یا مینڈک۔کھٹمل دونوں سے افضل ہیں۔اے کاش میں بھی کھٹمل ہوتا۔''بالے لمبی سی ٹھنڈی سانس کھینچ کر بولا۔

''تم کھٹمل ہوتے تو میں تمہیں چٹکی میں مسل دیتا۔''پستہ قد آدمی اور چڑ چڑا ہو گیا۔

''کام تو یقیناً بہادری کا ہوتا۔لیکن شاید آپ کھٹملوں کی جمہوریت پسندی سے واقف نہیں۔ساری دنیا میں اس وقت ۳۷ کھرب ۴۷ ارب ۵۷ لاکھ ۶۷ ہزار ۷۷۰ کھٹمل ہیں۔''بالے اس کے چڑ چڑے پن کی پروا کیے بغیر بکتا رہا۔لیکن قد آور آدمی شاید اب اس کی باتوں میں کچھ دلچسپی لے رہا تھا۔اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

''کھٹمل شماری کے ماہر معلوم ہوتے ہو۔''پستہ قد آدمی نے اپنا موڈ اور بگاڑتے ہوئے کہا۔

''جناب،اقوام متحدہ نے باقاعدہ اس کے لیے ایک بین الاقوامی کھٹمل شمار کمیٹی بنائی تھی۔یہ اسی کے اعداد و شمار عرض کر رہا ہوں۔''بالے کی ڈھٹائی جاری رہی۔

''بہت وسیع معلومات ہیں تمہاری۔''قد آور آدمی بھی بول اٹھا۔

''ویسے تو کئی فٹ وسیع معلومات رکھتا ہوں،آپ کی دعا سے۔لیکن...''

''اگر آپ حکم دیں تو میں ایک کھٹمل کم کر دوں اس تعداد میں؟''پستہ قد آدمی نے اس سیاہ چشمے والے کی طرف گھوم کر پوچھا۔

''اہاہا۔کھٹمل کو لقمۂ تر مت سمجھیے،پہلوان صاحب۔ہندوستان میں پلاننگ کمیشن کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۳۴ ارب کھٹمل اس وقت ہیں۔اور سیٹھ رک.ڈال.آ.ان کا قومی لیڈر ہے۔وہ آپ کے خلاف ڈائرکٹ ایکشن کر کے آپ کا بھرتہ بنا دیں گے،میرے اعداد و شمار کے مطابق۔''

''جہنم میں گئے تمہارے اعداد و شمار۔''پستہ قد آدمی بگڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''جہنم میں؟یعنی کہ اعداد و شمار سب جہنم میں۔اور آپ... جنت میں۔''

Akram Allahabadi

''باس، میں اب ضبط نہیں کرسکتا۔'' وہ اپنے ساتھی سے شکایت کرنے لگا، جواب تک مسکرا رہا تھا۔

لیکن اسی وقت خان باہر نکل آیا۔اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔

''میرے پاس اب اور وقت نہیں، مسٹر۔'' قد آور آدمی نے اسے آتے ہی ٹوک دیا۔

''مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں دو سے زیادہ پر سودا نہیں کرسکتا۔اب آپ منظور کریں یا نہ کریں۔'' خان نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''مجھے منظور ہے۔لیکن معاملہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کا ہوگا اور میں اس کے لیے صرف ۲۴ گھنٹے دے سکتا ہوں۔مجھے قیمت اسٹرلنگ پونڈ میں چاہیے۔''

''طے رہی۔''

''میں کل ٹھیک اسی وقت سون برج کے مغربی کنارے پر ویران پڑی ہوئی چوکی میں انتظار کروں گا۔اور تم جانتے ہو کہ یہ کام کس قدر احتیاط سے ہونا چاہیے۔''

''میں سمجھتا ہوں۔''

''تو پھر رخصت۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں کھٹملوں کے فلسفے کا باقی آئندہ آپ کو کسی اور ملاقات میں سمجھاؤں گا۔'' بالے نے بھی پستہ قد آدمی کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔مگر وہ اسے خونخوار نظروں سے گھور کر دانت پیستا رہ گیا۔وہ دونوں باہر نکل گئے۔

''معاملہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا، بالے۔'' خان نے ان کے جانے کے بعد سوچتے ہوئے کہا۔

''ایک اتنا خطرناک کھیل اور اس آسانی سے طے ہو؟ اپنی بھی سمجھ میں نہیں آرہا۔''

Akram Allahabadi

''کوئی بات ضرور ہے۔'' خان خطرے کی بو سونگھنے لگا۔ بالے دروازہ بھیڑ چکا تھا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت دروازے کے دونوں پٹ زور سے کھلے اور بالے اس سبز اسکرٹ والی شعلۂ جوالہ کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ خان بھی چونک پڑا۔

''آپ کے کمرے میں کہیں کوئی مادۂ آتشگیر تو نہیں رکھا گیا ہے؟'' اس نے آتے ہی خان سے پوچھا۔

''مادۂ آتشگیر؟'' بالے چونکا۔ ''اور یہاں؟ مگر وہ کمرے میں نہیں خادم کے دل میں رکھا گیا ہے۔'' وہ بڑے رومانی انداز میں نصف جھک کر بولا۔

''شٹ اپ۔'' اس نے بالے کو ڈانٹا اور پھر خان کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''میں سچ کہہ رہی ہوں۔ یہ دیکھیے، میری ایکسپوزر ڈٹکشن مشین بتا رہی ہے۔'' اس نے ایک چھوٹا سا ریڈیو نما سیاہ رنگ کا بکس، جس میں دو سرخ اور ہرے رنگ کے بلب اور چند چھوٹے چھوٹے لٹو نما سوئچ لگے ہوئے تھے، خان کی طرف بڑھا کر کہا۔ ڈٹکشن مشین کا سرخ بلب بار بار روشنی کے جھٹکے لے رہا تھا اور مشین میں ہرا سپارک کے ساتھ ہلکی ہلکی گونج کی آواز سنائی دیتی۔ خان اسے دیکھ کر چوکنا ہو گیا اور وہ تینوں اس کمرے میں چاروں طرف کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگے جس پر مادۂ آتش گیر کا دھوکا ہو۔ اچانک خان کچھ سوچ کر میز کے نزدیک ہی تپائی پر پڑے ہوئے گلدان پر جھپٹ پڑا۔ اس نے اسے جیسے ہی الٹا، اس میں سے ایک چھوٹی ٹائم پیس گھڑی جیسی کوئی شے باہر نکل آئی۔

''ٹائم بم!'' بالے کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

''اسے کھڑکی کے نیچے اس میدان میں پھینک دیجیے۔'' وہ لڑکی گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

اور خان نے پچھلی کھڑکی کے پٹ کھول کر پوری طاقت سے اس گھڑی نما شے کو اس میدان کی طرف پھینکا۔ یہاں چند درختوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور خوش قسمتی سے وہ اس

میدان میں ہی جا کر گرا۔اگر خدانخواستہ وہ تھوڑے سے فاصلے پر گرتا تو درمیان میں پھیلی ہوئی سڑک پر گر کر یقیناً دو چار راہ گیروں کی جان لے لیتا۔نائم بم میدان میں گرتے ہی پھٹ گیا اور اس کے دھماکے سے آس پاس کا علاقہ لرز اٹھا۔لوگ اپنے مکانوں سے نکل آئے۔ہوٹل کے آدمی کھڑکیوں سے سر نکال کر باہر جھانکنے لگے۔

''بہت بہت شکریہ آپ کا۔'' خان یہ کہتا ہوا نیچے کی طرف دوڑا۔

''میری طرف سے ڈبل شکریہ، میڈم۔'' بالے نے بھی خان کے پیچھے جاتے ہوئے اپنا فرض ادا کر دیا۔لیکن وہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

لیکن خان جیسے ہی نیچے آیا، اسے ہوٹل کے باہر ایک دوسرا مجمع لگا نظر آیا۔لوگ کسی کو گھیرے ہوئے تھے۔انہوں نے قریب پہنچ کر دیکھا کہ ہوٹل کا وہی بیرا جو خان کے کمرے میں کنگناتا ہوا آیا تھا، سڑک پر بے ہوش پڑا تھا۔اور اس سے کچھ دور پر اس پستہ قد آدمی کی پیٹھ میں گولی لگی تھی۔ریوالور بے ہوش بیرے کے ہاتھ میں تھا۔خان سمجھ گیا کہ وہ بیرا نہیں ہو سکتا۔یا تو کوئی سی آئی ڈی کا آفیسر ہے یا پھر کوئی مقتول کے مخالف گروہ کا فرد۔

ابھی وہ آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ دو طرف سے پولیس کی گاڑیاں آ پہنچیں، جن کی ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی سے لوگ چونک پڑے۔مجمع کے لوگوں کو پیچھے ڈھکیل کر وہ لاش کے قریب آ گئے۔بیرے کو اٹھا لیا گیا۔منہ پر پانی چھڑکنے سے اسے کچھ دیر بعد ہوش آ گیا۔لیکن وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

''یہ معاملہ کیا ہوا آخر؟'' ایک باوردی پولیس انسپکٹر نے پیچھے گھوم کر ہوٹل کے دربان سے پوچھا جو خاکی وردی پہنے کھڑا تھا۔

''حضور، میں نے دو آدمیوں کو ہوٹل سے نکل کر سڑک کے دسری سمت کھڑی ہوئی کار کی طرف جاتے دیکھا تھا۔اسی وقت یہ بیرا اندر سے نکل کر ان کے پیچھے بھاگا۔ان میں سے جو تگڑا سا آدمی تھا، وہ تو دوڑ کر گاڑی میں بیٹھ گیا، اور یہ بیرا دوسرے آدمی سے الجھ گیا۔جس پر

اس نے دو چار گھونسے اس کی ناک پر مارے۔ میں یہ دیکھ کر اپنی جگہ سے دوڑا ہی تھا کہ بیرے نے جیب سے پستول نکال کر اس پر گولی چلا دی اور وہیں گر پڑا۔ اسے گرتے دیکھ کر اس تگڑے آدمی نے موٹر چلا دی اور شور ہوتے ہوتے غائب ہو گیا۔ بیرا گولی چلانے کے بعد ہی یہیں گر کر بے ہوش ہو گیا۔'' دربان نے تھفیلا اسے بتایا۔

''مگر یہ لوگ کون تھے؟'' انسپکٹر سوچ میں پڑ گیا۔

''یہ لوگ ان دو آدمیوں سے ملنے آئے اور واپس جا رہے تھے۔ تب یہ واقع ہوا۔'' ہوٹل کے ایک دوسرے ملازم نے خان اور بالے کی طرف اشارہ کر کے انسپکٹر کو بتایا۔

''اچھا۔'' انسپکٹر خان اور بالے کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''اور، صاحب، میدان میں جو بم پھٹا ہے، وہ بھی ان ہی آدمیوں کے کمرے کی کھڑکی سے پھینکا گیا تھا۔ نیچے راستہ چلنے والوں نے خود اس کھڑکی سے کوئی چیز میدن کی طرف جاتی دیکھی تھی۔'' ہوٹل کے ایک اور ملازم نے بیان دیا۔

''تو یہ حرکت ہے۔'' انسپکٹر پھر بڑبڑایا اور بھاری بوٹوں سے فٹ پاتھ کو روندتا خان کے نزدیک آ گیا۔

''یہ کون لوگ تھے جو آپ سے ملنے آئے تھے؟'' اس نے پوچھا۔

''ہمیں نہیں معلوم۔'' بالے نے ٹکا سا جواب دیا۔

''اور بم آپ کے کمرے سے پھینکا گیا تھا یہ بھی نہیں معلوم؟''

''معلوم ہے۔'' بالے نے یہی جواب دے دیا۔

''کیوں؟'' انسپکٹر کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

''ہم ایٹم بم کا تجربہ کر رہے تھے۔'' بالے بے وقوفوں جیسی شکل بنا کر بولا۔

''اوہ، تو ذرا اب پولیس بم کا بھی تجربہ کر لیجیے چل کر۔'' انسپکٹر کا لہجہ خوفناک ہو گیا۔

''وہ بھی کر لیں گے۔'' بالے نے لاپرواہی سے کہا۔

Akram Allahabadi

''آپ لوگ کون ہیں؟'' اس نے ان سے پھر سوال کیا۔

''ہم کیوں بتائیں آپ پولیس والے ہیں خود معلوم کر لیجیے۔'' بالے نے ہی اس بار بھی جواب دیا۔ خان مصلحتاً خاموش تھا۔

''خیر، وہ بھی معلوم کر لیں گے۔''

یہ کہہ کر اس نے بیرے کو، جواب تک منی سے ایک لفظ بھی نہ بولا تھا، مع خان اور بالے کے پولیس کی گاڑی میں بٹھائے جانے کا حکم دیا اور لاش کو اٹھوا کر اس جگہ سے روانہ ہو گیا۔ منیجر اور ان دو بیروں کو پیچھے آنے کی ہدایت کر دی گئی تھی۔

بلاسپور پولیس ہیڈ کوارٹرز کی پتھریلی عمارت زیادہ بڑی نہ تھی۔ یہاں کا افسر اعلیٰ صرف ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا تھا جس کا دفتر عمارت کے اوپری حصے پر تھا۔ وہ یہاں کا شہر کوتوال کہلاتا تھا۔ لیکن جس وقت انسپکٹر ان نئے ملزموں کو لے کر کوتوالی کی عمارت میں داخل ہوا تو خلافِ معمول رات کے وقت بھی یہاں بڑی مستعدی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ کاغذ یا رجسٹر لیے ادھر سے ادھر آ جا رہا تھا۔

''معاملہ کیا ہے؟'' انسپکٹر نے حوالدار سے پوچھا۔

''دہلی والا بڑا صاحب آ گیا ہے۔'' حوالدار نے انشن رہ کر جواب دیا۔

''اوہ، چلو موقع سے آیا۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر کارکردگی کے زعم میں انھیں ساتھ لیے اوپر چڑھ گیا۔ خان اور بالے کو ہتھکڑی نہیں لگائی گئی تھی۔ لیکن اس بیرے کو، جس نے گولی چلائی تھی، ہتھکڑی لگا دی گئی تھی۔

ڈی ایس پی نے خبر پاتے ہی اسے اندر بلا لیا۔ یہاں وہ دہلی کے اسپیشل آفیسر رازی کو دیکھ کر اور زیادہ مؤدب ہو گیا۔

رازی سپرنٹنڈنٹ والی سیٹ پر آرام سے پیر پھیلائے بیٹھا تھا۔ لیکن انسپکٹر کے پیچھے داخل ہوتے ہوئے خان کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہیلو، آپ۔'' وہ خود آگے بڑھ آیا۔

''کیوں، تعجب ہو رہا ہے کیا؟'' خان نے مسکرا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''قطعئی نہیں، مجھے یقین تھا کہ کہیں جلد ہی ہماری مڈبھیڑ ہونے والی ہے۔'' رازی نے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''اور خاکسار کو سب نے مرانوش کر دیا ہے گویا۔''

''مرانوش؟'' رازی چونک کر مسکرایا۔

''یہ دانستہ بھول جانے کی قسم ہے۔ جس کے معنی ذرا خراب سے ہوتے ہیں۔''

''میں سمجھ گیا، بس آگے رہنے دو۔'' رازی نے اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔

''کچھ تو آپ کے انسپکٹر صاحب نے کمر ڈھیلی کر دی ہے کچھ آپ کر دیجیے۔'' بالے نے بچوں جیسا منہ بنا کر کہا۔

''کیوں، کیا ہوا؟'' رازی نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

''سر، مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ...'' انسپکٹر نے معذرت کرنی چاہی۔

''اوہ، ہاں... میں تعارف کرانا تو بھول ہی گیا۔ بھئی آپ ہیں ڈی ایس پی مسٹر گنجال اور آپ ہیں بمبئی کے مانے ہوئے سراغ رساں اور اس وقت اسپیشل انویسٹیگیشن آفیسر آف ساؤتھ حضور احمد خان صاحب۔'' رازی نے ان کا تعارف کرادیا۔ نام سنتے ہی بے چارے انسپکٹر کا منہ فق ہو گیا۔ خان اور ایس پی گرم جوشی سے مصافحہ کرنے لگے۔

''مم... مجھے بہت افسوس ہے سر۔'' انسپکٹر نے پھر معذرت کرنی چاہی۔

''آپ مفت میں شرمندہ نہ ہوں۔ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ ہمارے ماتھے پر ہمارے نام تو لکھے نہ تھے۔'' خان نے خود ہی انسپکٹر کی تسکین کر دی۔

''اور سپرنٹنڈنٹ صاحب، اس بدنصیب کو جس کا تعارف ہی گول کر دیا گیا، سارجنٹ بالے کہتے ہیں۔'' بالے نے خود ہی اپنا تعارف کرادیا۔

Akram Allahabadi

''جی ہاں، یہ خان صاحب کے خاص اسسٹنٹ ہیں۔ بڑے کام کے آدمی ہیں۔''
رازی ہنس کر بولا۔

''میں پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ خان صاحب کے ساتھ اور کون ہو سکتا ہے۔'' ایس پی نے بالے سے بھی بڑی خوش خلقی سے مصافحہ کیا۔

''وہ سفید پوش ہیرا کہاں ہے جس نے گولی چلائی تھی؟'' خان نے انسپکٹر سے پوچھا۔

''باہر موجود ہے۔'' انسپکٹر بولا۔

''ذرا بلایئے اسے اندر۔'' یہ کہہ کر خان رازی کے پاس والی نشست پر ہی بیٹھ گیا۔

چنانچہ انسپکٹر اسی وقت ہتھکڑی پہنے ہوئے اس ہیرے کو اندر لے آیا۔ خان اسے نیچے سے اوپر تک غور سے دیکھنے لگا۔ وہ ان کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔

''تم نے اس آدمی پر گولی کیوں چلائی تھی؟''

''میں صرف ایک آدمی سے گفتگو کرنا پسند کروں گا۔'' وہ بڑے عجیب سے اور بارعب لہجے میں بولا۔ جسے سن کر رازی بھی چونک پڑا۔

''یہ بات ہے۔'' رازی بڑبڑایا۔

''اچھا تو میں ان سے گفتگو کروں گا۔ آپ کا انویسٹیگیشن روم کدھر ہے۔'' رازی نے ڈی ایس پی سے پوچھا۔

''یہ دوسرا، انسپکٹر کامیلے بتائیں گے آپ کو۔'' ڈی ایس پی نے انسپکٹر کو اشارہ کیا۔

''کیا خیال ہے، خان صاحب؟'' رازی نے اٹھتے ہوئے مسکرا کر خان کی طرف دیکھا۔

''کوئی حرج نہیں، لیکن بھروسہ نہ کر لینا۔'' خان نے آہستہ سے کہا۔

چنانچہ رازی وہاں سے اٹھ کر پاس والے دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں چند کرسیاں اور ایک میز پڑی تھی۔ کمرے کی تمام کھڑکیوں میں سیاہ پردے لٹکے ہوئے تھے۔

انسپکٹر سفید وردی والے بیرے کو چھوڑ کر واپس چلا گیا۔اور رازی نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

''اب فرمایئے؟'' رازی نے برقی لائٹ آن کرتے ہوئے کہا۔

بیرا اس سے پوچھے بغیر ہی ایک گدی دار کرسی پر بیٹھ گیا۔

''میں نے خان صاحب اوران کے اسسٹنٹ کو نائم بم سے ہلاک کرنے کی کوشش کرنے والے مجرم پر گولی چلا کر کوئی ایسا جرم تو نہیں کیا ہے جس کے عوض یہ فولادی زیور مجھے پہنائے جائیں؟'' وہ مسکرا کر بولا۔

''قانون کے مطابق تو آپ کے ہاتھ سے ایک خون ہوا ہے۔رہیں اس کی وجوہ تو عدالت آپ کے ساتھ انصاف نہیں کرے گی۔'' رازی نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

''ذرا میری جیب سے سگریٹ کیس نکال کر ایک سگریٹ مجھے دے دیجیے۔'' اس نے فرمائش کی۔

''میں پیش کروں۔'' رازی نے اپنا سگریٹ کیس نکالا۔

''جی نہیں، میں صرف اپنی سگریٹیں پینے کا عادی ہوں۔آپ کا شکریہ۔'' وہ صاف لہجے میں بولا۔

''یوں ہی سہی۔'' یہ کہہ کر رازی نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کیس نکال لیا۔لیکن اس نے جیسے ہی اسے کھٹکے سے کھولا، کیس کا ڈھکن کھلتے ہی اس میں سے سفید سفید دھواں اڑ کر پھیلنے لگا۔

رازی گھبرا کر جیب میں ہاتھ ڈال ہی رہا تھا کہ اسے چھینک آ گئی۔اور پھر لگاتار تین چھینکیں اور آئیں، مگر وہ سفید پوش بیرا مسکرا رہا تھا۔اس پر دھوئیں کا کوئی اثر نہ تھا۔

''دھو...دھوکا۔'' رازی کے منہ سے بمشکل نکلا اور وہ چکرا کر وہیں گر پڑا۔وہ آدمی رازی پر جھک گیا۔اس نے رازی کے بدن سے اس کا سوٹ اتار ڈالا۔

اور تھوڑی دیر بعد جب وہ انویسٹیگیشن روم کی پچھلی گیلری میں کھلنے والی کھڑکی کھول کر گیلری میں کودا تو وہ سرسری نظر سے دیکھنے پر رازی ہی معلوم ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے زینے سے نیچے اتر گیا۔ نیچے پولیس کا عملہ اسے دیکھ کر اٹینشن ہو گیا۔ لیکن وہ کسی کی طرف نظر اٹھائے بغیر تیز تیز قدم رکھتا ہوا باہر سیڑھیوں کے قریب کھڑی ہوئی ایک پولیس کار میں بیٹھ گیا۔ اس کا ڈرائیور بھی اسے دیکھ کر چوکنا ہو گیا تھا۔ اس نے فوراً اسٹیرنگ سنبھال لیا۔

"ایروڈروم چلو، فوراً۔ اور جس قدر تیز چل سکو۔" اس نے ڈرائیور کو حکم دیا۔

حکم کے پابند ڈرائیور نے بغیر کچھ سوچے سمجھے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پھانسی

رازی کو انویسٹیگیشن روم میں گئے ہوئے جب دس منٹ ہو گئے، تو خان کو بے چینی سی ہونے لگی۔ وہ کسی سے کچھ کہے سنے بغیر ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا۔ یہاں انسپکٹر اب تک باہر کھڑا تھا۔ وہ خان کو دیکھ کر اٹینشن ہو گیا۔

''کیا ابھی تک نہیں نکلے؟'' خان نے پوچھا۔

''جی نہیں، صاحب۔'' وہ مؤدب لہجے میں بولا۔

پھر خان خود ٹہلتا ہوا انویسٹیگیشن روم کی ایک بند کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے یوں ہی اسے جو ہلکا سا دھکا دیا تو وہ کھل گئی۔ لیکن جیسے ہی خان نے اندر جھانکا، وہ چونک پڑا۔

''بالے!'' اس نے چیخ کر بالے کو پکارا اور خود اسی کھڑکی سے کود کر اندر داخل ہو گیا۔ انسپکٹر بھی دوڑ پڑا۔ اندر رازی فرش پر بے ہوش پڑا تھا اور اس کے جسم پر صرف ایک قمیص اور چڈی تھی۔ اس بیرے کا سفید سوٹ ایک طرف پڑا تھا۔ رازی کے قریب ہی کاغذ کا ایک پرزہ پڑا تھا جس پر جلدی میں کچھ لکھا گیا۔ بالے بھی اتنے میں کھڑکی سے کود آیا۔ اور اس نے داخلی دروازے کو کھول دیا۔ جس کے ذریعے ڈی ایس پی گنجال اور انسپکٹر کامیلے بھی اندر آ گئے۔

''رازی صاحب کو ہوش میں لاؤ۔'' خان نے بالے کو ہدایت کی اور خود وہ کاغذ روشنی میں پڑھنے لگا۔ تحریر زیادہ صاف نہ تھی، پھر بھی سمجھ میں آتی تھی۔ اس میں لکھا تھا۔

ڈیئر سراغ رساں،

میں نے تمہارے دشمن کو ہلاک کیا مگر تمہارے دوست نے مجھے ہی ہتھکڑیاں پہنا رکھی ہیں۔ مجھے کسی کا پابند رہنا قطعی پسند نہیں۔ اس لیے میں جا رہا ہوں۔ میرا تمہارا کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ لیکن اس چیز کا خیال چھوڑ دو جس کے پیچھے تم دوڑ رہے ہو، وہ میری ملکیت ہے

اور میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔

اور ہاں، تمہارے ان بے قوف اسسٹینٹس کی قید سے میں نے اپنے ساتھیوں کو آزاد کرا لیا ہے۔ تمہارے آدمی تمہیں مل جائیں گے، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

فقط۔ یو جو

''اوہ، تو یہ جوموکا پو جو تھا۔'' خان خط پڑھ کر بڑبڑایا۔

''یعنی؟'' ڈی ایس پی نے پوچھا۔

''ایک خطرناک جاپانی ایجنٹ، جس کے آدمیوں کو قید کر کے ہم ان کی شکل میں یہاں آئے تھے۔'' خان نے بتایا۔

''مگر وہ دونوں تو ایک دوسرے کے مخالف تھے؟'' بالے پوچھ بیٹھا۔

''وہ سب دکھاوے کی باتیں تھی تاکہ کم از کم ایک تو شبہ سے بچا رہے۔'' خان نے کہا۔

رازی کو بھی اس وقت ہوش آ گیا۔ وہ خود کو اس حلیے میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ خان اور ڈی ایس پی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ اور جس وقت خان نے اسے وہ خط بتایا تو وہ اپنی چڈھی اور نیم عریاں بدن کو بھول کر اس کے الفاظ میں کھو گیا۔

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک شیشے کی آنکھ 'کی مین' کے قبضے میں ہے اور آپ پر حملہ کرنے والے بھی کی مین کے آدمی تھے۔'' اس نے خان سے کہا۔

''آپ کی قیام گاہ سے کپڑے منگوا دوں؟'' ڈی ایس پی نے پوچھا۔

''جی ہاں، لیکن ذرا جلدی۔'' وہ بولا۔ چنانچہ ڈی ایس پی نے انسپکٹر کامیلے کو ہدایت کر دی کہ وہ فوراً ہی کوئی آدمی گاڑی پر بھیج دے۔ رازی کو وہیں چھوڑ کر خان نیچے آ گیا اور جب اسے یہاں معلوم ہوا وہ رازی صاحب پولیس کی گاڑی لے کر ایروڈرم گئے ہیں تو وہ چونک پڑا۔

''آپ اس کی پیرے والی سفید وردی کی تلاشی لیجیے۔ بالے، تم میرے ساتھ آؤ۔''

خان نے انسپکٹر کامیلے کو ہدایت کی۔

پولیس کی ایک جیپ کار باہر کھڑی تھی۔خان اور بالے اسی میں بیٹھ گئے۔ڈرائیور انسپکٹر کامیلے کو خان کے سامنے اٹینشن دیکھ چکا تھا،اس لیے وہ سمجھ گیا کہ گاڑی میں بیٹھنے والے پولیس کے بڑے آفیسرز ہیں۔

''ایرو ڈروم چلو،مگر بہت تیز۔'' خان نے اسے ہدایت کی اور اس نے فوراً ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

''ہم لوگ بڑے احسان فراموش ہیں۔''بالے نے پچھلے سیٹ پر بیٹھے بیٹھے کہا۔

''کیوں؟''خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''وہ سبز اسکرٹ۔بے چاری نے کس قدر بروقت ہماری جان بچائی اور ہم نے ڈھنگ سے شکریہ بھی ادا نہ کیا۔''بالے نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

''اس کی شخصیت بھی مجھے پراسرار معلوم ہوتی ہے۔ہم اسے فراموش نہیں کریں گے۔''خان بولا۔

''آپ کو تو ہر چیز پراسرار نظر آنے لگتی ہے۔کل جنت میں گئے تو حوریں بھی پراسرار نظر آئیں گی۔''بالے کو جیسے خان کا جملہ کھٹکنے لگا۔

''اس میں بھی کیا شک ہے۔ہزاروں سال کی عمریں رکھنے والی حوریں کیا پراسرار نہ ہوں گی۔''

''تو پھر جنت میں آپ اپنی حوروں کو میرے غلمانوں سے بدل لیجیے گا۔''

''ڈرائیور،ذرا اور تیز۔'' خان نے ان سنی کر کے ڈرائیور کو ہدایت کی اور ڈرائیور نے رفتار اور بڑھا دی۔

''آپ نے میری پیشکش کا جواب نہیں دیا؟''بالے نے بیٹھے بیٹھے سوال کیا۔

''اور اگر تم دوزخ میں گئے،جیسا کہ تمہارے اعمال سے ظاہر ہے؟''

"ناممکن۔ میں بڑا نیک آدمی ہوں۔ اور پھر بھی دوزخ ملی تو وہاں ایستھر ولیمز تو ضرور ملے گی۔" بالے نے ڈھٹائی سے کہا۔

"رؤف اور ابراہیم کا اب تک نہیں ہے۔" خان نے اپنا موڈ بدلتے ہوئے کہا۔

"اس نے لکھا تو ہے کہ تمہارے ساتھی تمہیں مل جائیں گے۔"

"لیکن وہ اس کے قبضے میں گئے کیسے؟"

"اس نے بھائی حرام موچھ کو کوئی کھری سنا دی ہوگی۔"

"اور تیز کرو، ڈرائیور۔" خان نے پھر ڈرائیور کو ٹوکا۔

"صاحب، ہلکی گاڑی ہے، الٹ نہ جائے۔" وہ بولا۔

"اف... فوہ..." خان اپنی جانگ پر ہاتھ مارنے لگا۔

"آپ فون کیوں نہیں کر دیتے ایروڈروم کو؟"

"یہ فلائٹ کا ٹائم ہے۔ اس وقت میل لے جانے والا مسافر بردار جہاز یہاں سے گزرتا ہے بہت ممکن ہے فون کی لائن ہمیں دیر تک خالی نہ ملے۔ چلو پھر بھی کوشش کر لیں۔" خان نے ڈرائیور کو گاڑی ایک جگہ روکنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں دیر تو ہو گئی ہے۔" بالے نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

سامنے ایک پٹرول پمپ تھا، جس کے کاؤنٹر کی کھڑکی پر فون رکھا نظر آرہا تھا۔ کاؤنٹر والے نے انھیں فون کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن اتفاق سے اس وقت ایروڈروم کی لائن خالی نہ تھی۔ خان نے تین بار رنگ کیا اور تینوں بار لائن خالی نہ ملی۔ جھنجلا کر وہ پھر کار میں آبیٹھا۔

"بالے، تم ڈرائیو کرو۔" اس نے بالے کو اشارہ کیا۔ ڈرائیور ایک طرف ہٹ گیا اور بالے نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔

☆☆☆☆☆☆

وہ جس وقت ایر وڈروم پہنچے، میل پلین T-15 دہلی کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ اسے اسٹیشن چھوڑے صرف پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ لیکن یہ معلوم کر کے خان کو مایوسی ہوئی کہ کوئی نیا مسافر اس جہاز سے سوار نہیں ہوا ہے۔

''تو کیا وہ شہر میں ہی ہے؟'' بالے نے پوچھا۔

''ممکن ہے اس نے محض دھوکا دینے کے لیے ڈرائیور کو ایر وڈروم چلنے کے لیے کہا ہو اور بعد میں کسی اور طرف لے گیا ہو۔''

''ایسا کیوں؟''

''بچے نہ بنو بالکل، اس طرح پولیس یقیناً ایر وڈروم ہی کی طرف دوڑتی اور اسے صحیح تعاقب سے بچ کر کافی دور نکل جانے کا موقع مل جاتا۔''

''کوئی گریٹ آدمی معلوم ہوتا ہے۔'' بالے نے سر جھٹک کر تبصرہ کیا۔

''اونٹ جب تک پہاڑ تلے نہ آئے خود کو گریٹ ہی سمجھتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ کافی چالاک اور منظم ہیں۔''

''پھر اب؟''

''سر دست واپس چلو تا وقتیکہ اس پولیس کار کا پتا نہ چل جائے۔ کوتوالی چل کر اس کی تلاش کرائی جائے گی۔'' خان نے یہ کہہ کر ڈرائیور کو اشارہ کیا کہ وہ ڈرائیونگ سنبھال لے۔

وہ پولیس ہیڈ کوارٹرز کے طرف واپس روانہ ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

جب وہ پولیس ہیڈ کوارٹرز واپس پہنچے تو رازی کپڑے پہن کر تیار ہو چکا تھا۔

''پولیس گاڑی کا کچھ پتا چلا؟'' خان نے آتے ہی پوچھا۔

''ابھی تک تو نہیں۔''

Akram Allahabadi

''براہِ کرم وائرلیس سے تمام پولیس چوکیوں کو خبر کرا دیجیے تا کہ شہر بھر میں تلاشی شروع ہو جائے۔'' خان ڈی ایس پی گنجال سے بولا۔

''ابھی لیجیے۔'' وہ یہ کہہ کر کھسک گئے۔

خان، رازی اور بالے وہیں بیٹھ کر آئندہ پروگرام بنانے لگے۔ سردست ان کی جدوجہد تقریباً ناکام ہو چکی تھی۔ وہ پراسرار لوگ ان کے ہاتھ میں آ آ کر نکل گئے تھے اور ان سے کچھ بھی معلوم نہ کیا جا سکا تھا۔ جامی نے خان کو کالنگڑھ کے تمام واقعات بھی بتا دیے۔

''تو اس انگریز کی لاش کا کیا ہوا؟''

''اس کے بارے میں کوئی تصدیق حاصل نہ کی جا سکی۔ تمام غیر ملکی سفارت خانوں نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔ لیکن عام طور پر یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ وہ کوئی اطالوی آدمی تھا۔'' رازی نے بتایا۔

''اطالوی اور جرمن مشترک طور پر کام کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ بات بآسانی سمجھ میں نہیں آتی کہ کی مین پھر کون ہو سکتا ہے۔ یہ تو واضح ہے کہ وہ زبردست اور پراسرار طاقت کا مالک ہے اور اس کے ذرائع بھی لامحدود ہیں۔'' خان نے تبصرہ کیا۔

''اگر پہلی واردات کے بعد پائے جانے والے چاقو پر بنے ہوئے نشانات کو کی مین سے منسوب کیا جائے تو وہ مارک جرمنی ہیں۔ لیکن اس طرح مرنے والا یقیناً کی مین تو نہ ہوگا۔ اور یہ بھی قریب قیاس نہیں کہ کی مین نے اپنے کسی آدمی کی آنکھ میں وہ قیمتی چیز لگا کر بھیجی ہو جس کے حصول کے لیے لوگ اپنے ساتھیوں پر بھروسہ نہیں کر رہے۔'' رازی بولا۔

''اور کیا یہ ممکن نہیں کہ اس نے محض کسی مصنوعی اور معمولی آنکھ سے اپنے مخالفوں یا ہم لوگوں کو دھوکا دیا ہو؟'' خان نے کہا۔

''ہمارا تو سوال ہی اس وقت پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مقابلہ ضرور اس جوکایو جوا اور کی مین کے درمیان ہی رہا ہوگا اور جب اس مقتول اطالوی کی آنکھ بھی مصنوعی ثابت ہوئی ہوگی، جو

کالنگڑھ میں جومو کایوجو یا اس کے آدمیوں نے اسے قتل کر کے حاصل کی، تب شاید ان میں بزنس کی بات شروع ہوئی ہو۔'' رازی نے کرسی کی پشت سے ٹک کر اظہارِ خیال کیا۔

''مجھے بھی وہ ہدایت جو تصویر کی پشت پر تھی، اس کی تصدیق معلوم ہوتی ہے۔''

''تو پھر کی مین جرمن بھی نہیں۔'' بالے بول اٹھا۔

''وہ کیسے؟'' رازی نے مسکرا کر پوچھا۔

''ورنہ وہ اس اہم ترین راز کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنے کی کوشش نہ کرتا۔'' بالے نے رائے دی۔

''اس وقت تم کسی عقل مند کی اولاد معلوم ہو رہے ہو۔'' خان مسکرایا۔

''ہائے، عشق نے غالب نکما کر دیا، ورنہ بالے صاحب بھی آدمی چوکور تھے۔'' بالے نے لمبی سی ٹھنڈی سانس بھر کر شعر عرض کر دیا۔

''میں نے تم سے ہزار بار کہا کہ جب تمہیں شعر و شاعری کی الف بے سے بھی نسبت نہیں تو فضول جھک نہ مارا کرو۔'' خان نے برا سا منہ بنا کر اسے ڈانٹ دیا۔

''نسبت، اور شعر و شاعری سے؟ لاحول ولاقوۃ۔ لڑکوں کی نسبت لڑکیوں س ہوا کرتی ہے۔ چہ نسبت رابا عالمِ خاک۔''

''آ گئے اپنی اصلیت پر۔''

''کاش میں اپنی اصلیت پر آ جاتا تو آج سارا ہندوستان فتح کر لیا ہوتا۔''

''یہ کون سی وحشت ہے؟'' رازی بھی پوچھ بیٹھا۔

''خادم بنی تاتارے ہے۔''

''تاتاری چور بھی خاصے مشہور تھے۔''

''میرے پردادا مرحوم نوشیرواں کے نائٹ آف دی چوکور ٹیبل تھے۔''

''چوکور ٹیبل؟''

''کنگ آرتھر کی راؤنڈ ٹیبل کے جواب میں نوشیرواں نے چوکور ٹیبل بنوائی تھی۔''
بالے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''بس، اب اپنی بکواس رہنے دو، بہت طوالت پکڑ گئی۔'' خان نے اس کی بات کاٹ دی۔

''کاش میں اس 'طوالت' کا جواب دے سکتا۔''

''شٹ اپ۔'' خان نے ڈانٹا۔

''میں شٹ اپ ہوں۔'' بالے نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور رازی ہنس پڑا۔

''جامی بھی اسی طرح میری ناک میں دم کیے رہتا ہے۔''

''وہ ہے کہاں؟'' خان نے پوچھا۔

''مجھے خود اس کا انتظار ہے۔ میں اسے ناگپور میں چھوڑ آیا تھا۔ لیکن یہاں آ کر مجھے اندازہ ہوا کہ سازشوں کا یہ مرکز اب ناگپور سے منتقل ہو چکا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے ٹرنک کال پر یہاں پہنچنے کی ہدایت کر دی ہے۔'' رازی نے بتایا۔

''کیا وہ ٹرنک کال پر چڑھ کر آئے گا؟'' بالے نے فوراً رازی کے الفاظ پکڑ لیے۔

ابھی وہ گفتگو ہی کر رہے تھے کہ انسپکٹر کامیلے اندر آ پہونچا۔ اس کے ہاتھ میں اس بیرے کا سفید کوٹ تھا۔ اس نے وہ خان کی طرف بڑھا دیا۔

''اس میں سے صرف ایک سفید سا چھوٹا وزیٹنگ کارڈ نکلا ہے جو اوپر کی جیب میں چپکا ہوا تھا۔'' اس نے بتایا۔ ساتھ ہی ایک چھوٹا سا وزیٹنگ کارڈ اس نے رازی کی طرف بڑھا دیا۔

رازی اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے وہ خان کی طرف بڑھا دیا۔

''کے اینڈ براؤن لمیٹڈ، کناٹ پیلس، دہلی۔'' خان نے انگریزی میں چھپے ہوئے الفاظ دہرائے۔

Akram Allahabadi

''کے اینڈ براؤن...'' رازی سوچتے ہوا بولا۔''میرا خیال ہے کہ میں نے کناٹ پیلس میں ایسی کوئی فرم نہیں دیکھی، نہ نام سنا ہے۔''

''ممکن ہے کوئی غیر معروف یا چھوٹی سی فرم ہو۔'' خان نے رائے دی۔

''ارے مگر آپ اسے 'کے' ہی کیوں پڑھ رہیں ہیں۔ K سے تو کی (key) بنتا ہے۔'' بالے بول اٹھا۔

''انگریزوں کے نام اسی طرح کے ہوتے ہیں۔'' رازی نے کہا۔ لیکن خان اس تجویز پر چونک پڑا۔

''بھئی رازی صاحب، یہ ضرور 'کی' ہے، 'کے' نہیں۔ اور 'کی' سے کی مین ہوسکتا ہے، ورنہ یہ کارڈ جو موکا یوجو کے جیب سے نہ برآمد ہوتا۔'' خان نے کارڈ کو دوبارہ دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایکسیلینٹ۔'' رازی کے منہ سے نکلا۔''لاحول ولاقوۃ، میرا ذہن اس طرف سے بالکل غافل تھا۔''

''میرے خیال میں کی مین اور یوجو دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کوئی داؤ کھیلنا چاہتے ہوں گے۔ یا پھر کی مین کو ہم لوگوں کے نقلی نمائندے ہونے کی خبر کسی طرح ہوگئی ہوگی، اس لیے اس نے سودے کا معاملہ گول کر کے ہمیں راستے سے ہٹانے کی فکر کی ہوگی۔''

''تب پھر یوجو اس کے آدمی پر گولی کیوں چلاتا؟''

''یوجو نے یہ جان لینے کے باوجود کہ ہم اس کے آدمی نہیں بلکہ سرکاری سراغ رساں ہیں، ہمارا کھیل نہیں بگاڑا۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہوسکتی ہے کہ اس طرح ایک تیر دو شکار والا معاملہ کرنا چاہتا ہوگا۔ وہ سمجھتا ہوگا کہ اگر ہم لوگوں نے وہ آنکھ حاصل کر لی تو وہ اسے ہم سے بآسانی لے اڑے گا۔ اور اس کی حکومت کے دو کروڑ روپے بچ جائیں گے۔''

''حکومت کے؟'' رازی نے چونک کر پوچھا۔

Akram Allahabadi

''کیوں نہیں۔کسی قیمتی راز کی اتنی بڑی قیمت کوئی حکومت ہی دے سکتی ہے۔''

''لیکن دو کروڑ روپے؟ یہ کیسے معلوم ہوا آپ کو؟''

''ہماری بات چیت ایک سے شروع ہو کر دو تک پہنچی تھی اور یقیناً لاکھ دو لاکھ کے لیے کوئی اتنا بڑا کھیل نہ کھیلے گا۔پھر جب کہ وہ شیشے کی آنکھ اتنی اہمیت رکھتی ہو کہ اس کے لیے اتحادی ہیڈ کوارٹرز بھی فکر مند ہو جائیں۔''

''بات تو پتے کی ہے۔اور تبھی کمبخت جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔اسے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی آنکھ تک نکلوا دیتے ہیں۔''رازی بولا۔

''ایک ترکیب میری سمجھ میں آئی۔''خان پھر چونکا۔

''کیا ہے؟''

''بالے کی بھی ایک آنکھ نکلوا دی جائے۔''

''کیا فرمایا حضور نے؟''بالے گھٹے ہوئے گلے سے تقریباً چیخ اٹھا۔

''تم کانے ہو کر زیادہ پرکشش معلوم ہو گے لڑکیوں کے لیے۔''

''بڑا خطرناک مذاق فرما رہے ہیں آپ۔''

''میں سنجیدہ ہوں۔''

''مم...میں...ابھی آیا۔''یہ کہہ کر بالے دروازے کی طرف دوڑا۔لیکن خان نے اس کا کالر تھام لیا۔

''دیکھیے نا...مجھے حاجت بیت الخلاء آواز دے رہی ہے۔''

''ابھی بیٹھو نا،میرے بچے،ادھر۔''

''مجھے تو اپنی فرزندی سے معاف ہی رکھیے،قبلہ۔میں پہلے ہی یتیم ویسیر ہوں۔''

''بیٹھو سیدھے سیدھے۔''

''مم...میں کھڑکی سے کود کر خودکشی کر لوں گا۔''

''ہم تو صرف ایک آنکھ مانگ رہے ہیں، تمہاری جان نہیں چاہیے۔''

''مجھے معاف رکھیے۔ بہت سے کانے مل جائیں آپ کو۔ ہندوستان میں ہر گیارہواں آدمی کانا ہے۔''

''ہمیں صرف تمہاری ایک آنکھ چاہیے۔''

''ارے لوگو! کوئی بچاؤ۔ یہ دونوں پولیس افسر مل کر مجھے دجال بنانا چاہتے ہیں۔ ہائے، مدد، مدد۔ ہیلپ، ہیلپ۔'' بالے اچھلنے کودنے لگا۔

''مذبح کے بکرے کی طرح چیختے کیوں ہو، اکو۔ ابھی تھوڑی نکال رہے ہیں تمہاری آنکھ۔''

''تو پھر کب؟'' بالے نے بے بسی سے پوچھا۔

''جب تم کہو۔''

''تو پہلے مجھے شادی کر کے دو چار بچوں کا باپ بن جانے دیجیے۔''

''ابے احمق، تمہاری ایک آنکھ پر صرف پلاسٹک کا کور چڑھایا جائے گا۔'' خان نے اس کا کان تھام کر کہا۔

''ایسا، تو آنکھ سلامت رہے گی نا؟''

''بالکل۔ صرف کچھ رعرعے کے لیے لڑکیاں تمہیں کانا سمجھ کر تم پر لعنت بھیجا کریں گی۔''

''میں کانا بننے کی قیمت لوں گا۔''

''تب پھر آنکھ ہی نکالنی پڑے گی۔''

''میرا استعفٰے۔ میں اس سارجنٹی سے تو بہتر ہے مہالکشمی ریس کورس میں چنے بیچ لوں گا۔''

''جیسی روح، ویسے فرشتے۔ خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ سر دست کیا پروگرام

ہے؟'' رازی بیچ میں دخل دیتے ہوئے بولا۔

''اس کے باوجود کہ دہلی کا پتا اس کی جیب سے برآمد ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یا تو خود کی مین یا کم از کم وہ شیشے کی آنکھ ابھی اسی علاقے میں موجود ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو پہلے ان لوگوں کو یہیں تلاش کیا جائے۔ تب تک ہمارے آدمی بھی آجائیں گے۔'' خان نے رائے دی۔

''صاحب!'' ایک اردلی اندر داخل ہوا۔ ''آپ کا فون ہے۔'' اس کا اشارہ رازی کی طرف تھا۔

رازی اٹھ کر آفس میں چلا گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا۔ فون خود ڈی ایس پی گنجال کی طرف سے تھا۔

''میں روی پٹھ کے تھانے سے بول رہا ہوں۔ وہ کار معہ ڈرائیور کے مل گئی ہے۔ ڈرائیور زخمی اور بے ہوش ہے اور اس کار میں دو آدمی اور بے ہوش پڑے ہوئے ہیں، جن کے گلوں میں گھنٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔'' سپرنٹنڈنٹ کی آواز سنائی دی۔

''گھنٹیاں بندھی ہوئی ہیں؟'' رازی نے عجیب سا منہ بنا کر پوچھا۔

''جی ہاں۔'' کار اسٹیشن روڈ کی ایک تنگ و تاریک گلی میں کھڑی ملی ہے۔ ڈرائیور کو میں نے دونوں آدمیوں سمیت ہسپتال بھیج دیا ہے۔''

''سول ہسپتال؟''

''جی ہاں۔''

''اچھا تو ہم بھی وہیں آتے ہیں۔ آپ بھی موجود رہیں تو بہتر ہوگا۔'' رازی نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سبزا سکرٹ کا شکریہ ادا کر آؤں۔'' بالے نے کھسکنے کی کوشش کی۔ خان اس وقت سنجیدہ موڈ میں تھا اور ایسے موقعوں پر اس کا فیصلہ کیا ہوگا، یہ

Akram Allahabadi

پہلے سے جان لینا مشکل ہوتا۔لیکن غیر متوقع طور پر اس نے بالے کو اجازت دے دی۔"وہ کون ہے یہ اچھی طرح معلوم کر کے آؤ۔لیکن نہ اسے شبہ ہو اور نہ زیادہ دیر لگانا۔" خان نے ہدایت کی۔

"بس یوں آیا۔" بالے نے چٹکی بجائی اور باہر نکل گیا۔رازی جب باہر آیا تو بالے جا چکا تھا۔خان ڈی ایس پی کے فون کی خبر سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور وہ دونوں اسی وقت باہر کھڑی ہوئی آفیسرز پولیس کار میں سول ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سبز اسکرٹ

''کیا میں اندر آسکتا ہوں؟'' شاردا کے روم ۱۰ کا دروازہ کھلنے پر سارجنٹ بالے نے بڑے متین لہجے میں کہا۔ گھنٹی کی آواز پر دروازہ کھولنے والی خود سبز اسکرٹ والی گوری خوبصورت لڑکی تھی، جسے دیکھ کر بالے کے جذبۂ عشق کو دو تین جھٹکے لگے۔

''تشریف لایئے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔ اور بالے کے ذہن میں باریک باریک گھنٹیاں بجنے لگیں۔ وہ الف لیلیٰ کے کسی ہیرو کے انداز میں نازک خرامی کرتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔

''بیٹھیے۔'' اس نے ادائے محبوبانہ سے مل کھا کر ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''لیجیے بیٹھ گیا۔'' بالے اس کے سامنے ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ نیم عریاں سبز لباس سے اس کا گورا گرا بدن کھلے ہوئے پھول کی طرح جھانک رہا تھا۔ اسے سر سے پیر تک دیکھ کر بالے کو جھرجھری سی آ گئی۔

''سگریٹ۔'' اس نے میز پر رکھا ہوا ایک آبنوسی سگریٹ کیس آگے بڑھا دیا۔

''جی شکریہ۔ دراصل میں آپ کا تفصیلی شکریہ ادا کرنے آیا تھا۔ آپ نے بُرے وقت پر ہمیں خبر کی، ورنہ اپنا تو صفایا تھا۔'' بالے کا لہجہ کسی قدر بے تکلفانہ ہوگیا۔

''اوہ، وہ تو میرا فرض تھا۔'' وہ مسکرا کر بولی۔ اور بالے کا جی چاہا کہ بس وہ اسی طرح مسکراتی رہے۔

''آپ لوگ انڈین پولیس ڈپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں نا؟'' اس کے اس غیر متوقع سوال پر بالے چونک پڑا۔ لیکن فوراً ہی اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے مسکرا دیا۔

''پہلے یہ بتایئے کہ آپ کو یہ علم کیسے ہوا؟'' بالے نے بچوں جیسا سوال کیا۔

''میرا تعلق بھی وارڈ پارٹمنٹ کی سیکرٹ سروس سے ہے۔'' وہ بلا جھجک بولی۔

''سیکرٹ سروس سے؟''

''جی ہاں۔میرا نام بیلی تھامپسن ہے۔''

''تب تو بالے صاحب کا اللہ بیلی ہے۔'' بالے نے ہندوستانی میں آہستہ سے کہا۔

''جی؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''میں کہہ رہا تھا کہ نام بہت خوبصورت ہے۔''

''اور آپ؟'' وہ تعارف حاصل کرنا چاہتی تھی۔

''نیاز مند کو اسپیشل انوسٹیگیشن آفیسر حضور احمد خان کہتے ہیں۔'' بالے نے اپنا تعارف سنجیدگی سے کرادیا۔

''اوہ تو آپ اسپیشل آفیسر ہیں۔'' لڑکی نے پر اشتیاق لہجے میں کہا۔''اور وہ آپ کا ادھیڑ عمر ساتھی؟'' اس کا مطلب خان سے تھا شاید۔

''اوہ، وہ بڈھا آدمی۔وہ میرا اسسٹنٹ سارجنٹ بالے ہے۔''

''نااہل ہوگا جب ہی اس عمر تک سارجنٹ بنا ہوا ہے۔''

''اجی قطعی نااہل ہے۔''

''مجھے سچ مچ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔'' وہ پر مسرت لہجے میں بولی۔

''اور میں تو آپ سے ملنے سے پہلے ہی خوش ہولیا تھا۔''

''وہ کیسے؟''

''آپ کو دیکھ کر۔''

''بڑے زندہ دل معلوم ہوتے ہیں آپ۔''

''دل زندہ نہ ہو تو آدمی کیسے زندہ رہے بھلا۔ویسے مجھے کہنے دیجیے کہ آپ...بس پوری ہندوستانی کلاسیکل گاجر معلوم ہوتی ہیں۔''

Akram Allahabadi

''یہ کیا چیز ہوتی ہے؟''اس نے چونک کر پوچھا۔

''ارے صاحب،اس کے معنی ہیں ملکۂ حسن،یعنی بیوٹی کوئیں۔''

''اوہ۔آپ مجھے ضرورت سے زیادہ متاثر کر رہے ہیں۔''

''کاش آپ حسب ضرورت ہی متاثر ہو جائیں۔''بالے نے آہستہ سے کہا۔

''ناچیز کس قابل ہے بھلا۔''وہ اونچی آواز میں بولا۔اتنے میں غالباً مہمان کی آمد کا اشارہ پا کر ایک بوڑھا نوکر چائے کی ٹرے لے آیا اور وہ اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے اس کے لیے چائے بنانے لگی۔اس کی مخروطی انگلیاں بالے کو اپنے ہونٹوں پر محسوس ہو رہی تھیں۔پیالی کا پہلا گھونٹ لیتے ہوئے اس نے اس طرح چسکی لی جیسے بھاگتے بھاگتے ہالی ووڈ کے کسی ہیرو نے ہیروئن کا بوسہ لے لیا ہو۔

''ایک بات کہوں،برا تو نہ مانینگی؟''بالے نے اپنی تمام تر رومانی جرأت کو اپنی آنکھوں میں جمع کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہاں،فرمایے۔میں اتنی قدامت پسند نہیں کہ باتوں کا برا مانوں۔''

''آپ اس سبز اسکرٹ میں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں۔بس بالکل جیسے پتوں والی مولی۔''

''میں سمجھی نہیں؟''

''میرا مطلب ہے جیسے سبز پری۔''

''اب آپ اس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں کہ خواہ مخواہ مجھے شرم آ رہی ہے۔''

''میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اسی سبز اسکرٹ میں ایک بار پھر دیکھوں۔''

''دیکھ لیجیے گا،ابھی جلدی ہی کیا ہے۔ابھی تو ہماری دوسری ہی ملاقات ہے۔''وہ بالکل بے تکلفی سے بولی۔پھر اس نے بھی سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر منہ سے لگا لیا۔بالے نے اخلاق جتانے کے لیے اپنا لائٹر سلگا کر اس کی طرف بڑھانا ہی چاہا تھا کہ وہ خود

اس کی طرف جھک گئی اور اس کی ریشمیں زلفیں بالے کے کلین شیو رخساروں سے مس ہو کر اس کے خون میں ابال پیدا کرنے لگیں۔ اس نے انھیں سونگھتے ہوئے ایک لمبی سی سانس کھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

''میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے عشق کروں۔ کوئی اعتراض تو نہیں آپ کو؟'' بالے نے اٹھتے اٹھتے پوری طرح مغرب زدہ انداز میں کہا۔

''ہمارے یہاں اسے قطعی برا نہیں سمجھتے۔ کوشش کر دیکھیے۔'' وہ ایک دل فریب ادا سے مسکرا کر صوفے پر بل کھاتی ہوئی بولی۔

''بہتر ہے۔ میں عشق سے پہلے ذرا مشق کر لوں۔'' یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

''آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں، سپرنٹنڈنٹ۔''

''خان۔'' بالے نے خود ہی جملہ پورا کر دیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''آپ یہیں قیام کریں گی مستقل؟''

''جی نہیں، میرا ارادہ دہلی جانے کا ہے۔ ویسے حالات پر منحصر ہے۔''

''بہر حال آپ جہاں بھی ہوں گی، میں آپ سے ملوں گا۔''

''مجھے بڑی خوشی ہوگی۔'' وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی اور جس وقت دمِ رخصت بالے نے اس سے ہاتھ ملایا تو غیر ارادی طور وہ اس کا نرم نرم سفید ہاتھ زور سے دبائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس پر صرف مسکرا دی۔ بالے اس وقت اپنی اصل شکل میں تھا اور باہر آ کر وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی بدلی ہوئی شکل اور لباس کے باوجود مس بیلی نے اس پر کوئی اظہارِ حیرت نہیں کیا بلکہ اس طرح ملی جیسے وہ اس کی اصل شکل سے پہلے سے واقف ہو۔ یہ خیال آتے ہی وہ چونک پڑا۔ تب تو وہ یہ بھی جانتی ہوگی کہ اصل سپرنٹنڈنٹ خان کون ہے۔ اس خیال سے اسے کوفت سی ہوئی۔ لیکن خود اس کے ہی ذہن نے اس پہلو سے اس کی تسکین کر دی کہ وہ اگر یہ بھی جانتی ہوتی تو یقیناً اس کی گفتگو کا موڈ دوسرا ہوتا۔ بہر حال وہ ٹھیک سے کچھ بھی نہ

سمجھ سکا۔البتہ اس کے دل و دماغ پر ایک ہلکا سا سرور ضرور چھایا ہوا تھا۔کیوں کہ وہ ایک خوبصورت ترین لڑکی یا عورت سے کم از کم پچاس فیصدی رومانس کر کے آرہا تھا۔خوبصورت چہرے اور سڈول جسامت والی گوری لڑکیوں سے جذباتی طور پر متاثر ہو جانا اس کی فطری کمزوری تھی۔لیکن وہ اپنی تمام تر ڈھٹائی اور لاابالی پن کے باوجود اخلاقی حدود سے تجاوز نہیں کرتا تھا۔وہ صرف آزاد خیال اور سوسائٹی گرلس سے ہی بے تکلف ہونا پسند کرتا تھا۔لیکن یہ بے تکلفی بس تفریحی معیار تک رہتی۔وہ گلے میں گھنٹی باندھنے کا قائل نہ تھا۔وہ جہاں جہاں بھی رہا تھا،بے شمار لڑکیوں سے اس کی دوستی تھی،لیکن اس دوستی کو کسی تعلق پر محمول نہیں کیا جا سکتا تھا۔منہ پھٹ ہونے کی وجہ سے وہ بے تکلفانہ گفتگو میں کچھ بھی کہہ ڈالتا۔لیکن وہ لڑکیاں بھی اس کے زندہ دلانہ مگر ستھرے کردار سے واقف ہونے کے بعد اسے اپنا بہترین دوست سمجھتی تھیں۔ایک ایسا دوست جوان سے قریب تر ہوتے ہوئے بھی دور ہو۔ویسے ان میں سے بہت سی لڑکیاں ایسی بھی تھیں جو کئی بار اسے حاصل کرنے کی کوشش بھی کر چکی تھیں۔مگر وہ انھیں کوئی نہ کوئی مغالطہ دے کر صاف بچ نکلتا تھا۔اس کی جذباتی معراج بس اتنی تھی کہ ہر خوبصورت لڑکی سے پہلے متاثر ہوتا۔پھر اگر اسے لفٹ مل جاتی تو تہذیب کی حد تک وہ اس سے رومانس لڑانے کے بعد پھر کوئی اور دروازہ کھٹکھٹانے لگتا۔اور وہ لڑکی یا تو اس پر لعنت بھیجتی رہ جاتی یا پھر اسی طرح دوستی برقرار رکھتی۔علیحدہ علیحدہ کئی لڑکیوں کو تو یہ غلط فہمی بھی تھی کہ وہ صرف انھیں ہی پسند کرتا ہے۔لیکن اس سے قطع نظر کہ بیلی درحقیقت کون تھی،کیا تھی،وہ اس کی حسین اور پرکشش شخصیت سے متاثر ہو چکا تھا۔

واپسی پر جب وہ پولیس ہیڈ کوارٹرز پہنچا تو انسپکٹر کامیلے نے اسے بتایا کہ خان صاحب اور رازی سول ہسپتال گئے ہیں۔اور بالے بھی یہ خبر پا کر سول ہسپتال کی طرف روانہ ہوتے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ خان اور رازی لوٹ آئے۔ان کے ساتھ رؤف اور ابراہیم بھی تھے۔

''ارے بھائی حرام مونچھ، بخیریت ہیں؟'' بالے رؤف کو دیکھ کر بولا۔

''کیوں، کیا آپ فاتحہ پڑھ چکے تھے؟''

''چکے نہیں، چکنے والا تھا۔''

''خدا آپ کو غریقِ لعنت کرے۔'' رؤف یہ کہتا ہوا خان کے پیچھے اندر چلا گیا۔ ایک دوسرے کمرے میں اطمینان سے بیٹھنے کے بعد رؤف نے بالے کو بتایا کہ ناگپور میں تار سے اطلاع پر کر جب وہ اور ابراہیم مع ان دو قیدیوں کے بلاسپور کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں پولیس ٹرک کو راستے پر لگائی گئی موٹی رسیوں کے ذریعے روک لیا گیا۔ اور جھاڑیوں کی آڑ سے ان پر فائرنگ ہونے لگی، جس میں دو پولیس مین بھی ہلاک ہوئے۔ بہر حال دھوکے سے وہ نامعلوم افراد ان پر قابض ہو گئے اور ان دو قیدیوں کو چھڑانے کے بعد خود رؤف اور ابراہیم کو قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد انھیں پستول کی زد میں رکھ کر ایک کار کے ذریعے بلاسپور لایا گیا، جہاں وہ ایک ویران سی جگہ پر ایک بند کمرے میں قید کر دیے گئے۔ اور کئی گھنٹہ قید رہنے کے بعد رات کو ۱۰ بجے کے قریب انھیں پھر وہاں سے ایک کار کے ذریعے شہر میں لایا گیا۔ لیکن کار کے شہر میں داخل ہوتے ہوئے ان دونوں کو کلوروفارم کے ذریعے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔

''دھت تری کی۔ تو یہ تیر مارا ہے آپ نے کہ ہاتھ آیا ہوا مال بھی گنوا بیٹھے۔'' بالے نے فقرہ کسا۔

''ہم لوگ بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے ہیں، بھائی سارجنٹ۔ وہ ہمیں بظاہر بے ہوش کر چکے تھے، لیکن میں ہوش میں تھا۔ میں وہ مقام دیکھ کر آیا ہوں جہاں سے ہمیں پولیس کار میں منتقل کیا گیا تھا۔'' رؤف نے کہا۔

''اور تم نے وہ جگہ خان صاحب کو بھی بتا دی ہوگی؟'' بالے سر ہلا کر پوچھا۔

''نہیں تو کیا تمھیں بتاتا کہ تم اپنے جھنڈے گاڑ دو۔''

''سلام ہے ان تمام آدمیوں پر جو شرافت کا پائجامہ پہنتے ہوں۔'' ایک آواز نے

انھیں چونکا دیا۔

''میں پتلون پہنے ہوں، بھائی، ذرا غور سے دیکھ کر سلام کرو۔'' بالے نے جواب دیا۔ آنے والا ایک ٹیکسی ڈرائیور کے لباس میں تھا۔

''کیا آپ میں سے کوئی صاحب مجھے پہچانتے ہیں؟'' اس نے بالے، رؤف اور ابراہیم کی طرف باری باری دیکھ کر پوچھا۔

''آواز میں نسوانیت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔'' بالے نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''آلۂ مقیاس السماعت استعمال فرمایے۔'' ٹیکسی ڈرائیور اس کے پاس والی کرسی پر جم گیا۔

''جام کی مادہ کو کیا کہا جاتا ہے، رؤف بھائی؟'' بالے اب رؤف سے مخاطب ہوا۔

''میں اس تذکیر و تانیث کے جھگڑے میں نہیں پڑتا، بالے صاحب۔ یہ جنسی معاملات آپ لوگ ہی آپس میں طے کر لیجیے۔'' رؤف نے اسے ٹکا سا جواب دے دیا۔

''میں نے باعتبار مونچھ آپ کو بزرگ سمجھ کر مشورہ لیا تھا۔'' بالے رؤف کی مونچھوں پر پھر تبصرہ کیا۔

''مجھے وہ پہچانے گا جو حلال خور ہے۔''

''یہاں آپ کا ہم پیسہ کوئی نہیں ہے۔'' بالے نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

''تو گویا سب حرام خور ہیں۔'' یہ کہتا ہوا جامی اندر والے کمرے میں گھس گیا جہاں خان، رازی ڈی ایس پی گنجال اور انسپکٹر کامیلے موجود تھے۔ بالے اور رؤف پھر بڑی مونچھوں کے فلسفے پر جھگڑنے لگے۔

لیکن دو منٹ بعد ہی چق اٹھی اور خان، رازی معہ سپرنٹنڈنٹ گنجال اور کامیلے کے باہر نکل آئے۔

رؤف، ابراہیم اور بالے بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

''بالے، تم میرے ساتھ آؤ۔ ابراہیم اور رؤف کو بھی ساتھ لے لو۔ اور رازی صاحب، آپ اور گنجال صاحب جامی کے ساتھ چلے جایے۔'' خان نے رازی کو مشورہ دیا۔

''ہاں یہی ٹھیک رہے گا۔ آپ انسپکٹر کامیلے کو بھی ساتھ لے لیجیے اور زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہو تو نیچے شب گشتی کے عملے میں سے لے لیجیے۔ ہم بھی پانچ مسلح سپاہی ساتھ لیے جاتے ہیں۔'' رازی نے کہا۔

چنانچہ اس اسکیم کے مطابق رازی اور ڈی ایس پی گنجال، سارجنٹ جامی کی رہبری میں پانچ مسلح آدمیوں کو ایک اسٹیشن ویگن اسٹاف کار میں لے کر روانہ ہو گئے۔ خان نے دو جیپ گاڑیاں لے لیں۔

''یہ جامی کیا خبر لایا تھا؟'' بالے نے خان سے پوچھا۔

''وہ ناگپور سے ایک مشتبہ مسافر کا پیچھا کرتا آیا تھا اور اتفاق سے وہ آدمی وہی نکلا جو شاردا سے جوموکایوجو کی گولی سے بچ کر کار میں بھاگا ہے۔'' خان نے بتایا۔

''اور اس وقت جامی باہر ٹیکسی ڈرائیور کے بھیس میں موجود رہا ہوگا۔''

''وہ ناگپور سے ہی سادہ سفید وردی میں آیا تھا۔ یہاں اسے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے صرف پی کیپ لینی پڑی۔'' خان نے بتایا۔

''اور ہم کہاں چل رہے ہیں؟''

''جہاں رؤف اور ابراہیم کو لایا گیا تھا۔''

''لیکن انھیں تو اس مقام کو چھوڑے ہوئے بہت دیر ہو چکی ہے؟''

''اس وقت رات کے ۱۱ بجے ہیں اور یہ واقعہ ۱۰ بجے کا ہے۔ زیادہ دیر تو نہیں ہوئی۔ ویسے وہ لوگ اس خیال سے بے فکر ہوں گے کہ ہمیں بے ہوشی کے عالم میں وہاں لایا گیا تھا اور اسی کیفیت میں وہاں سے لے جایا گیا۔'' رؤف نے ہی جواب دے دیا۔ خان کسی فکر میں غرق

تھا۔ڈرائیور کی رہنمائی رؤف کر رہا تھا۔

''رؤف بھائی، چند دنوں سے میں بھی شاعری کرنے لگا ہوں۔''بالے نے وقت کاٹنے کے لیے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

''سناؤ الو پھر۔میں اصلاح کروں گا۔''

''لاحول ولاقوۃ۔آپ اور میری اصلاح۔میں انگلش ہیئر کٹنگ سیلون میں جاتا ہوں۔''

اس کے اس جملے پر خان بھی مسکرا دیا۔

''نالائق شاگردوں کی یہی پہچان ہے۔''

''بابے صاحب کے خاندان میں کوئی کسی کا شاگرد نہیں گزرا ہے۔''بالے نے اکڑ کر کہا۔

''گاڑی ادھر موڑنا، بھئی۔''رؤف نے اونچی آواز سے ڈرائیور کو بتایا اور اس نے گاڑی ایک دوسری سڑک پر موڑ دی۔

''خیر نا خلف ہی سہی سناؤ تو پہلے۔''رؤف نے آہستہ لہجے میں گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ابراہیم کے کان بھی ادھر ہی لگے تھے۔

''شعر عرض کیا ہے۔''بالے نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

؎''کیا کہیے تصور میں کیا کیا نظر آتا ہے۔''

''برسات کے اندھے کو سبزہ نظر آتا ہے۔''رؤف نے مصرع ثانی کی گرہ لگا دی۔''

''یار تم تو پورے علم النجوم ہو۔میں سبز اسکرٹ کا ہی تصور کر رہا تھا۔''

''یہ کیا بلا ہے؟''

''اے ہے...بلا ہے ؎ارے وہ بلائے بد ہے کہ بنی ہے جان پر اب

کوئی اس سے جا کے کہدو کہ سارجنٹ بالے تمہارے لیے...''

"ریشہ خطمی ہو رہا ہے۔" رؤف بول پڑا۔

"سبحان اللہ، کیا خوب شعر کہا ہے بالے صاحب نے۔ باقی تمام شاعروں کو خودکشی کر لینی چاہیے اس شعر پر۔" ابراہیم بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

"آپ کیا سمجھے، میاں میر چوزے، جو داد عطا فرما رہے ہیں۔ یہ استادوں کے شعر ہیں۔" بالے نے ابراہیم کی طرف گھوم کر اینٹھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون سی شاعری ہے یہ؟" خان بھی یہ بحث سن کر دخل دے بیٹھا۔

"بلیک ورس۔"

"یہ کیا بیماری ہے؟"

"بلینک ورس کی جدید قسم ہے۔ ایک آدھ شعر اور ملاحظہ ہو، وہ کیا جو کہا ہے بالے صاحب نے کہ مونچھ کی پونچھ بن گئی صاحب... گز سے جو ناپے بیٹھے تو کئی میل تھی وہ۔"

"یہ میری ذات پر حملہ ہے، صاحب۔" رؤف نے خان سے احتجاج کیا۔

"اکدم غلط۔ میں اس تنگ سی جگہ میں ان پر حملہ کیسے کر سکتا ہوں۔" بالے نے کہا۔

"ڈرائیور، وہ دیکھو... وہ سامنے جو تیسری بلڈنگ نظر آ رہی ہے، اس کے پاس کھڑی کر لو۔" رؤف نے انگلی سے سامنے کی طرف اشارہ کر کے ڈرئیور سے کہا اور ڈرائیور نے حسب ہدایت گاڑی روک لی۔

وہ سب گاڑی سے اتر گئے۔ یہاں اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سڑک کے سرکاری لیمپ کی مدھم روشنی میں وہ اس بلڈنگ کے کونے پر ایک پتلی گلی میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی کسی ذی روح کا پتا نہ تھا۔

"کہیں تم نے شاعری کی پینک میں کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا، رؤف بھائی؟" بالے نے آہستہ سے رؤف سے پوچھا۔

"میں تمہاری طرح سے ہوا میں تیر نہیں چھوڑ کرتا۔" رؤف نے جلا ہوا سا جواب

Akram Allahabadi

دیا۔پھر رؤف ایک عمارت کے بند دروازے کے نزدیک رک گیا۔

''یہی جگہ ہے وہ، صاحب۔''اس نے خان کو بتایا۔لیکن پوری عمارت سوئی پڑی ہوئی تھی۔کھڑکیوں تک میں اندھیرا تھا۔ابھی شاید انھیں اور پریشان ہونا پڑتا۔لیکن اسی وقت انہیں کسی کے سڑک پر لاٹھی پٹکنے کی آواز آئی۔کوئی سنتری تھا۔

''اسے ادھر بلاؤ۔''خان نے بالے سے کہا۔اور بالے خود جا کر اسے بازو سے پکڑ ہی لایا۔

''تم جانتے ہو یہاں کون لوگ رہتے ہیں؟''خان نے اس سے پوچھا۔

''صاحب،باہر کے کوئی لوگ ہیں۔ابھی ایک گھنٹہ پہلے ایک گاڑی میں بیٹھ کر کہیں باہر گئے ہیں۔''اس نے بتایا۔

''باہر گئے ہیں؟''خان چونکا۔

''جی ہاں۔اس وقت ان میں آپس میں کچھ جھگڑا بھی ہو رہا تھا۔''اس نے بتایا۔

''کچھ بھی ہو،صاحب،مکان یہی ہے۔''رؤف نے دوبارہ یقین دہانی کرائی۔

''شاید وہ کھڑکی بھی کھلی ہوئی ہے۔''بالے نے دروازے سے کچھ فاصلے پر بنی ہوئی ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''جھانک کر دیکھو۔اندر کوئی ہے کہ نہیں۔دروازہ تو بند ہے،لیکن ممکن ہے۔''خان نے اسے ہدایت کی اور بالے اچھل کر اس کھڑکی پر پہنچ گیا اور ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہی وہ چونک پڑا۔

''کچھ گڑبڑ گھٹالا ضرور ہے۔''یہ کہہ کر وہ اندر کود گیا۔اس کے پیچھے ہی خان اور رؤف ابراہیم بھی کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گئے۔وہ اندر یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ اس کشادہ کمرے میں چھت سے ایک رسی لٹک رہی تھی اور اس رسی میں ایک لاش لٹک رہی تھی۔ اسے فوراً ہی رسی کاٹ کر نیچا تار لیا گیا۔

Akram Allahabadi

''جومو کا یوجو!'' خان اسے دیکھ کر اچھل پڑا۔

''کیا... یوجو!'' بالے کے بھی منہ سے نکلا۔

''ضرور اس پر کی مین کے آدمیوں کا وار چل گیا۔'' خان بڑبڑایا۔

جومو کا یوجو کی لاش بڑی خراب حالت میں ملی تھی۔ زبان باہر نکلی ہوئی، آنکھیں حلقوں سے نکل پڑی تھیں اور بدن ڈھیلا تھا۔ اسے پھانسی دی گئی تھی۔ خان نے اس کے کوٹ کی جیبیں ٹٹولیں تو ایک میں ایک خط موجود تھا۔ اسے کھول کر وہ پڑھنے لگا۔ اس پر صرف دو جملے لکھے ہوئے تھے۔

'کی مین کے کسی آدمی کا خون کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ راستے کی ہر ٹھوکر اسی طرح ہٹائی جاتی ہے۔'

خان نے خط پڑھ کر جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس مقام کی تلاشی لی گئی۔ ہر کمرے کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن خلاف توقع نہ یہاں کوئی ذی روح موجود تھا اور نہ ہی کوئی اور ہلکا سا بھی نشان ایسا مل سکا جو تحقیق میں مدد دیتا۔ البتہ کچھ استعمال فرنیچر ان کمروں میں پڑا تھا۔ مجبوراً انھیں صرف یوجو کی لاش لے کر لوٹنا پڑا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

عجیب خبر

خان کو جب سے ٹرین میں سفر کرنے والے بنگالی، یوجو کے آدمی، کے پاس سے اخبار کی ستاروں کے کھیل والی کترنیں ملی تھیں، وہ اس دن سے اس اخبار کا روزانہ مطالعہ کرنے لگا تھا۔ وہ اس کے ہر کالم میں ہر خبر کو حتیٰ کہ ہر اشتہار کو بھی غور سے دیکھتا کہ ممکن ہے اس میں کسی کی طرف سے کسی کے لیے کوئی پیغام چھپا ہو۔ یہاں پہنچ کر وہ سی بی آئی میں مسٹر مدھولکر کو اس اخبار کی کترنوں کے بارے میں خفیہ رپورٹ بھیج کر یہ تجویز پیش کر چکا تھا کہ اس اخبار کے ستاروں کے کھیل والے کالموں کے انچارج کی نگرانی کی جائے۔ اور دہلی سے جوابی اطلاع بھی آ گئی تھی کہ نگرانی شروع ہو گئی ہے۔ لیکن بلاسپور میں کی مین نہ سہی اس کے کسی طاقتور آدمی کی موجودگی اور یوجو کا خون وغیرہ اس بات کا اشارہ تھے کہ ابھی دائرہ تحریک یہیں گردش کر رہ ہے۔ رازی نے شہر سے نکلنے کے تمام راستوں پر پولیس کی اتنی کڑی نگہداشت مقرر کر دی تھی کہ شہر میں بھی اس س سے سنسنی پھیل گئی تھی۔ حتیٰ کہ ایروڈروم پر بھی محکمۂ خفیہ کے آدمی موجود تھے۔ رؤف اور ابراہیم انسپکٹر کا میلے کے ساتھ ریلوے اسٹیشن اور اس کے اطراف کی نگرانی کر رہا تھا اور خان، بالے، رازی اور جامی مع ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ گنجال کے چند مقامی نائبین کے ساتھ دو یونٹوں میں بٹ کر سارا شہر چھان رہے تھے۔ یہ تمام کاروائی اتنی تیز اور اتنی خفیہ ہو رہی تھی کہ کسی پولیس اسٹیشن کو بھی یہ نہ معلوم ہوتا کہ کب اس کے علاقے میں کس جگہ کی تلاشی لی گئی۔ تمام راستوں پر پولیس الرٹ موجود تھی تا کہ فرار کی کوشش کرنے والے اس پراسرار گروہ کو جو دو کروڑ تک کی قیمت کا ایک فوجی سرکاری راز غائب کر کے لیے جا رہا تھا، ان حدود سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔

مگر دوسرے دن صبح تک ان کوششوں میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ راؤنڈ اپ میں

آئے بھی تو کچھ ایسے آدمی جو مقامی یا غیر مقامی بلیک میلر، چور بازاریے اور جرائم پیشہ افراد نکلے۔ان کا ان بلند پایہ مہذب اور پراسرار مجرموں سے کوئی تعلق نہ معلوم ہوتا تھا۔اس حملے کے باوجود خان اور بالے ابھی تک شاردا میں ہی مقیم تھے اور ان کی شخصیتیں شاردا والوں کے لیے پراسرار بنی ہوئی تھیں۔اس حادثے کے بعد سے وہ دوسرے دن رات کو ۱۱/۲ بجے واپس لوٹے اور شاردا میں ایسی کوئی پابندی بھی نہ تھی رات دیر سے آنے پر دروازہ بند ہو جائے۔شاردا کا منیجر یہ سمجھ چکا تھا کہ یہ لوگ یقیناً کوئی بڑے سرکاری آفیسرز ہیں،اس لیے اس نے نوکروں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ خیال رکھیں۔

☆☆☆☆☆☆

"۸ بج چکے ہیں اور تم ابھی تک گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔" خان نے ناشتے کے وقت خود بالے کو اس کے بستر سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں گھوڑوں کا سوداگر نہیں ہوں،پولیس کا سارجنٹ ہوں۔"

"ناشتہ نہیں کرنا کیا؟"

"ناشتہ... ہائے۔آج تو صبح صبح غمِ دل کا ناشتہ اور فراقِ یار کے آنسوؤں کے چائے سے شوق فرمانا پڑا ہے۔اب کیا خاک کھائیں گے ہم اور کچھ۔"

"کیوں،خواب میں کسی کنواری لڑکی کو دیکھ لیا تھا کیا؟"

"خواب ہی کس کمبخت نے دیکھا ہے آج۔ہائے ڈارلنگ سبز اسکرٹ۔"

"اوہ،تو سبز بخار چڑھا ہے آپ کو۔کیوں،کیا جل دے گئی لونڈیا؟"

"ہائے،رات کو بھلی چنگی سوئی تھی اور صبح کو...صبح کو..." بالے نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"مر گئی کیا؟"

''مریں اس کے دشمن۔ جیے میرا سبز اسکرٹ۔''

''مجھے شک ہو رہا ہے کہ کہیں تم تیسری جنس میں تو منتقل نہیں ہو رہے ہو۔''

''وہاٹ؟'' بالے حلق کے بل چیخا۔ ''اتنی گریٹ توہین۔''

''گفتگو ہی ایسی کرنے لگے ہو آج کل۔ کبھی ہائے، کبھی وائے اور کبھی...''

''آپ بالے صاحب کی جیتی جاگتی شخصیت پر حملہ کر رہے ہیں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ فدوی مالنگا کے جنگلوں میں ایک گھونسے سے شیر مار کر نارزن بن چکا ہے۔''

''اور وہ شیر گولی کھا کر پہلے سے خودکشی کر چکا تھا، شاید۔''

''جی نہیں، میں نے خود اسے مارنے سے پہلے 'پیپس' کی گولی کھلا دی تھی۔ اسے دراصل کھانسی آتی تھی۔''

''اچھا بکواس بند کرو اب، ہمیں ناشتہ کر کے باہر نکلنا ہے۔''

''آپ ذرا دور ہٹ جایئے۔''

''کیوں؟''

''میں ایک دو چار میل لمبی ۴۲ ڈگری کی ٹھنڈی آہ کھینچنا چاہتا ہوں۔ کہیں آپ بھی اس کے ساتھ نہ کھنچ جائیں۔''

''پیٹھ کھجلا رہی کیا؟''

''ہائے سبز اسکرٹ۔''

''جہنم میں گیا تمہارا سبز اسکرٹ۔ اٹھتے ہو یا کچھ تو ضع کروں تمہاری؟''

''تواضع کرنا لکھنؤ والوں کا شیوہ ہے۔ آپ میرٹھ کے ہیں۔''

''بیرا، ذرا ایک بالٹی پانی لاؤ تو۔'' خان نے بیرے کو آواز دی۔

''ہائے، بیرے کی مؤنث نہیں ہوتی کیا؟''

''پھر بے ہودگی۔''

''میں اس کے ہاتھ سے دو بالٹی پانی پی لوں گا۔''

''مردود۔''

''لیکن قبل اس کے کہ خان کا گھونسا اس کی پیٹھ پر جمے وہ اچھل کر دوڑتا ہوا غسل خانے میں گھس گیا اور جلد ہی تیار ہو کر ناشتے پر آ بیٹھا۔

''وہ راتوں رات غائب ہو گئی ہے۔'' بالے نے پاس والے کمرے کی طرف اشارہ کر کے ٹوسٹ چباتے ہوئے کہا۔

''غائب نہیں ہوئی، چلی گئی ہے۔''

''کہاں؟''

''خدا جانے۔''

''خدا سے پوچھ کر بتایئے۔''

''وہ ہمیں پھر ملے گی۔''

''آپ کو کیسے معلوم؟''

''الہام ہوا ہے۔''

''سردار الہام ہوا ہو گا۔''

''یہ کون سی قسم ہے؟''

''قسم وسم نہیں، جمع الجمع سمجھ لیجیے۔''

''تم یہ جمع تفریق اپنی جیب میں رکھو۔ جاؤ، نیچے دیکھو، گاڑی آ گئی ہے یا نہیں۔''

خان نے موڈ کو سنجیدہ بناتے ہوئے اسے ہدایت کی۔ اور بالے چائے کی پیالی خالی کر کے باہر چلا گیا۔ خان وہ اخبار دیکھنے لگا جو آج صبح اسے بیرے نے ایجنٹ کی دوکان سے لا کر دیا تھا۔ اچانک ایک جگہ وہ ایک خبر پر چونک سا پڑا۔ لکھا تھا:

''دہلمین کیری چل بسے''

Akram Allahabadi

سرخی کے نیچے خبر میں لکھا گیا تھا کہ ایک مشہور انگریز تاجر جو دہلی کی ایک بڑی فرم کے اینڈ براؤن کے پارٹنر ہیں، کل دورانِ سفر جبلپور میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ ان کی لاش ایک خصوصی طیارے کے ذریعے دہلی لائی جا رہی ہے۔

خبر پڑھتے ہی خان نے اخبار میز پر ڈال دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ گھڑی میں اس وقت ۴۱/۲ بجے تھے۔ وہ اپنا کمرہ بند کر کے نیچے اتر آیا۔ منیجر کے کمرے میں بڑی لائن کا فون تھا۔ منیجر کہیں گیا ہوا تھا۔ خان نے چپراسی کو سگریٹ لانے کے لیے بھیج دیا اور خود ڈی ایس پی گنجال کا نمبر ملانے لگا۔

''ہلو، کون گنجال صاحب، میں خان بول رہا ہوں۔ ذرا رازی صاحب کو بلا دیجیے۔'' یہ کہہ کر اس ایک منٹ ہی انتظار کرنا پڑا تھا کہ دوسری طرف سے رازی کی آواز آئی۔

''کیا بھئی، صبح صبح کچھ نئی سوجھی ہے کیا؟''

''آپ مجھے پولیس ہیڈ کوارٹرز میں ملیے ورنہ پھر میں گنجال صاحب کے بنگلے پر ہی آ رہا ہوں۔''

''کچھ ہو گیا کیا؟''

''ہوا نہیں، ہونے والا ہے۔''

''تو میں یہاں منتظر ہوں، کہیں نہ جاؤں گا۔''

''اچھا۔'' خان نے رسیور رکھ دیا۔ باہر مقامی پولیس ڈپارٹمنٹ کی طرف سے انھیں عارضی استعمال کے لیے ملی ہوئی ایک لینڈ وباڈی کار سویرے سے ہی آ کر کھڑی تھی اور بالے اطمینان کے ساتھ اس میں بیٹھا ڈرائیور سے بلاسپور کی آب وہوا کے بارے میں تبادلۂ خیال کر رہا تھا۔ ڈرائیور کہہ رہا تھا کہ آب وہوا بہت اچھی ہے۔ آپ اور تندرست ہو جائیں گے۔ اور بالے کا کہنا تھا کہ آب وہوا بہت خشک ہے، میں اور دبلا ہو گیا ہوں۔ خان کو دیکھتے ہی ڈرائیور نے اٹینشن ہو کر پچھلا دروازہ کھول دیا۔

''گنجال صاحب کے بنگلے پر۔''خان نے اندر بیٹھ کر ڈرائیور کو ہدایت کی۔

''بنگلے پر کیا؟''بالے نے پوچھا۔

''تمہارا سر۔''

''میرا سر ان کے بنگلے پر؟ آج آپ کی اردو یتیم معلوم ہو رہی ہے۔''

''چپ رہو، میں اس وقت سنجیدگی پسند کروں گا۔''

''میں مہا سنجیدہ ہوں۔''

''گاڑی بیس پچیس منٹ میں ہی ڈی ایس پی گنجال کے بنگلے پر پہنچ گئی۔رازی منتظر تھا۔خان نے اسے اشارہ کیا اور دونوں ایک کمرے میں گھس گئے۔بالے کو باہر ہی ٹھہرنا پڑا کیوں کہ خان نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

''چلے تھے بھائی بھی نال ٹھکوانے۔''جامی نے اس کی طرف دیکھے بغیر تبصرہ کیا۔

''جی نہیں میں آپ کی برادری میں شامل ہونا نہیں چاہتا۔''بالے نے اسے گھور کر جواب دیا۔

''کچھ مجھ سے فرمایا آپ نے؟''جامی نے بڑی معصوم صورت بنا کر کہا۔

''ابے اوکل کے لونڈے۔''

''آپ گالی دے رہے ہیں۔''

''ارے واہ، ہماری بلی ہم ہی سے میاؤں۔''

''میاؤں۔''جامی نے منہ بنا کر بلی جیسی آواز نکالی۔''مگر یہ بلّے کی آواز ہے۔''وہ پھر بولا اور بالے ہنس پڑا۔اور جامی کے پاس ہی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ڈی ایس پی گنجال شاید چائے وغیرہ کا اہتمام کرانے اندر چلے گئے تھے۔تھوڑی ہی دیر بعد خان اور رازی باہر نکل آئے۔

''بالے،تم گاڑی لے کر جاؤ اور رؤف اور ابراہیم کو ساتھ لے آؤ۔''خان نے

بالے سے کہا۔

"میں اور اس حرام موتچھ کو لینے جاؤں؟ کل کو کہہ دے گا اردلی آیا تھا۔"

"کام کے وقت مجھے نخرے پسند نہیں۔"

"اچھا جاتا ہوں، مگر مارتا ہوا لاؤں گا۔" بالے برا سامنہ بنا کر بولا۔

اس پر سب ہنس پڑے۔ وہ جانتے تھے کہ رؤف جیسے ڈیل ڈول کے آدمی کا ایک گھونسا بالے کو بھاری پڑ جائے گا۔ بالے وہی کار لے کر اسٹیشن روانہ ہو گیا۔

"میں بھی آج ہی منی پور روانہ ہو رہا ہوں۔" خان نے رازی سے آہستہ سے کہا۔

"لیکن یہ خیال رکھیے گا کہ منی پور پر کسی وقت بھی بم گر سکتے ہیں۔ برما تک جنگ کی آگ پہنچ چکی ہے۔" رازی نے سمجھایا۔

"اللہ مالک ہے۔ اور پھر ہم لوگوں کی جان کب سولی پر نہیں رہتی۔" خان مسکرایا۔

"دہلی پہنچنے پر میں منی پور اسٹیٹ کلب کی معرفت آپ کو نتائج سے مطلع کر دوں گا۔" رازی نے کہا۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ اگر آپ بروقت پہنچ گئے تو اس مرتبہ قلعہ فتح ہے۔" خان نے چائے کی میز پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کہاں تک پہنچ آپ لوگ؟" ڈی ایس پی گنجال نے اپنی دوسری طرف کی نشست سے ہنس کر پوچھا۔

"ابھی تو صرف ناگپور سے بلاسپور تک ہی پہنچے ہیں۔" رازی نے ہنس کر جواب دیا۔ جس پر گنجال بھی ہنس دیا۔

"اگر میں اس سے پہلے پہنچ گیا تو پہلے ہی پولیس کا گھیراؤ ڈال دوں گا۔" رازی بولا۔

"ایک مردے کی آنکھ اور شیشے کی آنکھ میں کوئی فرق نظر آنا مشکل ہے کیوں کہ مردہ

آنکھ بھی اسی طرح بے حرکت ہوتی ہے۔'' خان نے اسے اشارتاً بتایا۔

''میں گہری نظر رکھوں گا۔'' رازی نے مختصر جواب دے کر جائے کی پیالی ہونٹوں سے لگالی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ہری ہر داس بھٹ تیتر

چند گھنٹے بعد سارجنٹ بالے اور رؤف ایک مسافر بردار طیارے کے ذریعے کلکتے کی طرف سفر کر رہے تھے۔ کلکتہ باؤنڈ انڈین انٹرنیشنل کے اس طیارے میں ان کے علاوہ ۱۱ مسافر اور تھے۔ بالے بڑی دیر سے اس سنہرے خوبصورت بالوں والی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو آگے تیسری قطار والی نشستوں پر ایک گورے رنگ کے آدمی سے بیٹھی گفتگو کر رہی تھی۔ وہ جب اپنا چہرہ ذرا سا ترچھا کرتی، بالے اور غور سے اسے دیکھنے لگتا۔ لیکن اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا کہ آیا وہ کوئی ایسی عورت یا لڑکی ہے جسے کہیں دیکھا ہو یا کوئی انجان ہستی۔ کچھ بھی ہو، وہ پشت سے کافی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی اور بالے کے لیے ایک خشک سفر میں اس قدر دل بستگی بھی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے کی مصداق بنی ہوئی تھی۔

''اے بھائی، کون سی دنیا میں ہو تم؟'' رؤف نے اسے جھنجوڑ کر پوچھا۔

''ہائے کچھ نہ پوچھا اے ہم نشیں کہ کہاں ہوں میں۔''

''لعنت ہے تمہارے ذوقِ سلیم پر۔ جہاں دیکھو وہیں ڈھیر۔''

''میں رقبے میں ہوں۔''

''کیا؟''

''مراقبے کا مختصر عرض کیا ہے، تم صاحب۔ اف، خدا جانے کتنا دل فریب ہوگا وہ چہرہ سامنے سے۔''

''پھر بہکنے لگے۔''

''قسم لے لو جو کسی الّو کے پٹھے نے پی ہو۔ ہم پیتے ہیں تو محبوب کی آنکھوں سے۔''

''کیا اس کی گدی میں آنکھیں نظر آرہی ہیں تمہیں؟''

Akram Allahabadi

''تصور، مائی ڈیئر حرام مونچھ، تصور۔''

''تم سے تو بات کرنا مصیبت ہے۔''

''مصیبت، ہائے یہ مصیبت ہی تو ہے کہ ہم بے قرار ہیں ایک جھلک کے لیے۔ اور وہ ہیں تو کسی سور کے ساتھ مصروف چونچلہ بازی ہیں۔''

''تمہاری اردو بہت ترقی پسند ہو گئی ہے۔''

''جو ترقی نہ کرے وہ چغد کی گھوڑی ہے۔''

''گھوڑا زیادہ موزوں رہے گا۔''

''رؤف بھائی، شعر کہنے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''تو کہہ ڈالو۔''

''تو سنو پھر عرض ہو رہا ہے کہ، اف تیری زلفیں سنہری سنہری جیسے جوٹ کے ریشے۔''

''لاحول ولاقوۃ، تم آدمی ہو یا ہوائی، جو من میں آیا بک دیا۔''

''ہمارے مکالمے زبان زدِ عام ہوتے ہیں۔ ارے او سفید کافر، پلٹ ذرا شمال مشرق کی طرف۔''

''کوئی سن لے گا تو سمجھے گا کوئی غنڈہ سفر کر رہا ہے جہاز میں۔'' رؤف نے کہا۔

''لوگ جانتے ہیں کہ ہم شریف آدمی ہیں۔ یہ مغالطہ صرف آپ کو ہو سکتا ہے۔''

لیکن اسی وقت اتفاق سے اس لڑکی نے پیچھے پلٹ کر دیکھ لیا۔ بالے اس کی شکل دیکھتے ہی چونک پڑا۔ ''ارے وہی!''

''وہی کون؟''

''وہی، سبز اسکرٹ والی۔''

''یہ کیا بلا ہے؟''

Akram Allahabadi

''تم کیا جانو اس ہری ہری گھاس کو۔ میں ابھی آیا۔'' یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور یورینل کی طرف چلا گیا۔ شاید جاتے وقت قریب سے گزرتے ہوئے بھی بیلی کی نظر اس پر نہیں پڑی لیکن لوٹتے وقت جب وہ مصلحتاً اس سیٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے لڑکھڑایا تو اس کی نظریں بیلی سے مل گئیں۔

''او، ہیلو۔'' بیلی اسے دیکھ کر پرمسرت لہجے میں بولی۔ اور بالے کو سر سے پیر تک جھرجھری سی آ گئی۔

''آپ؟'' وہ رک گیا۔ لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا انگریز نما آدمی حیرت سے بالے کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک تندرست اور تیس بتیس سالہ آدمی معلوم ہوتا تھا۔

''ان سے ملیے، یہ ہیں میرے دوست مسٹر ولیمز۔ اتفاق سے سفر میں ساتھ ہو گیا ہے۔'' اس نے اس آدمی کا تعارف کرایا۔

''اور اتفاق سے میرا بھی۔'' بالے نے یہ کہتے ہوئے ہنس کر اس سے ہاتھ ملا لیا۔

''اور یہ ہیں میرے دوست مسٹر... مسٹر...'' وہ نام بتاتے ہوئے اٹکنے لگی۔

''ہری ہر داس ہر سکھ بھٹ... تیتر۔'' بالے نے خود کا تعارف کرا دیا۔

''آپ نے تو کچھ اور نام بتایا تھا نا؟'' وہ بالے کو غور سے دیکھ کر بولی۔ جس پر بالے نے اسے آنکھ سے اشارہ کر دیا۔ اور وہ مسکرا دی۔

''اوہ، ہاں مسٹر بھٹ تی۔''

''نہیں نہیں، صرف بھٹ کہہ لیجیے۔ بہت لمبا چوڑا نام رکھا ہے میرے طوالت پسند والدین نے۔ مجھے خود اس سے الجھن ہوتی ہے۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔''

''مگر بعض لوگ تو مجھ سے مل کر رو پڑتے ہیں۔'' بالے نے معصوم سی صورت بنا کر کہا۔

''کیوں؟''ولیمز نے چونک کر پوچھا۔

''شکل ہی ایسی ہے۔''بالے نے اور بچوں کی طرح منہ بسور لیا۔

جس پر ولیمز اور بیلی دونوں ہنس پڑے۔یہ احساس انھیں بعد میں ہوا کہ دوسرے مسافروں پر اس بے ساختہ ہنسی کا کیا ردعمل ہوا ہوگا،اور ویسے ہی ان کی ہنسی میں بریک لگ گیا۔

''بڑے دلچسپ آدمی ہیں یہ۔''بیلی نے بالے کی مزید تعریف کی۔

''ایک اور دوست سے ملواؤں آپ کو۔''بالے نے یہ کہہ کر رؤف کو قریب آنے کا اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر قریب آ گیا۔

''آپ سے بھی ملیے۔میرے بہت پرانے دوست ہیں۔بمبئی میں سگے کا بیوپار کرتے ہیں۔''

''سگے کا بیوپار؟''ولیمز نے برا سا منہ بنایا۔ہاتھ ملاتے ہوئے بھی اس نے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

''خاندانی پیشہ ہے اس لیے نبھا رہے ہیں،ورنہ خدا کا دیا لیا اتنا موجود ہے کہ اگلی سات پشتیں حرام خوری کر سکتی ہیں۔''بالے ہندوستانی زبان پر اتر آیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔''رؤف نے کہنی مار کر آہستہ سے کہا۔

''آپ کا نام؟''بیلی خندہ پیشانی سے رؤف کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''تکا رام عبدالرؤف غم۔''بالے بول اٹھا۔

''یہ بہت لمبا نام ہے۔''ولیمز نے تبصرہ کیا۔

''بیوپاریوں کے نام لمبے ہی ہوا کرتے ہیں۔''بالے نے یہ کہہ کر التجا آمیز صورت بنائے ہوئے رؤف کو اشارہ کیا کہ وہ ولیمز کو باتوں میں لگا لے۔رؤف اس کا مطلب سمجھ کر مسکرا دیا۔وہ ولیمز سے کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگا اور بالے مس بیلی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''میں نے کہا نہ تھا کہ ہم پھر ملیں گے۔''

Akram Allahabadi

''لیکن آپ تو دہلی جانے والی تھیں۔''

''اور آپ بھی تو۔'' اس نے بالے سے پوچھا۔

''اپنی زندگی تو چلتی پھرتی رہتی ہے۔ جانا تھا دہلی تو نظر آ رہے ہیں اس طیارے پر۔''

''بس یوں ہی اپنا سمجھ لیجیے۔''

''اپنا سمجھ لوں؟'' بالے کا لہجہ خطرناک حد تک رومانی ہو گیا۔

''اوہ۔'' مس بیلی شرما گئی۔ ''آپ کہاں پہنچ گئے۔''

''کہیں بھی تو نہیں، میں تو یہیں ہوں۔''

''اس جواب پر مس بیلی ہنس پڑی اور اس کے پتلے پتلے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں کے درمیان اس کے موتیوں جیسے سفید سفید دانت چمک اٹھے۔

''کہاں تک ہم سفر رہیں گے آپ؟'' اس نے پوچھا۔

''صرف الہ آباد تک۔''

''بڑی مختصر ملاقات ہے۔'' وہ بھی رومان زدہ لہجے میں بولی۔

''آیئے نا، ٹیل پیس میں کھڑے ہو کر باتیں کریں گے۔'' بالے نے پیشکش کی۔

''چلیے۔'' مس بیلی مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''معاف کیجیے گا، ولیمز۔'' اس نے ولیمز سے معذرت کی۔ اور ولیمز کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھر کر رہ گئی۔

بالے اور بیلی ٹیل پیس کی طرف چلے گئے اور روف بیلی والی سیٹ پر بیٹھ کر ولیمز سے باتیں کرنے لگا۔ ان کی گفتگو سیاست دانوں سے شروع ہو کر ریس کے گھوڑوں تک پہنچ گئی۔ ادھر ٹیل پیس میں بالے نے بیلے کے سامنے اپنے شاعرانہ جذبات کے دریا بہا دیے تھے۔ وہ بھی اس سے گہری دلچسپی لے رہی تھی۔

''آپ کو سبز اسکرٹ میں میں کبھی نہیں بھول سکتا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

Akram Allahabadi

''کیا واقعی آپ کو میرا وہ لباس بہت پسند ہے؟''

''لباس نہیں بلکہ لباس میں آپ بہت پسند ہیں۔''

''آپ بہت شریر آدمی ہیں۔''

''سچ۔'' بالے نے اسے دونوں بازوؤں سے تھام لیا اور مس بیلی دانستہ اس کی طرف اور جھک گئی۔ بالے کی رگ رگ میں اس وقت جانی واکر تیرنے لگی۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ اس خیالی جنت کو اپنی آغوش میں محسوس کر سکے گا۔ محض ایک اتفاقیہ ملاقات کے بعد اس سے مل کر بچھڑ گئی تھی۔ لیکن ابھی بالے نے مغربی رومانی انداز سے پہلی ہی بار اس کے سرخ کانپتے ہونٹوں پر اپنے لب رکھے ہی تھے کہ ہاسٹس کے قدموں کی چاپ نے انھیں چونکا دیا۔

''ہمیں اب واپس چلنا چاہیے، ورنہ دوسروں کو غلط فہمی ہوگی۔''

''دوسروں سے مراد مسٹر ولیمز ہے نا؟'' بالے نے ہنس کر پوچھا۔

''یوں ہی سمجھ لیجیے۔ وہ بڑے خشک آدمی ہیں۔'' بیلی یہ کہتی ہوئی اس کے ساتھ واپس لوٹ آئی۔

الہ آباد میں مہرولی کے فضائی اڈے پر وہ جہاز سے اتر گئے۔ بیلی جہاز سے ہی ہاتھ ہلاتی رہی اور بالے اور رؤف انڈین ایر انٹرنیشنل کی مسافر بس کے ذریعے شہر کے لیے روانہ ہو گئے۔

جہاز ٹھیک وقت پر پہنچا تھا اور پروگرام کے مطابق انھیں یہاں سے ہاؤڑہ کے لیے 'کالکا میل' پکڑنی تھی جو وقت پر مل گئی۔ اور وہ ایک سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں بیٹھ گئے۔

''نہ جانے خان صاحب نے ہمارا سفر جہاز اور ٹرین میں کیوں تقسیم کر دیا۔ جہاز سے تو ہم اور جلد پہنچ جاتے؟''

''یہ تم نہ سمجھ سکو گے، شاعرِ خوش خیال۔ ان کا ہر کام ایسا ہی ٹیڑھا ہوتا ہے۔'' بالے

نے بتایا۔

''لیکن مقصد؟''

''صرف ڈاج۔ وہ ایک ایسے خطرناک اور پراسرار گروہ کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے معاملات نے اتنی نزاکت اختیار کی ہے اور جس سے آگے بھی بہت سے خطرات ہیں۔لیکن ساتھ ہی یہ احتمال ہے کہ اس کا کوئی آدمی ہمارے پیچھے بھی لگا ہو،اس لیے دو گروہوں میں بٹ کر ہم اس طرح ڈاج دیتے ہوئے سفر کر رہے ہیں۔''

''یہ مس بیلی کون ہے؟''

''ایک خوبصورت لڑکی۔''

''مگر ہے کون؟''

''یہ خدا جانے۔''

''ہم سے اڑ رہے ہو؟''

''آدمی ہوں چمگادڑ نہیں۔''

''اتنے میں کوئی اسٹیشن آ گیا اور وہ سلسلہ گفتگو منقطع کر کے باہر دیکھنے لگے۔ہاؤڑہ پہونچتے تو صبح کے ۸۱/۲ بج چکے تھے۔اسٹیشن سے باہر نکلتے وقت ان کا حلیہ مختلف تھا۔بالے نے ایک عرب کا بھیس بدل رکھا تھا اور رؤف ایک سرحدی پٹھان کے روپ میں تھا۔وہ محتاط نظروں سے دیکھ رہے تھے،لیکن ان کی طرف کسی نے توجہ بھی نہ کی۔

''خوچہ عرب صاحب۔لوگ اس خوش فزا مقام کو کالا کتا کیسے بولتی۔''

''یا لھا الخان صواحب،اس کا نام کلب سیاہ نہیں،کالی کوٹہ ہے۔''

''چہ خوب۔چہ خوب۔ام کو واللہ غلط فہمی ہوا تھا۔''

''یا لھا الٹیکسی۔''بالے نے اسٹیشن کے باہر آ کر ایک ٹیکسی والے کو آواز دی۔

''بیٹے سارجنٹ،عرب لوگ ٹ کوت بولتے ہیں۔عربی میں ٹ چ ڈ ڑ وغیرہ جیسے

حروف نہیں ہیں۔'

''یالھا الحرام مونچھ، آپ بجا فرماتے ہیں۔'' بالے نے آہستہ سے کہا۔

''جو منہ میں آیا ٹھوک چلے۔ عربی جانتے بھی ہو، بوالہول؟''

''سب چلتا ہے۔ یہ کلکتہ ہے۔''

اتنے میں ٹیکسی قریب آ گئی۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔

''انت، ڈرائیور، ایست اندیا ہوٹل چلو۔'' بالے نے اسے حکم دیا۔ اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا کر گاڑی کو اسٹارٹ کر دی۔ بالے نے ڈھیلی عبا اور عمامے پر ایک ٹھنڈا چشمہ چڑھا رکھا تھا، جو اگرچہ اتنے ہلکے سیاہ شیشوں کا تھا کہ اس کی آنکھیں اندر سے نظر آ سکیں، لیکن ان دونوں کا اس وقت کا میک اب اتنا کامیاب تھا کہ شاید خان بھی انھیں اچانک دیکھ کر دھوکے میں آ جاتا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

یاایّھالخوچہ

ایسٹ انڈیا ہوٹل اسٹیشن سے نصف میل پر اگرتلہ اسٹریٹ پر واقع تھا۔کلکتہ کا یہی ہوٹل غیر ملکیوں کے قیام کے لیے مشہور تھا۔پہلے کسی زمانے میں صرف سفید فام آدمی ہی اس میں ٹھہر سکتے تھے،لیکن جب سے جنگ شروع ہوئی تھی،یہ امتیاز مٹا دیا گیا تھا۔

ڈرائیور نے ہوٹل کے پورٹیکو میں ٹیکسی روک دی۔ہوٹل کے اٹنڈنٹ فوراً باہر نکل آئے۔

"صاحب،ٹھہرنا ہے یہاں کیا؟"

"خوچہ،تم انسان ہے یا میزبان؟تم کو ہمارا شکل سے کچھ معلوم نہیں پڑتی؟" رؤف نے جواب دیا۔

"مگر ہوٹل میں اس وقت کوئی کمرہ خالی نہیں ہے،صاحب۔"

"یا ایھاالمسٹر ،انا من کمرُ دخول۔" یہ کہہ کر بابالے نے اس کے ہاتھ میں دس کا نوٹ تھما دیا۔

"اچھا چلیے،میں کوشش کرتا ہوں۔" اٹنڈنٹ کا لہجہ بدل گیا۔وہ سامان اٹھوا کر آگے آگے چل دیا۔رؤف نے ٹیکسی والے کو بل چکا کر رخصت کر دیا اور بابالے کے ساتھ چلنے لگا۔

"خدا کے لیے یہ انگڑ بے جوڑ عربی مت ٹھوکو۔کوئی عربی جاننے والا سن لے گا تو کرکری ہو جائے گی۔" رؤف نے اسے چپکے سے سمجھایا۔

"یا ایھاالروف بھائی،بابالے صاحب اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔ایسا وقت آیا تو ماہدولت گونگے بن جائیں گے اور تم بولو گے۔" بابالے نے کہا۔

"پھر وہی یا ایھل۔"

"باقی بحث پھر۔" بالے یہ کہہ کر خوش ہو گیا۔

دس روپے کی رشوت نے کافی کام کیا۔اٹنڈ نٹ کی کوشش سے انھیں پہلی منزل پر ایک کمرہ مل گیا۔بالے نے رجسٹر میں اپنا نام، عاج بن عوق، لکھوایا۔اور رؤف نے 'خان زماں'۔

حیثیت دونوں نے تاجرانہ لکھائی اوران کی یہ اداکاری اتنی مکمل تھی کہ کسی کو ان پر ہلکا سا بھی شبہ نہ ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

ان دونوں کو ابھی ایسٹ ہوٹل میں قیام کیے بمشکل چار پانچ گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ اچانک ہوٹل وہی اٹنڈ نٹ گھبرایا ہوا سا آپہونچا۔اس وقت عرب اور خان دونوں چائے پی کر کچھ حساب کتاب کی باتیں کر رہے تھے۔اٹنڈ نٹ کو دیکھ کر بظاہر چونک پڑے۔

"خوچہ تم بخدا آدمی ہے یا عجوبہ۔نہ آنے کی خبر دی نہ چھٹی لکھی، بس بغیر بتائے گھس آئی۔" پٹھان اس پر بگڑ گیا۔

"یا ایّھا المسٹر ، اتنا پوچھ کے آنا منگتا۔" بالے نے اپنی کھچڑی شروع کر دی۔رؤف اس جملہ پر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو سنجیدگی کی آڑ میں چھپا سکا۔

"عرب صاحب، کیا آپ کی...آپ کی ایک آنکھ کانی ہے، مطلب نقلی ہے؟"اس نے بالے کی طرف غور سے دیکھ کر پوچھا۔

"کان...کان...انت وہاٹ ڈو یومین۔" بالے نے اپنی عربی میں انگریزی بھی شامل کر دی۔

"نیچے پولیس نے چھاپا مارا ہے۔وہ ایک ایسے عرب اور اس کے ساتھی کو تلاش کر رہی ہے جس کی ایک آنکھ نقلی ہے۔"

Akram Allahabadi

''نقلی آنکھ؟'' عرب صاب نے حیرت سے یہ کہتے ہوئے کچھ اس طرح سر جھٹکا کہ وہ عینک ان کی ناک سے لڑھک کر نیچے گر پڑی۔ اس نے فوراً ہی جھک کر عینک اٹھالی لیکن اٹنڈنٹ نے اس کی جھلک دیکھ لی۔

''آہا، تو وہ آپ ہیں۔'' اٹنڈنٹ نے بالے کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔

''یا اخی، تم امارا فرینڈ۔'' بالے نے یہ کہہ کر چپکے سے ایک سو کا نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

''خوچہ کوئی رستہ بتاؤ ادھر سے بھاگنے کا۔ ام تم کو بعد میں بھوت سا انعام دے گا۔'' رؤف نے بھی اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔

''ادھر بارچے سے دوڑ کر پیچھے باغیچہ میں کود کر نکل جایئے، جلدی۔''

اٹنڈنٹ نے پچھلی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا اور بالے اور رؤف گھبرائے ہوئے انداز میں کھڑکی سے نکل کر بارچ میں کود گئے۔ دیوار کے سہارے تیزی سے دوڑتے ہوئے وہ دوسرے سرے پر پہنچ گئے۔ نیچے باغیچہ تھا جس کی ہری ہری گھاس نم معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اوپر سے کود گئے۔ اسی وقت پولیس بھی آ پہنچی۔ سب سے آگے سپرنٹنڈنٹ خان تھا۔ اس کے پیچھے ابراہیم اور دوسرے باوردی پولیس آفیسر۔ ان کے پیچھے کچھ مسلح کانسٹیبل تھے۔ خان نے کھڑی سے ہی بالے رؤف پر گولی چلانی شروع کر دی۔ فائرنگ کی آواز سنتے ہی ہوٹل اور اس کے باہر سڑک پر بھگدڑ مچ گئی۔ ذرا سی دیر میں سناٹا چھا گیا۔ رؤف اور بالے نے بھی ایک موٹے درخت کے تنے کی آڑ لے کر پولیس پر گولی چلانی شروع کر دی۔ ہوٹل کے مکینوں نے ڈر کے مارے اپنی کھڑکیاں بند کر لیں۔ لیکن اچانک بالے اور رؤف نے ایک ساتھ جست کی اور باغیچے کی دیوار پھلانگتے ہوئے سڑک پر جا گرے۔ یہاں ایک زرد کار پہلے سے کھڑی تھی اور سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس کا ڈرائیور گھبرا کر کار اسٹارٹ کرنے ہی جا رہا تھا کہ بالے نے دوڑ کر پستول کا رخ اس کی کنپٹی کی طرف کر دیا۔ وہ اشارہ پاتے ہی ڈر کے مارے نیچے اتر گیا۔ اور

رؤف کے گاڑی میں بیٹھتے ہی بالے نے کار اسٹارٹ کر دی۔

پولیس کو ہوٹل سے نیچے آنے میں تقریباً پانچ منٹ کی دیر ہوگئی، لیکن جب خان اور اس کے دوسرے ساتھی دوڑ کر احاطے کے باہر آئے تو انھیں سڑک پر صرف ایک چٹی سی شکل کا آدمی جس نے سفید سوٹ پہن رکھا تھا کھڑا سگریٹ پیتا نظر آیا۔ وہ آدمی ہوٹل میں بھی ایک بار دیکھا جا چکا تھا۔

''آپ لوگ شاید ان دو آدمیوں کی تلاش کر رہے ہیں جو گولی چلا رہے تھے؟'' اس نے خود خان سے پوچھا۔

''ہاں ہاں، کس طرف گئے ہیں وہ لوگ؟ آپ نے دیکھا ہے انھیں؟''

''اس طرف بھاگتے دیکھی ہے وہ گاڑی میں نے۔'' اس نے ایک دوسری کراس روڈ کی طرف اشارہ کیا۔

''چلو جلدی۔'' خان نے معاون پولیس آفیسرز کو آواز دی۔ اتنے میں دوسری طرف سے گھوم کر پولیس کی گاڑیاں آ گئیں اور وہ اس میں بیٹھ کر اس آدمی کی بتائی ہوئی سمت میں روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد وہ مسکرا دیا اور اس نے سڑک پر دور کھڑی ہوئی ٹیکسی کو اشارہ کیا جو فوراً ہی قریب آ گئی۔

''پیلی گاڑی میں بھاگنے والوں کا تعاقب کرو۔'' اس نے جلدی سے اندر بیٹھتے ہوئے اسے حکم دیا۔

''او کے، باس۔'' ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر یہ پراسرار ٹیکسی اور اس کار پر سوار مسافر اسی راستے پر گھوم گئے، جدھر سے بالے کی کار گھومی تھی۔ ٹیکسی بہت تیز دوڑ رہی تھی۔

بالے اور رؤف بھی بے تحاشا گاڑی بھگا رہے تھے۔ ان کا رخ اب پارک اسٹریٹ کی طرف تھا۔ اچانک کچھ دیر بعد انھیں محسوس ہونے لگا کہ ایک ٹیکسی برق رفتاری سے ان کا

پیچھا کر رہی ہے۔بالے کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔اس نے گاڑی کی رفتار بدستور رکھی تا کہ پیچھے آنے والی ٹیکسی بھی نظر میں رہے۔

''یہی گلی ہے نا؟'' ایک جگہ کا رو دھیمی کر کے بالے نے رؤف سے پوچھا۔

''پتا تو اسی گلی کا دیا گیا تھا۔ہاں...وہ رہا سادھنا بورڈنگ کا بورڈ۔'' رؤف نے کار سے باہر جھانک کر اشارہ کیا۔بالے نے گاڑی فوراً اس عمارت کے دروازے پر روک لی اور اتر کر اندر گھس گئے۔اندر تین آدمی پہلے سے موجود تھے۔وہ بالے عرب کے لباس میں دیکھتے ہی فوراً آگے بڑھ آئے۔

''دو فٹ جگہ چاہیے۔'' بالے نے ان میں سے ایک کی طرف دیکھ کر کہا۔وہ مسکرا کر آگے بڑھ آیا۔

''رزرو ہو چکی ہے۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''ٹھیک ہے، ایک آدمی میرے ساتھ باہر بھیجیے اور انھیں اوپر پہنچا دیجیے۔'' بالے نے اسے ہدایت کی اور اس کے اشارے پر ایک آدمی ان میں سے آگے آگیا۔بالے اسے ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔اس نے زین پر کھڑے ہو کر گاڑی کی طرف اشارہ کر کے اس سے کہا۔

''اسے کہیں دور سونے مقام پر چھوڑ کر احتیاط سے لوٹ آؤ تا کہ تمھیں کوئی نہ دیکھ پائے۔''

وہ سر ہلا کر اسی وقت اس کار میں جا کر بیٹھ گیا اور دوسرے لمحے وہ گاڑی گلی کے دوسرے موڑ پر تھی۔اس کے جانے کے ایک منٹ بعد ہی گلی میں وہ ٹیکسی داخل ہوئی، لیکن اسی سرے پر رک گئی۔

''سادھنا بورڈنگ۔'' اندر بیٹھا ہوا چپٹا آدمی مسکرایا۔پھر اس نے ڈرائیور کو واپس چلنے کا اشارہ کیا اور گاڑی ریورس گیئر میں ہی گلی سے نکل گئی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پراسرار لاش

سینٹرل انوسٹیگیشن بیورو کے ہیڈ کوارٹرز میں رازی اس وقت کنٹرول میں ٹہل رہا تھا۔ دہلی کے دیوار گیر نقشے پر پالم ک ہوائی اڈے، کناٹ پیلس اور چند دوسرے مقامات پر ریڈ فلیگ لگے ہوئے تھے اور ہندوستان کے نقشے پر ناگپور، گورداسپور، جبلپور، بمبئی، کلکتہ، دہلی، شملہ اور منی پور پر ریڈ فلیگ پن کیے ہوئے تھے۔ رازی بے چینی سے کسی چیز کا انتظار کر رہا تھا اور جامی کنٹرول روم کے باہر ورانڈے میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ تقریباً ایک درجن وائرلیس رسیونگ سٹس پر رائٹرز بیٹھے مختلف جرائم اور خفیہ رپورٹوں کے سلسلے میں پیغامات نشر اور وصول کر رہے تھے۔ اتنے میں سٹ نمبر ۳ کا ۱۳ نمبر انڈیکیشن بلب اسپارک کرنے لگا۔

''ہیلو، سی آئی بی سی آر انٹڈنگ۔''

''میسج فار ایس او آر ڈی اوور۔ نمبر ۱۳ ایس آر کالنگ۔''

''او کے۔ ہولڈ آن اوور۔'' رائٹر نے یہ کہہ کر رازی کی طرف دیکھا۔ ''ایس او، یور میسج ہر۔'' وہ بولا۔

رازی جلدی سے آ پہنچا۔ رائٹر کو ہٹا کر کلیمپ اس نے خود اپنے کان پر چڑھائے۔

''یس، کم ان۔ ایس آر تھرٹین۔ ایس او آر ڈی سپیر اوور۔''

''رپورٹنگ، سر۔ پالم پر ابھی ابھی ناگپور سے آنے والے ایک طیارے سے ایک لاش اتاری گئی ہے، اوور۔ اسے لینے کے لیے کچھ سفید فام لوگ بھی آئے ہیں، اوور۔''

''شاباش، تن ان کا پیچھا کرو۔ کوئی بات ہو تو میسج رننگ کال پر دو، اوور۔'' رازی نے اسے ہدایت کی۔

''او کے، سیر، اوور۔'' ادھر سے جواب ملا اور سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا۔ رازی نے

کلیمپ اتار دیا۔

''میں جا رہا ہوں اور کوئی پیغام یہاں آئے تو رنگ میسج دینا مجھے۔'' رازی یہ کہہ کر کمرے سے نکل آیا۔ جامی اسے دیکھتے ہی قریب آ گیا۔

''غلام آپ کے انتظار میں یہاں انڈا غفیل ہوا جا رہا ہے۔''

''مجھے گھٹیا الفاظ قطعی پسند نہیں ہیں۔'' رازی آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ ''چلو جلدی۔''

''یہ میری شامت کیوں؟'' جامی پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

''جلدی کرو۔ ہمیں ابھی ایک جنازے میں شرکت کے لیے بھیس بدلنا ہے۔''

''جنازے میں؟ یہ سرکاری ہے یا غیر سرکاری؟''

''بکواس نہیں چاہیے۔ ذرا سی غفلت سارا کام بگاڑ دے گی۔''

''مگر چلنا کہاں ہے؟''

''کناٹ پیلس یا قبرستان۔''

''قبرستان اور ابھی سے۔''

''پھر فضولیات۔''

''تو میں کناٹ پیلس چلا جاتا ہوں آپ قبرستان چلے جایئے۔''

''یوں نہ مانو گے۔'' رازی نے اس کا کالر پکڑ کر اسے آگے کی طرف ڈھکیلا اور جامی چلنے کی بجائے دوڑ پڑا۔

''یہ کے اینڈ براؤن کس ملک میں واقع ہے؟''

''بظاہر تو کہیں نہیں۔''

''تو پھر آپ کہاں سے برآمد کریں گے؟''

''ٹیلی فون ڈائرکٹری میں ایسا ایک ہی نام ملا ہے جو اس کا الٹا ہے۔ یعنی براؤن اینڈ

کے۔اور یہ بھی اتنی گمنام سی فرم ہے کہ کناٹ پیلس کے لوگ بھی اس سے واقف نہیں۔'' رازی نے بتایا۔

''ڈائرکٹری میں پتا تو ہوگا؟''

''ہاں،لیکن میرا مغز مت چاٹو یہ کام کا وقت ہے۔''

☆☆☆☆☆☆

اور کچھ دیر بعد جب رازی اور جامی اپنے ڈلہوزی روڈ کے بنگلے س باہر نکلے تو کوئی بھی یہ نہ شبہ کرسکا کہ وہ کوئی اجنبی نہیں۔رازی ایک بوڑھے کرسچین پادری کے لباس اور میک اپ میں تھا اور جامی بھی ایک ادھیڑ عمر سیاہ فام ہندوستانی کے لباس میں۔اس نے پرانا سا ایک کالا سوٹ مع ویسٹ کوٹ پہن رکھا تھا جس کی جیب میں ایک 'ویسٹرن' کی پرانی جیبی گھڑی پڑی تھی۔اور اس کی چین کالر کے بٹن ہول میں لٹک رہی تھی۔اس کی مونچھیں بڑی بڑی گھنی اور کھچڑی تھیں۔سر پر ایک پرانی اونچے ٹائپ کی فیلٹ ہیٹ تھی۔پتلون ٹخنوں سے اونچی تھی جس کے نیچے سفید موزے جھانک رہے تھے اور پیروں میں پتلی ٹو والا سیاہ جاتا۔رازی نے سیاہ پتلون پر پادریوں کی لمبی عبا پہن رکھی تھی۔سر پر کلاہ نما کالی ٹوپی تھی، ہاتھ میں بائیبل اور گلے میں فیتہ لٹک رہا تھا۔

وہ جس وقت ڈائرکٹری سے ملے ہوئے پتے کے مطابق کناٹ پیلس کی روزینا مینشن نامی بلڈنگ سے ملی ہوئی پتلی سی گلی میں داخل ہوئے،انھیں ایک عمارت کے چھوٹے سے احاطے میں کچھ آدمی جمع نظر آئے۔ان دو آدمیوں کو دیکھ کر ان لوگوں کو کوئی تعجب نہیں ہوا۔ کیوں کہ ایسے موقعوں پر اس قسم کے لوگوں کا آنا غیر ضروری نہیں ہوتا۔

''دیکھو اسی بلڈنگ میں اس فرم کا دفتر واقع ہے۔لیکن کمبختوں نے بورڈ کہاں لگایا ہے۔'' رازی نے جامی کو اشارہ کیا۔جامی نے سر اونچا کر کے دیکھا۔عمارت کی تیسری

منزل پر ایک چھجے کے نیچے ایک چھوٹا سا پتلا بورڈ لگا تھا جس پر لکھا تھا 'براؤن اینڈ کے کمپنی'۔

''اگر میں ڈائرکٹری کا ایک ایک نام نہ دیکھ ڈالتا تو شاید یہ پتا کبھی نہ ملتا۔'' رازی پھر آہستہ سے بولا۔ لیکن مجمع کے قریب پہنچتے پہنچتے وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ یہاں دو انگریز اور ایک ہندوستانی عیسائی پادری پہلے سے موجود تھے، جنھوں نے ان دونوں کو دیکھ کر برا سا منہ بنا کر رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ شاید وہ اپنی برادری کو زیادہ پسند نہ کرتے تھے۔

''مارننگ، فادر۔'' رازی نے خود ہی ایک انگریز پادری کو چھیڑ دیا۔

''مارننگ۔'' وہ زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

''کتنی دیر ہے ابھی؟'' رازی نے پوچھا۔

''بس تیار ہے۔''

''ہم انڈین کرسچین آرفینج سے آئے ہیں۔'' رازی نے اپنا تعارف کرایا۔ ''یتیم بچے امداد کے بہت مستحق ہیں۔'' رازی نے خود تعارف بھی کرا ڈالا۔ اس پر ان دونوں پادریوں کا موڈ کسی قدر نرم پڑ گیا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں، ملنا تو چاہیے۔ ملنا چاہیے۔'' انگریز پادری نے نرم سا جواب دیا۔

لیکن ابھی وہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اوپر سے تابوت لے آیا گیا۔ یہ شیشے کا تابوت تھا، جس میں لیٹی ہوئی لاش صاف نظر آ رہی تھی۔ لکڑی کا ایک کافن بکس علیحدہ نیچے رکھا تھا۔

لاش کے ساتھ بھی اوپر سے ایک پادری اترا، جس کے علاوہ تین سفید فام آدمی اور تھے، ان میں سے ایک رومال سے اپنے آنسو خشک کر رہا تھا۔

رازی نے اس یوروپین پادری سے سلسلۂ گفتگو تو پیدا ہی کر لیا تھا اور جب ایک گاڑی میں جس پر کچھ پھول بھی لدے تھے لکڑی کا کافن باکس اور مردے کا تابوت رکھ کر جنازہ چلا تو رازی اور جامی دونوں اسی یوروپین پادری کے پیچھے ہو لیے۔

اوپر سے لاش کے ساتھ آنے والاں نے انھیں ایک نظر دیکھا، اس وقت رازی مصلحتاً پادری سے کچھ گفتگو کرنے لگا۔ اوران لوگوں نے پھران دونوں کی پرواہ بھی نہ کی۔ یوروپین عیسائیوں کا قبرستان کچھزیادہ دور نہ تھا۔

''مردے کی آنکھیں بند ہیں۔'' جامی نے چلتے چلتے آہستہ سے رازی سے کہا۔

''اورنہیں تو کیا وہ آنکھیں کھول کر آپ کو دیکھتا چلے گا۔ چپ رہو یہاں۔'' رازی نے اسے سرگوشی کے لہجے میں ڈانٹ دیا۔ وہ دراصل اس وقت ان تینوں یوپینوں کی حرکات و تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا جو اس تابوت کے ساتھ اوپر سے اترے تھے۔

وہ تینوں اب بڑے مطمئن انداز میں آپس میں کچھ سرگوشیاں کرتے چل رہے تھے۔ کناٹ پیلس سے کچھ راہ چلتے عیسائی بھی جنازے میں شریک ہوگئے۔ ان میں سے ایک اب چلتا چلتا رازی کے قریب آگیا تھا۔ اس نے آنکھ کے اشارے سے رازی کو سلام کیا اور رازی کی رفتار اور سست ہوگئی۔

''وہ تینوں جنازے کو دفنا کر یقیناً واپس نہ جائیں گے، کیوں کہ اس سے پہلے اس بلڈنگ پر پولیس کا چھاپا پڑ چکا ہوگا۔'' رازی نے سرگوشی کے لہجے میں اس آدمی سے اس طرح کہا جیسے سرہلا کر خیر خیریت پوچھ رہا ہو۔

''انسپکٹر نپت جنازے کے نکلنے کے وقت سرکل میں چھاپے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔' اس آدمی نے بتایا۔

''تو بس اب تم دونوں اس رسم کے بعد ان تینوں آدمیوں کا پیچھا کرو۔ اور اگر وہ الگ الگ جائیں تو کم از کم ان میں سے دو کا تعاقب علیحدہ علیحدہ کرنا۔'' رازی نے اسے ہدایت کی۔ اور وہ سرہلا کر اس طرح ہنسنے لگا جیسے کوئی مذاق کیا ہو۔

پھر وہ اپنی رفتار آہستہ کر کے پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنے ایک دوسرے ساتھی سے مل گیا۔ جنازہ سفید عیسائیوں کے پران قبرستان پہنچ گیا۔ آخری دیدار اور پادریوں کی دعائے بخشش کے

بعد اسے دفنا دیا گیا۔لیکن آخری دیدار کے لیے جب مردے کی شکل لاش کو لکڑی کے تابوت میں منتقل کر کے خاص خاص عزیزوں اور پادریوں کو دکھائی گئی، تب جامی کی سمجھ میں آیا کہ رازی نے پادری کا میک اپ کیوں کیا تھا۔اسے بھی اس لاش کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ مل گیا اور وہ دعائیں پڑھنے والے انداز میں ہونٹ ہلاتے ہوئے اس نے جب کسی قدر جھک کر اس کی شکل دیکھی تو اسے مردے کی ایک آنکھ کسی قدر کھلی اور پھولی ہوئی پائی۔اس کی نظریں یہ اندازہ لگائے بغیر بھی نہ رہ سکیں کہ اس آنکھ کا دیدہ چمک دار ہے۔

مردے کو دفنانے کے بعد جب لوگ قبرستان سے نکلنے لگے تو رازی ان تینوں میں سے ایک گرانڈیل یوروپین کے پیچھے پڑ گیا کہ اسے یتیم خانے کے لیے چندہ ملنا چاہیے اور جامی کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ رازی کے پاس اس نام کے یتیم خانے کی رسید بک بھی تھی۔سفید پادری نے بھی اس کی سفارش کر دی اور بالآخر اس آدمی کو ۱۰۱ روپے چندے میں دینے ہی پڑے۔

ان سے پیچھا چھڑا کر جب وہ تینوں باہر نکلے تو ان میں سے دو آدمی باہر آ کر کھڑی ہوئی ایک لمبی سی کالے رنگ کی کار میں بیٹھ گئے۔اور کار روانہ ہو گئی۔دوسرے آدمی نے ایک ٹیکسی کرائے پر لے لی اور وہ دوسری سمت میں روانہ ہو گیا۔اس کے دو منٹ بعد ہی رازی نے دیکھا ایک دوسری لینڈ وباڈی سرمئی رنگ کی کار اس سیاہ رنگ کی کار کا پیچھا کر رہی تھی اور ایک ٹیکسی اس ٹیکسی کے پیچھے روانہ ہوئی تھی جس میں ایک سفید فام آدمی اکیلا گیا تھا۔وہ مسکرا دیا۔

''بس اب چلو۔''اس نے جامی کا بازو پکڑ کو جھنجوڑا۔

''معاملہ اپنے پلّے نہیں پڑا کچھ؟''

''بے وقوف ہمیشہ بغلیں ہی جھانکا کرتے ہیں۔''

''آپ جو جی چاہے کہیں،لیکن اس جنازے میں شرکت سے فائدہ؟''

''وہ آنکھ جس کے لیے اتنے خون ہوئے ہیں اور جس کے حصول کی کوششوں میں

اتنی بہت سی پراسرار ع طاقتیں لگی ہیں، اس وقت زیرِ قبر اس مردے کی داہنی آنکھ کے گڑھے میں موجود ہے۔'' رازی نے آہستہ سے کہا۔

''کیا!'' جامی اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ ''تو پھر نکال لیجیے نا، جلدی سے۔'' وہ بے قراری سے بولا۔

''اس طرح نہیں۔ اور پھر اعلیٰ حکام کی اجازت کے بغیر ایک معزز یوروپین مردے کی قبر نہیں کھودی جا سکتی۔''

''وفنانے سے پہلے ہی چیک کر لیا ہوتا۔''

''اس وقت تک مجھے خود پورا یقین نہ تھا۔ وہ تو جب میں نے اس کا چہرہ اچھی طرح دیکھا ہے، تب سمجھ میں آیا ہے۔''

''یہ شک تو آپ کو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اس لاش میں کوئی راز ہے؟''

''مجھے نہیں، یہ شک خان صاحب کو ہوا تھا۔ اور ان ہی نے مجھے بتا کر بند کمرے میں۔ یہ پروگرام بنایا تھا کہ وہ منی پور جا کر جاپانی جاسوسوں کو گرفت میں لے لیتے ہیں اور ہم، یعنی میں اور تم، یہاں پہنچ کر اس لاش اور اس کے وابستگان کو قبضے میں کریں۔'' رازی نے ایک ٹیکسی کو اشارے سے بلاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ہوائی اڈے پر بھی اس پر قبضہ کر لیا ہوتا۔''

''آسان تھا، مگر اس طرح وہ خطرناک گروہ اور اس کے گرو گھنٹال تو باقی رہ جاتا جو بعد میں پھر اس چیز کو کسی نہ کسی طرح حاصل کرنے کی کوشش کر کے ہمیں پریشان کرتے رہتے۔''

''تو کیا یہ لوگ خود لاش کو لینے ہوائی اڈے پر نہیں گئے؟''

''نہیں۔ وہ ایسی حماقت نہیں کر سکتے تھے۔''

ٹیکسی قریب آ گئی اور وہ دونوں اس میں بیٹھ گئے۔ گفتگو وہ اب بھی کر رہے تھے، مگر

آہستہ آہستہ۔رازی ٹیکسی والے کو بھی غور سے دیکھ رہا تھا۔نہ جانے کیوں وہ اس وقت ہر طرف سے محتاط نظر آرہا تھا۔

''آپ کہاں چل رہے ہیں؟'' جامی نے پوچھا۔

''اپنے یتیم خانے۔'' وہ جامی کا ہاتھ دباتے ہوئے بولا۔

''بھئی کچھ بھی ہو،لوگ بڑے سخی تھے، مانگتے ہی ۱۰۱ روپے کا چندہ دے دیا۔خدا ان کے مردے کو جنت نصیب کرے۔'' رازی نے گفتگو کا انداز قطعی بدل دیا۔جامی کو پہلے تو حیرت ہوئی پھر وہ بھی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔پرانی دہلی میں داخل ہوتے ہی، دریا گنج کے علاقے میں ایک جگہ رازی نے ٹیکسی رکوادی۔ یہاں ایک احاطے کے دروازے پر 'دی انڈین کرسچین آرفینج' کا بورڈ لگا ہوا تھا۔رازی نے ڈرائیور کا بل چکایا اور جامی کو ساتھ لیے اندر داخل ہوگیا۔

دروازے کے اندر گھستے ہی وہ ایک طرف آڑ میں ہوگئے۔رازی جھانک کر باہر دیکھنے لگا۔وہ ٹیکسی والا کچھ دیر تو کھڑا دروازے کی طرف دیکھتا رہا پھر کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں سر جھٹک کر ٹیکسی لے کر چل دیا۔

''دیکھا بیٹے، ذرا غفلت ہوجاتی تو سارا کام بگڑ جاتا۔''

''مگر یہ تھا کون؟''

''ضرور ان کا ہی آدمی رہا ہوگا۔جب ہم قبرستان کے باہر کھڑے گفتگو کر رہے تھے، یہ ٹیکسی والا ہمیں دور سے گھور رہا تھا۔میں نے اچٹتی نظروں سے دو تین بار دیکھ کر سمجھ لیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔اس لیے مصلحتاً میں اس وقت تک کھڑا رہا جب تک دوسری خالی ٹیکسیاں وہاں سے ہٹ نہ گئیں۔اور جب وہ اکیلی رہ گئی تب اس کو میں نے بلایا۔

''اوہ، یہ بات تھی۔مگر یہ یتیم خانہ؟''

''اوہاں۔اس کا سپرنٹنڈنٹ میرا دوست ہے۔میں اس سے یہ لباس اور رسید بک مانگ کر لے گیا تھا۔آؤ واپس کریں۔'' رازی اس کا ہاتھ تھام کر اندر کی طرف چلا۔

یتیم خانے سے وہ اپنی اصلی حالت میں پچھلے دروازے سے باہر نکلے۔سپرنٹنڈنٹ کو رازی نے سمجھا دیا تھا کہ اگر کوئی پوچھنے بھی آئے تو وہ یہی کہے کہ وہ دونوں ہمارے ہی آدمی تھے۔وہاں سے نکل کر سب سے پہلے رازی نے دریا گنج کے پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔اسے دیکھتے ہی وہاں کے اسٹاف میں چستی سی آ گئی۔مگر اس نے کسی کی طرف دھیان بھی نہ دیا۔سیدھے انسپکٹر انچارج کے آفس میں گھس کر اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔پھر وہ اس کی کرسی پر بیٹھ کر فون کرنے لگا۔انسپکٹر کہیں گیا ہوا تھا۔

''ہیلو..ایس پی مہرہ صاحب، میں رازی بول رہا ہوں۔دیکھیے جس قدر جلد ممکن ہو نئی دہلی کے رومن کیتھولک یوروپین عیسائیوں کے پرانے قبرستان کو فوراً گھیرے میں لے لیجیے۔ویسے میں نے وہاں پہلے ہی سے سادہ لباس سی آئی ڈی کے آدمی نگرانی پر تعینات کر دیے ہیں،لیکن اس کی مکمل حفاظت ضروری ہے،خصوصاً رات کے اوقات میں۔''رازی بولا۔

''تو کیا کئی دن تک سلسلہ رہے گا؟''

''یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ممکن ہے کچھ لوگ آج ہی رات کو ایک تازہ قبر کھود کر کچھ نکالنے آئیں۔ممکن ہے کل آئیں،پرسوں آئیں۔بہرحال وہ آئیں گے ضرور۔''رازی نے بتایا۔

''اچھا،میں انتظام کیے دیتا ہوں۔''

''نگرانی بہت سخت ہونی چاہیے۔''

''ہاں بھائی،میں بھی کچھ کچی گولیاں نہیں کھیلا ہوں۔''ایس پی نے ادھر سے جواب دیا۔۔رازی نے شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا اور باہر نکل آیا۔جامی یہاں اسٹاف سے گپیں لڑانے میں مصروف تھا۔

سہ پہر کے وقت وہ دونوں آدمی لوٹ کر آئے۔رازی اس وقت ہیڈ کوارٹرز میں اپنے آفس میں ہی تھا۔وہ سلام کر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

''کیا رپورٹ ہے، اچریکر؟''

''سر، دو آدمی ڈوورز کلب گئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام جیکی ہے۔ دوسرے نے اسے اسی نام سے پکارا تھا۔''

''اور تم؟'' اس نے دوسرے سے پوچھا۔

''سر، وہ آدمی برٹش کونٹینینٹل ایئر سروس کا کے دفتر گیا تھا۔ میں نے بعد میں معلوم کیا تو اس نے وہاں کل پیرس کے لیے روانہ ہونے والے ایک طیارے میں تین نشستو کے ٹکٹ ایڈوانس بک کرائے ہیں۔''

''کل کے لیے؟''

''یس، سر۔ آج کل بکنگ پہلے سے کرانی پڑی ہے۔''

''کن ناموں سے بکنگ کرائی گئی ہے؟''

''جیکی، نیلسن اور ڈوور۔''

''ٹھیک ہے۔ تم دونوں جاؤ اور ڈوور کلب پر ہی ان کی نگرانی کرو۔'' رازی نے انھیں ہدایت کی۔ وہ اسی وقت سلام کر کے چلے گئے۔

''ڈوور اور ڈوور کلب۔'' جامی بڑبڑایا۔

''ان تین آدمیوں میں سے ایک یقناً ڈوور رہا ہوگا۔''

''اور جیکی؟'' جامی نے پوچھا۔

''جے ... کی ... کی ... مین!'' رازی اچھل پڑا۔ ''ہو نہ ہو، وہی کی مین ہے۔'' وہ چونک کر بولا۔

''اس طرح تو میکی، چیکی، ویکی، سیکی، سب ہی کی مین ہو سکتے ہیں۔'' جامی نے بحث شروع کر دی۔

''میں تمھیں کسی سرکاری یتیم خانے میں بھرتی کرا دوں گا۔''

''جہاں کے آپ سپرنٹنڈنٹ ہوں۔''

اس جواب پر رازی ہنس پڑا۔

''جو کچھ ہونا ہے، آج رات ہی ہوگا۔آج کی رات، جب آسمان پر گہری تاریکی میں صرف خاموش ستارے چند خوف ناک انسانوں کو ایک لاش قبر کھود کر نکالتے دیکھیں گے۔'' رازی بڑبڑایا۔''

''اور پھر ہم ان کی قبر کھودیں گے۔''

''وہ کام میں تم سے ہی کراؤں گا۔ارے مگر ہم نے اب تک خان صاحب کو ان واقعات کی اطلاع نہیں دی، وہ منتظر ہوں گے وہاں۔'' رازی چونک کر اٹھ بیٹھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

خوفناک برنارڈ

کلکتہ پارک اسٹریٹ کی ایک تنگ و تاریک گلی میں سادھنا بورڈنگ کے دروازے پر ایک مدھم سا برقی لیمپ اندھیرے کے بھیانک پن سے اکیلا جل رہا تھا۔ رات کے تقریباً ۹ بجے تھے، مگر اس گلی میں ٹین کے چند کارخانے ہی تھے جو سرِ شام بند ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد سناٹا چھا جاتا تھا۔ سادھنا بورڈنگ کا دربان، جو کوئی یو پی کا پہلوان معلوم ہوتا تھا، دروازے کے سامنے نیلے رنگ کی شیورلیٹ کار رکتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس میں سے دو آدمی اترے۔ ایک زرد رنگ کا سرج کا کوٹ پہنے چپٹی سی شکل کا آدمی تھا اور دوسرا خوفناک صورت، تنومند، تگڑا سا آدمی، جس نے گرم پتلون پر لمبا اوورکوٹ پہن رکھا تھا۔

''تم یہیں ٹھہرو، ضرورت پڑے تو آنا۔'' چپٹے آدمی نے اسے تحکمانہ لہجے میں ہدایت کی۔

''او کے، باس۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ اور چپٹا آدمی سیڑھیاں چڑھ کر بورڈنگ کے دروازے پر آ گیا۔

''کیا یہاں ایک عرب صاحب اور خان صاحب آ کے ٹھہرا ہے؟'' اس نے دربان سے پوچھا۔

''عرب صاحب۔'' دربان کچھ سوچ میں پڑ گیا۔

''ٹھہرا ہے... ہاں ہاں ٹھہرا ہے۔'' چپٹے آدمی نے خود ہی اس کی مٹھی میں دس روپے کا ایک نوٹ تھماتے ہوئے کہا۔

''ہاں صاحب، ایک ٹھو عرب صاحب اور ایک ٹھو کھان صاحب آج ہی آئے کے ٹھہرن ہیں۔'' دربان کی آواز بدل گئی۔ ''اوپر کمرہ نمبر ۹ میں۔''

''تھینک یو، تھینک یو۔'' وہ آدمی یہ کہتا ہوا اندر چلا گیا۔

اندر سادھنا کا مینجر کاؤنٹر کے نزدیک کھڑا کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''کیا کمرہ چاہیے، صاحب؟'' اس نے پوچھا۔

''کمرہ نمبر ۹۔'' چپٹا آدمی معنی خیز لہجے میں بولا۔

''وہ...وہ تو مگر۔''

''انھیں خبر کرا دیجیے کہ ایک دوست ان سے ملنے آیا ہے۔'' چپٹے نے اسے ایک طرف لے جا کر کہا۔

''مم...مگر...وہ تو...''

''میں سب جانتا ہوں۔ آپ فکر نہ کیجیے۔'' اس آدمی نے نرمی سے کہا اور مینجر لاجواب سا ہو کر سر ہلاتا ہوا اوپر چلا گیا۔ وہ تو تقریباً ۵ منٹ بعد لوٹ آیا اور اس نے ایک نوکر کو اشارہ کیا کہ وہ نووارد کو ساتھ لے کر اوپر جائے۔ چپٹا آدمی اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا اس کے ساتھ ہو لیا۔

کچھ دیر بعد ہی وہ کمرہ نمبر ۹ میں بیٹھا عرب (بالے) اور پٹھان (رؤف) سے گفتگو کر رہا تھا۔

''یا اخی، ہم صرف موتی کی تجارت کرتا ہے۔'' عرب صاحب اسے یقین دلا رہے تھے۔

''خوچہ مہمان صاحب، ہم سودپہ رقم دیتا صرف سودپہ۔'' رؤف نے کہا۔

''شاید آپ لوگ نہیں جانتے کہ ایسٹ انڈیا ہوٹل سے بھاگنے میں میں نے ہی آپ مدد کی تھی۔ میں نے ہی پولیس کو غلط راستہ بتایا تھا۔'' چپٹے آدمی نے بتایا۔ اس پر بالے اور رؤف حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

Akram Allahabadi

"ولے کیوں مدد کیا آپ ہماری؟" رؤف نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"اس لیے کہ عرب صاحب کی ایک آنکھ نقلی ہے اور پولیس ہر نقلی آنکھ والے کا پیچھا نہیں کیا کرتی۔" چپٹا آدمی معنی خیز لہجے میں بولا۔

"یا ایّھا المہمان صاحب، وہ ہم کو موتیوں کا سودا نہیں کرنے دیتا۔اس کے واسطے پیچھا کرتا ہے۔"

"اب آپ لوگ مجھ سے بھی چھپانا چاہتے ہیں تو چھپا لیے، مگر میں جانتا ہوں اور اسی کا سودا کرنے کے لیے آیا ہوں۔"

"یا ایھا الخان صاحب، کیا خیال ہے؟" عرب نے خان کی طرف دیکھا۔

"خو چہ تم کتنا دیتی؟" خان نے براہِ راست چپٹے آدمی سے پوچھا۔

"ایک۔" اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔

"اوہو ہو ہو۔" پٹھان موٹی ہنسی ہنسا۔ "ایک روپیہ دیتی۔" وہ عرب کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہذا قلیل' یا ایھا المہمان صاحب۔"

"عرب صاحب بولتی بہت تھوڑا ہے۔"

"ڈیڑھ۔" چپٹا آدمی بولا۔

"مان جاؤ، عرب صاحب، خدا کا تم پر لعنت، مان جاؤ۔ ڈیڑھ کروڑ روپیہ بہت ہوتا ہے۔"

"اونہونہہ۔" عرب نے سر کو جھٹکا۔

'کروڑ' کا لفظ سن کر چپٹے آدمی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔اس کے خیال میں شاید اس کا تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔

"ویل مسٹر..." عرب کا لہجہ اکدم بدل گیا۔

''اوہاما۔'' چپٹے آدمی نے اپنا نام بتایا۔

''مسٹر اوہاما، صرف ۲۴ گھنٹے کا وقت اور ۲ کروڑ روپے منظور ہوں تو کل اسی وقت، اسی جگہ، ورنہ سودا مسترد۔'' وہ اپنے لہجے کو کسی یوروپین کے مطابق بناتے ہوئے انگریزی میں بولا۔ اور اس کی اس تبدیلی پر چپٹے آدمی کو حیرت بھی نہیں ہوئی۔ شاید وہ پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ وہ کچھ اور ہیں۔

''چوبیس گھنٹے بہت ہیں۔ پولیس کے کتے ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور کی مین کے آدمی بھی یہاں پہنچتے ہی ہوں گے۔'' رؤف نے بھی انگریزی زبان اور اسکاٹش لہجہ اختیار کیا۔

کی مین کا نام سنتے ہی اوہاما چونک پڑا۔

''وہ سور بہت خطرناک ہیں۔ ہم اسے ایک گھٹیا قسم کے چور سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ وہ کھل کر مقابلے پر آئے تو ہم اسے مزا چکھا دیں۔'' بالے اکڑ کر بولا۔

''بہادری نہیں، یہاں احتیاط کی ضرورت ہے، برنارڈ۔'' رؤف نے اسے بے ساختگی میں سمجھایا۔

''برنارڈ، موسیو برنارڈ۔'' جاپانی اکدم چونک پڑا۔ اور اس نے اپنا ہاتھ فوراً آگے بڑھایا۔ بالے اس پر صرف مسکرا دیا۔ اس نے بھی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

''مجھے کیا معلوم تھا کہ پیرس کا سب سے خطرناک بلیک میلر میرے سامنے ہے۔ مگر آپ تو جیل میں تھے؟'' اوہاما نے پوچھا۔

''جیل میں... اوہاہاہا... اوہاہاہا...'' بالے نے آواز بھاری کر کے قہقہہ لگایا۔ ''وہ پھر ایک معمولی سا آدمی۔ میری اصلی شکل آج تک کوئی نہیں دیکھ سکا ہے۔'' بالے نے خود کو ایک با رعب اور خطرناک آدمی کے کردار میں بدلتے ہوئے کہا۔

''تب ہی میں سوچ رہا تھا کہ 'کی مین' سے ٹکر لینے والا کون ہو سکتا ہے۔'' وہ

خوشامدی لہجے میں بولا۔

کی مین...اس کی بھی موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے شاید۔'' بالے نے چھت کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تو پھر سودا طے رہا؟'' یہ کہتے ہوئے وہ بالے کی طرف جھک گیا اور سرگوشی کے لہجے میں بولا۔''جومو کا یوجو زندہ ہے۔بلاسپور میں کی مین کے آدمیوں نے اس کے صرف ایک اسسٹنٹ کو مارا تھا جو یوجو بن کر وہاں موجود تھا۔''

''مجھے معلوم ہے۔شاید وہ منی پور میں ہے۔'' بالے نے لاپرواہی سے سے کہا۔ جس پر اوہاما حیرت سے تقریباً اچھل پڑا۔

''تو تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔'' وہ حیران ہو کر بولا۔

''میرا خیال ہے یہ سودا منی پور چل کر ہی کیا جائے۔ہم وہیں سے برما سے ہوتے ہوئے آسٹریلیا کی طرف نکل جائیں گے۔'' رؤف نے بالے کو مشورہ دیا۔

''یہ بھی ٹھیک ہے۔تم یوجو کو اطلاع دے دو کہ اگر سودا منظور ہے تو انتظام کر کے رکھے۔ہم منی پور میں چند گھنٹوں سے زیادہ نہ ٹھہریں گے۔اور تم ہمارے ساتھ چلو گے۔'' بالے نے اوہاما سے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''میں ابھی اسے خبر کیے دیتا ہوں۔'' اوہاما پرمسرت انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''لیکن ٹھہرو۔اگر تم نے ہمارے ساتھ دغا کی تو تمہاری لاش کا ایک ٹکڑا مشرق میں ہوگا اور ایک مغرب میں۔'' بالے نے لہجے کو خوفناک بنا کر تنبیہہ کی۔

''بھروسہ رکھو، برنارڈ، اوہاما اب ایسا آدمی نہیں ہے۔'' وہ کانپ کر بولا۔

''تو جاؤ، ہم تمہاری واپسی کا انتظار کریں گے۔'' برنارڈ نے اسے دروازے کی طرف ڈھکیلا اور پھر تینوں ہنس دیے۔اوہاما جلدی جلدی سیڑھیاں اتر کر باہر نکل گیا۔

''مانتا ہوں، دوست، تم تو پورے فلم ایکٹر ہو۔'' رؤف بالے کی پیٹھ ٹھونک کر بولا۔

''لاحول ولاقوۃ، کیا تعریف کی ہے حضور نے۔میری سات پیڑھی تک لعنت بھیج رہی ہوگی۔''بالے برا سا منہ بنا کر بولا۔لیکن پھر کچھ یاد کر کے اس نے کمرے کا دروازہ فوراً ہی بند کرلیا اور وائرلیس کمیونیکیٹر نکال کر دوسرے چھوٹے کمرے میں چلا گیا۔

''ہیلو،ایس او کے ایچ بی آر کالنگ ایس او کے ایچ اوور۔''

اور دوسرے لمحے ہی سیٹ میں سے باریک سی آواز سنائی دینے لگی۔

''کم ان،بوائے،ایس او کے ایچ اٹنڈنگ اوور۔''

''آپ کی ترکیب کامیاب رہی اور کل برنارڈ اپنے ساتھی سمیت منی پور روانہ ہوگا اوور۔''

''گڈ ڈن،بوائے،اوور۔''

''نوبوائے،آئی ایم اے فل مین اوور۔''بالے کو جیسے بوائے کا لفظ چبھنے لگا۔دوسری طرف سے خان کی باریک ہنسی سنائی دی۔

''ہوشیاری سے کام کرنا،اوور۔منی پور میں جاپانی ایجنٹوں کا جال بچھا ہے،اوور۔'' خان کی آواز آئی۔

''جومو کا یو جو زندہ ہے،اوور۔معاملہ اس سے ہوگا،اوور۔''بالے نے کہا۔

''مجھے پہلے ہی شک تھا،اوور۔بہر حال یہ اچھا ہوا اس کے ساتھ سب مٹھی میں آجائیں گے،اوور۔''

''آپ ہمارا تعاقب کریں گے نا؟اوور۔''بالے نے تصدیق چاہی۔

''بچوں جیسی باتیں نہ کیا کرو،اوور۔''ادھر سے سلسلہ منقطع ہوگیا اور بالے نے رسیور رکھ دیا۔

''یا ایھا الحرام مونچھ،سب ٹھیک ہے۔''اس نے رؤف کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بالے صاحب،آپ یہ خوبصورت خطاب اپنی زبان کے کھرچ ڈالیے ورنہ دو دو

ہاتھ ہو جائیں گے۔"

"شانتی سے، شانتی سے، بھائی۔"

"لاحول ولاقوۃ، یہ کیا بکواس ہے؟"

"ڈیئرم، میں آپ کی لتا منگیشکر کا ذکر نہیں فرما رہا، آپ کو صبر کی تلقین کر رہا ہوں۔"

بالے نے سنجیدگی اختیار کر لی۔

"بڑے بے غیرت ہو، یار۔"

"پولیس میں غیرت مند ہونا اب اپنی توہین ہے۔"

"بس رہنے دو اپنا فلسفہ۔ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔" رؤف یہ کہہ کر لیٹ گیا۔ اور بالے اس کے پاس ہی بیٹھ کر فلم البیلا کی لوری گنگنانے لگا۔ "آجا ری نندیا، تو آ کے نہ جا۔ میرے موٹے سے بچے کو کھا کے نا جا۔"

"تم آدمی ہو یا پاجامہ۔ نہ خود سؤ نہ سونے دو۔"

"اور لوری کیا جھک مارنے کو سنا رہا ہوں۔"

"آپ میری والدہ محترمہ نہیں ہیں۔"

"کبھی کبھی کنوارا باپ بھی بننا پڑتا ہے۔"

"میں آپ کی خاصی مرمت کروں گا، ابا جان۔"

"نا خلف کہلاؤ گے۔" یہ کہتا ہوا بالے بھی جلدی سے اپنے بستر اور رؤف نے مسکرا کر کمبل تان لیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

مہنگا سودا

منی پور اسٹیٹ آبادی کے لحاظ سے اوسط لیکن پرانے شہری طرزِ تعمیر کا نمونہ تھی۔ یہاں کے باشندے زیادہ تر نیپالیوں کی طرح چپٹے اور صحت مند تھے اور ان میں جاپانی ایجنٹوں میں گھل مل جانا غیر فطری نہ تھا۔

ہوائی اڈہ معمولی نوعیت کا اور آبادی سے دور تھا۔ لیکن جب بالے اور اوہاما کی معیت میں بالے اور رؤف جہاز سے اترتو بالے یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ یہاں تین آدمی اور ایک عورت ان کے استقبال کے لیے پہلے سے موجود تھے اور ان کے ساتھ والی نوجوان خوبصورت عورت کوئی ان جانی ہستی نہ تھی، وہ تھی سبزا سکرٹ، مگر بالے نے فوراً ہی اپنے تاثرات پر قابو پالیا۔ وہ اس طرح جہاز سے اترا جیسے قطعی لاپرواہ قسم کا کوئی اجنبی ہو۔ وہ عرب اور پٹھان کے ہی میک اپ میں تھے۔ اوہاما کو دیکھتے ہی وہ لوگ آگے بڑھ آئے۔ بیلی، بالے اور رؤف کو بری طرح گھور رہی تھی، جس پر رؤف کچھ گھبرا سا گیا مگر پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔

اوہاما نے اپنی زبان میں ان سے کچھ کہا جس کے بعد وہ یکے بعد دیگرے بالے اور رؤف سے ہاتھ ملانے لگے۔ لیکن گفتگو کسی نے کسی سے نہ کی۔ بالے کو خدا جانے کیا سوجھ گئی کہ بیلی سے ہاتھ ملاتے وقت اس نے اسے آنکھ ماردی۔ جس پر بیلی کی کیفیت عجیب سی ہوگئی۔ وہ نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبا کر رہ گئی۔ جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہتے کہتے رک گئی ہو۔

اس کے بعد وہ سب ہوائی اڈے سے نکل کر باہر کھڑی ایک لمبی سی مٹیالے رنگ کی کار میں بیٹھ گئے۔ بالے اس نئے اور اجنبی ماحول میں اندر سے کچھ گھبرایا ہوا سا تھا لیکن اس وقت اس نے اطمینان کا سانس لیا جب اس کی نظر ہوائی اڈے کے مسافروں والے شیڈ میں کھڑے ہوئے دو ایسے مسافروں پر پڑی جو بید کے بنے ہوئے پھیلی ہوئی کور کے ہیٹ لگائے

ہوئے ٹہل رہے تھے۔بالے نے ان میں اونچے قد کے مسافر کے انداز خرام کو فوراً پہچان لیا۔وہ یقیناً خان تھا۔

مختلف پہاڑی راستوں سے گزر کر ایک گھنٹہ میں ان کی کار ایک ٹیلے پر مل کھا کر کے درختوں کے جھنڈ کے درمیان بنے ہوئے پہاڑی طرز کے ایک پتھریلے بنگلے کے پاس جا کر رکی۔یہاں وہ یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ اس کے دروازے پر پہرہ دینے والے دربان بھی پستول سے مسلح تھے۔انھیں گاڑی سے اتار کر اندر لے جا کر ایک آراستہ کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ یہ کمرہ مختصر اور پرسکون تھا،لیکن اس کا فرنیچر جاپانی طرز کا تھا۔کھڑکیوں پر پردے بھی جاپانی ڈزائن کے لٹک رہے تھے اور میز پر جو گل دان رکھا تھا وہ بھی ایک جاپانی رقاصہ کا پوز تھا،جس کے سر میں ایک سوراخ تھا اور اس میں ہی پھولوں کی ڈنڈیاں پڑی تھیں۔

''میں یوجو کو خبر کرتا ہوں،آپ لوگ تب تک سفر کی تکلیف رفع کر لیں۔چائے بھیجوں یا کچھ اور پئیں گے؟''اوہاما نے رخصت ہوتے ہوئے پوچھا۔اور کچھ سے مراد شراب تھی۔

''اور کچھ ابھی نہیں،کھانے کے وقت پر۔ابھی صرف کافی۔لیکن یاد رہے کہ ہم چند گھنٹے ٹھہریں گے یہاں۔''بالے بولا۔

''مجھے یاد ہے۔''اوہاما مسکرایا اور باہر نکل گیا۔

''بیٹے،معلوم ہوتا ہے برے پھنسے آج۔''رؤف نے ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے پوچھا۔

''اللہ مالک ہے۔''بالے نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

''مجھے تو اس جگہ بیٹھ کر وحشت محسوس ہو رہی ہے۔''رؤف نے باہر کی آوازوں پر کان لگاتے ہوئے کہا۔

اچانک وہ ایک بند دروازے کو کھلتے دیکھ کر چونک پڑے۔ان دونوں کے ہاتھ

جیبوں میں ریوالور پر چلے گے۔

''اس کی ضرورت نہیں۔'' ایک نرم سی لچکتی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ اور دروازے کے پردے کی اوٹ سے بیلی نکل آئی۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔

''یہ کون لڑکی ہے؟'' بالے نے رؤف کی طرف رخ کر کے ان جان بنتے ہوئے پوچھا۔

''بنو مت، سؤر، تم جان بوجھ کر موت کے منہ میں چلے آئے ہو۔ مجھے اگر تم سے ہمدردی نہ ہوتی تو میں خود تمہیں گولی مار دیتی۔'' اس کا لہجی پر خلوص لیکن جھنجلایا ہوا تھا۔

''ہمدردی یا محبت؟''

''افوہ، تم کتنے ڈھیٹ ہو۔ میں یہ کہنے آئی ہوں کہ قبل اس کے کہ تمہاری موت یہاں تک پہنچے، تم نکل جاؤ یہاں سے۔''

''ارے واہ، اتنی جھک مار کر تو یہاں تک پہنچے اور تم کہتی ہو نکل جاؤ؟''

''نکل جاؤ، خدا کے لیے، ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔'' وہ تقریباً التجا کرنے لگی۔

''بیلی۔'' بالے سنجیدہ ہو گیا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تم مجھے پسند کرتی ہو اس لیے مجھے بچانے کی کوشش کر رہی ہو، مگر یقین رکھو میں بزدل آدمی نہیں ہوں۔''

''یہ بہادری نہیں، بے وقوفی ہے۔ میں جوموکا کو جانتی ہوں۔ وہ بہت بے رحم اور کمینہ آدمی ہے۔ اور اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ تم وہ ہمنا رڈ بن کر آئے ہو جو پیرس کی جیل میں تین مہینے قبل مر چکا ہے تو تم یہاں تک پہنچ بھی نہ سکتے۔'' بیلی نے کہا۔

''تمہاری معلومات بہت وسیع معلوم ہوتی ہیں۔'' رؤف بھی بول اٹھا۔

''تم چپ رہو جی، مجھے صرف اس بے وقوف لڑکے سے ہمدردی ہے۔''

''لڑکا! ارے ڈارلنگ میری عمر ۳۳ سال کی ہے۔''

''یہ مذاق کا وقت نہیں ہے مرنا چاہتے ہو تو مرو۔'' یہ کہہ کر وہ پیر پٹکتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھہرو تو میری جان۔'' بالے نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''کم سے کم مرنے سے پہلے یہ تو بتا دو تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اس نے اسے پھر گھسیٹ کر سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''جو تم کر رہے۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھی اور ہاتھ چھڑا کر باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر بعد ہی ایک چپٹا سا جاپانی نوکر کافی کی ٹرے لے کر آ پہنچا۔ بالے نے کافی دو پیالیوں میں انڈیل کر تھوڑی سی اس آدمی کو دیتے ہوئے کہا۔

''اے مکھیو۔''

''کیوں؟'' وہ چونکا۔ ''اوہ، شک کرتے ہیں آپ۔'' یہ کہہ کر اس نے وہ کافی پی لی اور چلا گیا۔ رؤف اور بالے لب بہ تقدیر رہ کر کافی پینے لگے۔

ابھی وہ کافی ختم بھی نہ کر پائے تھے کہ اوہاما داخل ہوا۔

''یوجو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔'' اس نے آتے ہی کہا۔ اور وہ جوں توں کافی ختم کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اوہاما ان کی رہنمائی کرنے لگا۔ ایک ہال سے گزر کر وہ چند چھوٹے کمروں کو طے کرتے ہوئے ایک شاندار کمرے میں داخل ہوئے، جس کی کھڑکیاں بند تھیں اور سامنے ایک چمڑے کے صوفے پر ایک پستہ قد مگر خوفناک شکل کا جاپانی گود میں ایک کالی بلی لیے بیٹھا تھا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی مگر چمکدار اور خوفناک تھیں۔ وہ شکل سے ہی بڑا چالاک اور بے رحم لگتا تھا۔ بالے نے اسے دیکھ کر پہلے ایک جھرجھری لی اور پھر ایک فیصلہ کن موڈ اختیار کر لیا۔ وہ بڑی لاپرواہی سے اس کی طرف بڑھا۔ پہلے اس نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی اور پھر یوجو کے قریب پہنچ گیا۔ بلی کو ایک طرف رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''آیے آیے۔'' اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

Akram Allahabadi

اور بالے نے مصافحہ کرتے ہوئے اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔اس کی آنکھوں پر اب بھی وہی عینک چڑھی ہوئی تھی۔یوجو نے ایک بار اس کے شیشے کے اندر سے جھلکنے والی نقلی آنکھ کو گھورا پھر مسکرا دیا۔

''ہوسکتا ہے کہ یہ نقلی آنکھ بھی نقلی ہو۔'' وہ مسکرایا۔

''برنارڈ بچوں کا کھیل نہیں کھیلتا، یوجو۔نقلی شیشے کی آنکھ کی مین کے آدمی لے گئے ہیں۔'' بالے مسکرایا۔

''اور اگر میں یہ آنکھ نوچ لوں تو؟'' یوجو بڑے بڑے ناخنوں والا پنجہ دکھاتے ہوئے مسکرایا۔

''یہ کام تو تمہاری کالی بلی بھی کرسکتی ہے۔لیکن یہ بے وقوفانہ حربے برنارڈ پر اثر نہیں کریں گے۔تمہارے دل میں غداری کا خیال آتے ہی تم اپنی شرارتوں سمیت ختم ہوجاؤ گے۔'' بالے نے بلا جھجک بلکہ کسی قدر تُرش لہجے میں جواب دیا۔

''بہت خوفناک آدمی ہو؟'' وہ معنی خیز انداز سے بولا۔

''آزمانا چاہتے ہو؟'' بالے نے اسے گھور کر پوچھا۔

''نہیں نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔ہمیں تو صرف بزنس کی باتیں کرنی ہیں۔ہم ایک دوسرے کے دشمن تھوڑی ہیں۔'' یوجو کا لہجہ بدل گیا۔

اچانک بالے کو محسوس ہوا جیسے داہنے ہاتھ کے دروازے کے پردوں کے پیچھے کوئی چھپا ہوا ہے۔

''میں دشمنوں کی پرواہ کبھی نہیں کرتا۔'' یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہی ریوالور نکالا اور اس پردے پر نیچے کی طرف فائر کر دیا۔اس کے ساتھ ہی ایک چیخ سنائی دی اور کسی کے گرنے کی آواز آئی۔فوراً ہی چاروں طرف سے کمرے میں بہت سے جاپانی پستولیں لیے آ پہونچے۔مگر بالے پستول کو انگلی پر جھلاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"یونجا ٹوکو، یونجا۔" یوجو حلق پھاڑ کر چیخا۔اوراس کا حکم سنتے ہی وہ سب خموشی سے لوٹ گئے۔

"ہاں تو بزنس۔" بالے پھر یوجو کی طرف مخاطب ہوا۔

"رقم تیار ہے۔" وہ بولا۔

"لیکن یہاں نہیں۔اس ٹیلے پر ہم اکیلے چلیں گے۔" بالے نے سامنے والے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔

"شاید تم ڈرتے ہو کہ یہاں کچھ ہو نہ جائے۔" یوجو مسکرایا۔

"ہمارڈ کسی سے نہیں ڈرتا، یوجو۔منگاؤ رقم۔" بالے نے کہا۔

"میں خود لاتا ہوں۔" یوجو یہ کہہ کر اٹھا اور ایک دروازے کا پردہ ہٹا کر اندر گھس گیا۔

"ابھی تک بھائی کا پتا نہیں ہے۔" بالے نے فکرمند ہوتے ہوئے رؤف سے کہا۔

"ارے یہ کچھ کرنے نہ گیا ہو؟" رؤف چونکا۔

"اس وقت اکیلا ہے۔آؤ۔" بالے یہ کہہ کر اٹھا اور ٹہلنے والے انداز میں اس نے اس کمرے کے پردے سے اندر جھانکا۔رؤف بھی ساتھ آ گیا۔وہ دیکھتے ہی چونک پڑا۔یوجو کسی مشین کے پرزے کو گھمارہا تھا۔یکا یک ایک گونج سی پیدا ہوئی اوراچانک وہ صوفہ جس پر بالے اور رؤف بیٹھے تھے،فرش کے اندر غائب ہو گیا۔پھر اس جگہ نظر آنے والا خلاء بھی ایک تختے سے پر ہو گیا۔یوجو اس حرکت کے بعد پلٹنے ہی والا تھا کہ اچانک بالے اس پر ٹوٹ پڑا اور پوری طاقت سے اس نے یوجو کی گردن دبالی۔

"بے ہوش کرو سالے کو جلدی سے۔"اس نے رؤف سے کہا۔اور رؤف نے جیب سے رومال نکال کر اس پر ایک شیشی سے کلورا فارم کے قطرے ٹپکاتے ہوئے اس کی ناک پر لگا دیا۔یوجو بالے کی قید سے چھوٹنے کی جدوجہد کرتے ہوئے بے ہوش ہو گیا۔

"رؤف بھائی،تم ہاتھی کا جسم رکھتے ہو،اسے آسانی سے اٹھا کر بھاگ سکو گے۔"

رؤف اس کا مطلب سمجھ گیا۔اس نے یوجو کو کاندھے پر اٹھالیا اور وہ اس بڑے کمرے میں لوٹ آئے۔لیکن دروازے تک آتے ہی بہت سے دوڑتے قدموں کی آوازوں نے انھیں چونکا دیا۔

بالے نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ گیس شیل نکالے اور زمین پر دے مارے۔سارے کمرے میں دھوں ہی دھوں پھیل گیا اور وہ دونوں یوجو کو لے کر کھلی کھڑکی سے کود گئے۔

ابھی وہ بمشکل سو قدم گئے ہوں گے کہ گولیوں کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔

''معلوم ہوتا ہے خان صاحب آپہنچے۔'' رؤف نے کہا۔

''ارے نہیں، وہ سبز اسکرٹ۔'' بالے کے منہ سے نکلا۔اور واقعی اس حیرت انگیز کردار کی لڑکی نے اس وقت عجیب کام کیا تھا۔اس نے بالے اور رؤف کے تعاقب میں دوڑنے والوں کو فائرنگ میں الجھالیا تھا۔وہ خود ایک چٹان کی آڑ سے چھپ کر فائرنگ کر رہی تھی۔اور اسی وجہ سے بالے اور رؤف کو اس وقت بھاگ نکلنے کا موقع ملا تھا۔

''بڑا کام کر رہی ہے یہ لونڈیا۔'' رؤف بولا۔

''ایسا ویسا عشق تھوڑی کرتا ہوں۔'' بالے نے فخر کا اظہار کیا۔

''ابے عشق کی دم، اس گدھے کے بوجھ سے میرا کندھا ٹوٹا جا رہا ہے۔''

''ارے لو، وہ خان صاحب آپہنچے۔'' بالے نے اس ٹیلے کی طرف آنے والی سڑک پر پولیس کی گاڑیاں دوڑتی دیکھ کا کہا۔سب سے آگے آنے والی گاڑی میں خان، ابرہیم اور منی پور کے انسپکٹر جنرل تھے۔یوجو کے ہیڈ کوارٹرز سے پولیس پر بھی فائرنگ ہونے لگی۔بیلی کو موقع مل گیا۔وہ بھاگ کر بالے اور رؤف سے آملی۔

اچانک پولیس وین کا لاؤڈ اسپیکر چیخا۔

''ہتھیار ڈال دو ورنہ تمہارا ہیڈ کوارٹر دھماکوں سے اڑا دیا جائے گا۔''

مگر اس دھمکی کا بھی کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ایک دستی بم جو جاپانیوں کی طرف سے پھینکا گیا، بالے وغیرہ کے نزدیک ہی آ کر پھوٹا۔مگر وہ محفوظ رہ گئے۔اب یوجو کے آدمیوں نے مشین گنیں سنبھال لی تھیں۔وہ ہتھیاروں سے اچھی طرح لیس معلوم ہوتے تھے۔

''ایریا کمانڈر ایڈوانس بیس ۱۶۔آئی جی پی کالنگ۔''انسپکٹر جنرل نے وائرلیس سٹ پر کال کرنا شروع کر دیا۔دوسری طرف سے فوراً ہی جواب مل گیا۔

''ایڈوانس بیس نمبر ۱۶ اسپیک، اوور۔''

''یوجوکا کے آدمی خطرناک ہتھیاروں سے مسلح ہیں۔بمبارڈمنٹ کیا جائے۔''

''اوکے۔''جواب ملا۔

اور ابھی یہ مقابلہ بمشکل دس منٹ بھی نہ جاری تھا کہ انسپکٹر جنرل نے اچانک اپنے آدمیوں کو پیچھے ہٹنے کا کاشن دیا۔اتنی دیر میں پیچھے سے گھوم کر بالے، رؤف اور بیلی بھی پولیس فورس کے پیچھے پہنچ گئے تھے۔پولیس فوراً پیچھے ہٹنے لگی۔یوجو کے آدمی یہ دیکھ کر اور جم کر گولیاں چلانے لگے۔مگر ٹھیک اسی وقت آسمان پر ایک گونج پیدا ہوئی۔گولیوں کے شور میں کسی نے آنے والے بمبار طیارے کی آواز نہ سنی تھی۔لیکن اس وقت سب اچھل پڑے جب پہلا بم یوجو کے ہیڈ کوارٹر پر گرا۔پھر دوسرا، پھر تیسرا۔

اور جب دھواں اور دھول صاف ہوئی تو انسانی لاشوں اور منہدم شدہ عمارت کے ملبے کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆

''آپ لوگوں کی قابل خدمات کا میں تہہ دل سے معترف ہوں۔''منی پور کے آئی جی نے سامنے بیٹھے ہوئے خان، بالے، رؤف، ابراہیم اور بیلی کو مخاطب کیا۔

''اصلی محنت ان لوگوں کی ہی ہے۔''بیلی نے اعتراف کیا۔بالے اب اپنی آنکھ بھی

صاف کر چکا تھا۔

''مجھے تو صرف ان جاپانی جاسوسوں کے پراسرار ہیڈ کوارٹرز کا سراغ لگانے کے لیے سیکرٹ سروس سے بھیجا گیا تھا۔'' بیلی نے مسکرا کر کہا۔

''آپ شاید نہیں جانتیں کہ مسٹر خان بمبئی کے بہت مشہور اور مانے ہوئے سراغ رساں ہیں۔'' آئی جی نے خان کی طرف اشارہ کیا۔

''مسٹر خان... یہ؟'' بیلی نے حیرت سے کہا۔ خان مسکرا دیا۔ بالے سٹپٹا گیا۔

''مگر مسٹر خان تو یہ ہیں۔'' اس نے بالے کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ میرے اسٹنڈنٹ سارجنٹ بالے ہیں۔'' خان نے خود ہی بات صاف کر دی۔

''اوگاڈ، اتنا بڑا جھوٹ۔'' بیلی یہ کہہ کر بالے کو گھورنے لگی۔

بالے نے ڈھٹائی سے کہا۔ ''پہلے میں خان تھا اب یہ خان بن گئے ہیں۔ اوّل خان آخر خان۔''

''انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں اسپیشل انوسٹیگیشن آفیسر حضور احمد خان ہوں اور یہ ...یعنی کہ اصل خان صاحب، یہ ان کے بوڑھے اور نااہل سارجنٹ بالے ہیں۔'' بیلی نے صاف صاف کہہ ڈالا۔

''چلیے انھوں نے خود ہی اپنی نااہلی کا اعتراف کر لیا اس طرح۔'' آئی جی مسکرائے۔

''یہ بچے کی طرح شریر ہے۔ کوئی بات حماقت سے خالی نہیں ہوتی اس کی۔'' خان نے بالے پر لگنے والے الزام کو ہلکا کرتے ہوئے کہا۔

''شریر نہیں، صاحب، پورا چار سو بیس ہے۔'' رؤف آہستہ سے بولا۔

''آپ نے ٹھیک کہا۔'' بیلی نے سن لیا۔

''اب آپ مجھے اور گھسیٹیں گی تو میں خودکشی کر لوں گا۔'' بالے نے روندھنا سا منہ بنا کر کہا۔

Akram Allahabadi

''بھئی معاف کر دیجیے، مس بیلی ۔دیکھیے نا بیچارہ رو پڑے گا۔'' خان نے سفارش کیا۔

''آپ کہتے ہیں تو معاف کیے دیتے ہیں۔'' وہ مسکرا دی۔اور پھر سب ہنس پڑے۔

''یوجو کے لیے کیا خیال ہے؟'' خان نے آئی جی سے پوچھا۔

''ایریا کمانڈر نے دہلی سے ٹرنک کال پر آرڈرز لے لیے ہیں۔اسے آج شوٹ کر دیا جائے گا۔''

''چلو خس کم جہاں پاک۔'' بالے پھر بول اٹھا۔

اس کے بعد وہ تینوں آئی جی سے اجازت لے کر باہر نکل آئے۔مس بیلی بھی ان کے ساتھ تھی۔اسے بھی دہلی ہی جانا تھا۔خان کو رازی کا میسج مل چکا تھا اور اب یہاں قیام کی ضرورت بھی نہ تھی۔خان ابراہیم کو سفر کی تیاری کی ہدایت کر کے ہی آیا تھا۔اور جس وقت بیلی نے ساتھ چلنے کا ارادہ ظاہر کیا تو بالے نے جلدی سے جیب سے سو روپیہ نکال کر رؤف کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

''رؤف بھائی، پیر گھوڑے شاہ کی نیاز دلا دینا۔اپنا قلعہ فتح ہو گیا ہے۔''

''بڑے بے غیرت ہو یار تم۔'' رؤف نے برا سا منہ بنایا۔

''پھر لوں تمہارا اصلی نام؟''

''معاف کرنا بابا، تو ہی بڑا ہے۔'' رؤف نے ہتھیار ڈال دیے اور بالے اپنی بغیر بال کی مونچھوں کو بل دینے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

کی مین

سرِ شام ہی سے رومن کیتھولک یوروپین عیسائیوں کے پرانے قبرستان کے گرد پولیس نے اس قسم کا گھیرا ڈال دیا تھا جس سے کسی کو ذرہ بھر اس بات کا شبہ نہ ہو کہ کوئی خاص بات ہے یا پولیس کی توجہ اس قبرستان کی طرف ہے۔ زیادہ تر آدمی کیوں کہ سادہ لباس میں، مگر مسلح تھے، اس لیے ان کی نقل و حرکت کسی کے لیے قابلِ غور بھی نہ تھی۔ قبرستان کے سامنے ہی ایک پرانی سرکاری عمارت تھی جس میں دن میں کام ہوتا تھا اور رات کو بند رہتی تھی، لیکن رازی نے خاص طور سے آج اس کی تیسری منزل کا ایک کمرہ جس کی کھڑکیاں قبرستان کے سامنے کھلتی تھیں، کھلوالیا تھا۔ یہ انتظام بڑے احتیاط کے ساتھ عمل میں آیا تھا۔

رازی جامی اور انسپکٹر پنت اس کمرے میں کھڑکی سے لگے بیٹھے تھے۔ کمرے میں اندھیرا رکھا گیا تھا تا کہ باہر سے کسی کو شبہ نہ ہو کہ وہاں کوئی موجود ہے۔ نیچے سپرنٹنڈنٹ مہرہ خود اس خفیہ محاصرے کی نگرانی کر رہے تھے۔

رات کو ٹھیک ۱۲ بجے جب نئی دہلی میں سوائے چند بڑے ہوٹلوں کے سب طرف سناٹا چھا گیا، اچانک کناٹ پیلس کی طرف سے ایک ہوائی سگنل ہوا۔ ایک ایسی قسم کی آتش بازی تھی جو آسمان کی طرف دوڑ کر غائب ہو گئی۔

رازی کو فوراً ہی سپرنٹنڈنٹ نے وائرلیس کمیونیکیٹر سے مطلع کر دیا کہ سگنل دیا گیا ہے۔ یہ سگنل یقیناً ان لوگوں کی آمد کا ہی ہوگا۔ چنانچہ پولیس کے آدمی فوراً ہی گلیوں اور قبرستان کی فصیل کے کنارے کے گڑھوں میں دبک گئے۔

ابھی بمشکل دس منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی قبرستان کے دروازے پر پڑی اور معدوم ہو گئی۔ سرخ رنگ کی ایک بند کار اس دروازے کے پاس آ کر

رکی اور اس میں تین آدمی اتر پڑے ۔انھیں چھوڑ کر وہ کار آگے بڑھ گئی ۔وہ تینوں آدمی ادھر ادھر دیکھتے احتیاط سے آگے بڑھے اور قبرستان کے لوہے کی سلاخوں والے دروازے پر چڑھ کر اندر اتر گئے ۔

''وہ آگئے ۔'' رازی قبرستان میں کسی کی ٹارچ کی لائٹ دیکھ کر چونک پڑا ۔

''تو اسپاٹ لائٹس آن کر دی جائیں؟''

''ابھی نہیں ،ہم خود پہنچتے جاتے ہیں ۔وسل سنتے ہی آن کر دینا ۔'' یہ کہہ کر رازی نے اپنی فلیٹ کیپ اٹھائی اور جامی کو اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا ۔

کسی قبر کے کھودے جانے کی بڑی مدھم آوازیں باہر سنائی دے رہی تھیں ۔اتنے میں دو سائے قبرستان کی فصیل پر چڑھے اور اندر کود گئے ۔وہ رازی اور جامی تھے ۔وہ اتنے آہستہ اندر کودے تھے کہ آہٹ تک نہ ہو پائی ۔پھر آہستہ آہستہ قبروں کی آڑ لیتے سانس روکے وہ اسی طرف بڑھنے لگے جہاں آج صبح، کے اینڈ براؤن کمپنی کا، مردہ دفنایا گیا تھا ۔

قریب پہونچ کر انھوں نے دیکھا قبر کھودی جا چکی تھی اور تابوت باہر نکالا جا رہا تھا ۔اچانک چاروں طرف سے پولیس کی سیٹیاں گونجنے لگیں ۔وہ تینوں چونک کر گھبرائے ہوئے سے ادھر ادھر دیکھنے لگے ۔لیکن رازی اور جامی انھیں نظر نہ آئے اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے سامنے والی بلڈنگ کی ایک کھڑکی سے ایک تیز چپچپاتی ہوئی اسٹارٹ لائٹ انھیں گھیرے میں لیتی ہوئی اس قبر پر پڑی ۔وہ تینوں مع تابوت اور کھدی ہوئی قبر کے روشنی میں آگئے ۔

''اف ،دھوکا ۔'' ان میں سے ایک یہ کہہ کر اچھلا اور روشنی کے دائرے کے باہر نکل گیا ۔دوسرے بھی اس کے پیچھے دوڑے ۔لیکن روشنی اب ان کے ساتھ ہی چلنے لگی ۔

''لیکن اس گھبراہٹ کے عالم میں بھی کی مین کا موڈ اکدم بدل گیا ۔وہ بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا ۔

''تم کی مین کو پکڑنے آئے ہو، الو کے پٹھو ۔تم اس کے سائے کو بھی نہیں پا سکتے ۔''

Akram Allahabadi

یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور انڈے کے برابر برابر پانچ چھ گولے نکال لیے جو دو دو اس نے سب کو بانٹ دیے۔ ''پھینک دو چاروں طرف۔''

اور اس کا حکم سنتے ہی انھوں نے وہ گولے چاروں طرف پھینک مارے۔ دھماکوں کے شور سے بارہ کھمبے کا چوراہا تک لرز اٹھا اور سارے قبرستان میں زہریلی گیس پھیل گئی۔

''لو، جامی، یہ روٹی رکھ لو۔ ناک اور کانوں میں۔'' رازی نے جلدی سے جیب سے ایک روٹی کا ٹکڑا نکال کر ایک شیشی کے رقیق مادے میں بھگو کر اسے دیا۔ ''میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ سور کم خطرناک نہیں۔ اچھا ہوا پہلے ہی انتظام کر لیا۔'' وہ بڑبڑایا۔

پولیس اس پھیلے ہوئے دھوئیں میں اندھا دھند گولیاں چلانے لگی اور یہ صورت حال رازی اور جامی کے لیے دشوار ہو گئی۔ اچانک بہت سے جوشیلے سپاہی قبرستان کی دیوار پھاند کر اندر گھس پڑے۔ لیکن وہ چار قدم سے زیادہ نہ چل سکے۔ انھیں بے ہوش ہو کر گر جانا پڑا۔ کی مین کے قہقہے اب بھی گونج رہے تھے۔ مگر شاید اسے خبر نہ تھی کہ دو آدمی ایسے بھی ہیں جس پر اس کے بموں کی زہریلی گیس نے اثر نہیں کیا ہے۔

ٹھیک اسی وقت سپرنٹنڈنٹ مہرہ کو قبرستان کے اندر سے رازی کا ہوائی سگنل ملا کہ فائرنگ بند کر دی جائے۔ اور فائرنگ فوراً ہی روک دی گئی۔ لیکن یہاں اندر سوائے دھوئیں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ رازی اور اس کے پیچھے جامی اندازے کے مطابق اس قبر کی طرف دوڑے۔ لیکن راستے ہی ان کا پیر کسی چیز سے ٹکرا گیا۔ جامی نے ٹارچ کی روشنی ڈال کر دیکھا۔ وہ قبرستان کا چوکیدار تھا، جو شاید مرا پڑا تھا۔

لیکن جیسے ہی وہ قبر کے پاس پہنچے رازی حیرت سے اچھل پڑا۔ تابوت کھلا ہوا تھا اور اندر پڑے ہوئے مردے کی آنکھ غائب تھی۔ رازی نے اسے فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی آدمی تھا جو کالنگڑھ میں کنور صاحب کے باغ سے اس کی گرفت سے بچ نکلا تھا اور پھر جو کنور صاحب بن کر سرحد سے بھی نکل گیا تھا۔ اسی کے تعاقب میں وہ بلاسپور تک آئے تھے۔

مگر وہ آنکھ، تو کیا اس آنکھ کو یہاں تک پہنچانے کے لیے ہی اسے جان سے مارا گیا تھا تا کہ کسی کو مردے کے بے حس و حرکت آنکھوں پر شبہ بھی نہ ہو۔ یہ سوچ کر اسے جھرجھری سی آ گئی۔ کتنے بے رحم تھے یہ لوگ۔ اور ساتھ ہی اس کے اندر ان مجرموں کے خلاف ایک شدید نفرت اور اتنا ہی غصہ پیدا ہو گیا۔ وہ جوش میں آ کر اندھا دھند ان قہقہوں کی طرف بھاگا۔ جو اب دور...، شاید قبرستان کے دوسرے کنارے پر سنائی دے رہے تھے۔ وہ کی مین کی ہی خوف ناک آواز تھی۔

"جامی، تم دیوار کود کر باہر سے اس طرف جاؤ۔ میں اندر سے سنبھالتا ہوں۔ تم اندھا دھند فائرنگ شروع کر دینا باہر کی طرف۔" رازی نے اسے بتایا۔

اور جامی حسب ہدایت دیوار کود کر باہر بھاگا۔ پولیس لاچار اور حیران کھڑی تھی۔ مگر جیسے ہی جامی نے باہر کی طرف سے اس سرے پر پہنچ کر فائرنگ شروع کی۔ پولیس نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ اور وہ سائے جو پھیلے ہوئے دھوئیں کا فائدہ اٹھا کر ابھی اس طرف کی دیوار پر ہی چڑھے تھے پھر اندر کود گئے۔ ان کے اندر کودتے ہی اندر سے پہلا فائر ہوا اور ان میں سے ایک چیخ مار کر وہیں گر پڑا۔ پھر اندر ہی ان میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ دھواں اب رفتہ رفتہ غائب ہو رہا تھا۔

ان لوگوں کے پاس بھی ٹارچیں تھیں۔ وہ کسی نہ کسی قبر کی آڑ میں چھپ کر ٹارچ کی روشنی اس سمت ڈالتے جدھر سے فائرنگ ہو رہی تھی اور اتنی دیر میں رازی اپنی جگہ بدل دیتا۔ دراصل ان کی ہی بے وقوفی ان کی موت کا سبب بنی۔

رازی کی ایک اور گولی نے ان میں سے ایک اور کو جہنم واصل کر دیا، لیکن تیسرا آدمی یہ سمجھ کر کہ ان کا مقابل صرف ایک آدمی ہے، خود رازی کو ڈاج دیتا ہوا اس کے قریب آ رہا تھا۔ پولیس کے بعض آدمی دیوار پر چڑھ آئے تھے لیکن وہ اس ڈر سے فائرنگ نہیں کر رہے تھے کہ رازی اندر تھا۔ اندھیرے میں اگر وہ ٹارچ کی روشنی ڈالتے اور ممکن ہے وہ رازی پر پڑ جاتی تو وہ

دشمن کی گولی کا نشانہ آسانی سے بن جاتا اور اگر پولیس اندھا دھند فائرنگ کرتی تو بھی رازی کی جان کا خطرہ تھا۔

رازی اس تیسرے خطرے سے بے خبر تھا، جو خموشی سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے ان تینوں کو ڈھیر کر دیا ہے۔ اچانک اسے پیٹھ میں کوئی چیز چبھتی محسوس ہوئی اور ساتھ ہی کسی نے پیچھے سے کہا۔

''ہینڈز اپ۔'' اور رازی کو مجبوراً ہاتھ اٹھانے پڑے۔ وہ آدمی قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

''کی مین کا مقابلہ تمہاری ساری طاقت بھی نہیں کر سکتی، بے وقوف سراغ رساں۔ میں لے جا رہا ہوں شیشے کی آنکھ، دیکھوں کون روکتا ہے مجھے؟'' وہ بڑے فخر سے بولا۔ پھر اس نے گرج کر کہا۔ ''خبردار، جو کسی نے ذرا بھی حرکت کی ورنہ میری گولی تمہارے اس افسر کے سینے کے پار ہوگی۔''

اس کی آواز سن کر دیوار تک آئے ہوئے پولیس مین ٹھٹک کر رک گئے۔ مگر ان کی ٹارچ کی روشنیاں وہاں تک پہنچیں۔ انھوں نے دیکھا واقعی رازی اس کے قبضے میں تھا۔

''اب تم میری ڈھال ہو۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''اور تم میری۔'' اس اچانک پیچھے سے آواز آئی۔ ''ہاتھ اٹھاؤ ورنہ گولی مارتا ہوں۔'' اس آواز کے ساتھ ہی ایک لات کی مین کے ہاتھ پر پڑی اور اس کا ریوالور دور جا گرا۔ لیکن وہ جھٹکے سے پلٹا اور ان دونوں کو ڈھکیلتا ہوا قبرستان کے وسط کی طرف بھاگا۔ دھواں قریب قریب ختم ہو رہا تھا اور بہت سے بے ہوش سپاہی دیواروں کے قریب پڑے ہوئے تھے۔ اسپاٹ لائٹ پھر تمتماتی ہوئی پڑی اور اندھیرے میں ان متحرک سایوں کو اس نے اجاگر کر دیا۔ کی مین بھاگ رہا تھا اور روشنی بھی اس کے ساتھ بھاگ رہی تھی اور جیسے ہی وہ چند قبروں کی آڑ سے نکل کر سامنے آیا، دیوار تک آئے ہوئے گن مین اپنی انگلیوں کو حرکت دینے لگے۔ سرچ لائٹ بھی وہیں رک گئی اور وہ خوفناک مجرم بھی، جو صرف ایک شیشے کی آنکھ کے لیے اتنے خون

بہا چکا تھا۔

مشین گن کی گولیوں نے تین طرف سے اسے چھید ڈالا اور وہ بل کھاتا ہوا وہیں گر پڑا۔اس کے گرتے ہی رازی چیخا۔''اسٹاپ فائرنگ۔''

فائرنگ رک گئی اور وہ دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔شیشے کی وہ پراسرار آنکھ جس کے لیے اتحادی ہیڈ کوارٹرز تک میں کھلبلی مچ گئی تھی گولیوں سے چھلنی جسم والے کی مین کے ایک ہاتھ کی کھلی مٹھی میں رکھی چمک رہی تھی۔رازی نے اسے نکال کر غور سے دیکھتے ہوئے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شیشے کی آنکھ

اس عظیم بین الاقوامی سازیش کی دھجیاں اڑانے کے دوسرے دن ہی سرکاری طور پر اس کی تصدیق کر دی گئی کہ ہندوستان تک آپہونچنے والے اٹلی کے خطرناک ترین بلیک میلر 'کی مین' اور خطرناک جاپانی ایجنٹ 'جوموکایوجو' اور ان کے نامعلوم اور پراسرار گروہوں کا ہندوستانی پولیس کے خصوصی سراغ رسانوں اور ان کی یونٹ نے آج خاتمہ کر دیا اور اتحادیوں کے کیمپ میں اب دشمن کا کوئی خطرناک جاسوس باقی نہیں رہ گیا۔ ان ممتاز سراغ رسانوں میں خصوصاً سی آئی بی کے اسپیشل انوسیگیشن آفیسرز، ریزرو ڈیکشن (آر ڈی) انسپکٹر رازی اور بمبئی یونٹ سے آئے ہوئے اس کیس کے لیے مقرر کردہ اسپیشل انوسیگیشن آفیسر حضور خان کی تعریف کے ساتھ انھیں ملٹری کیپٹن کے اعزازی عہدے بھی پیش کیے گئے تھے۔

اس سے زیادہ ان معاملات کی تفصیلات صیغۂ راز میں رکھی گئی تھیں۔ خصوصاً مس بیلی کا ذکر ہی نہیں تھا کیوں کہ اس کا تعلق فوجی سیکرٹ سروس سے تھا۔ کی مین ہی کچھ دن تک اسٹیٹسمین اخبار میں اعزازی طور پر 'ستاروں کا کھیل' بھی لکھا کرتا تھا۔ لیکن بعد میں اس نے قطع تعلق کر لیا تھا کیوں کہ ایڈیٹر کو اس پر شک ہو گیا تھا۔ مگر اس شام کو جب سی آئی جی کے ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل مسٹر مدھولکر نے ان تمام پولیس افسروں کو اپنے یہاں دعوت دی تو اس میں مس بیلی بھی شریک تھی۔ اور اس کے ساتھ ہال میں رقص کرتے ہوئے بالے 'بغداد کے چور' کی شطرنجی پر اُڑ رہا تھا۔

آج دوسرا دن تھا اور کمانڈر رانچیف کے آفس میں اس وقت اعلیٰ فوجی حکام جمع تھے۔ 'شیشے کی آنکھ' کے اس تہلکہ خیز فوجی راز کو جاننے کے لیے ہر آفیسر بے چین نظر آ رہا تھا، لیکن انھیں اتحادی سپریم کمانڈر کے نمائندے کا انتظار تھا، جسے ریڈیائی پیغام کے ساتھ بلایا گیا

تھا اور وہ ایک مخصوص طیارے کے ذریعے دہلی پہنچنے والا تھا۔ اس اہم اجتماع میں آج میجر جنرل کے رینک سے نیچا کوئی فوجی آفیسر نہ تھا۔

فضائیہ کے ڈپٹی چیف ایئر مارشل اور ڈپٹی چیف آف ایئر اسٹاف کے علاوہ دو ایئر کموڈور اور بحریہ کے ایئر ایڈ مائرل جان کرافورڈ۔ اور دو بڑے طیارہ بردار جنگی جہازوں 'دی وکٹر' اور دی کمانڈ' کے کمانڈر بھی موجود تھے۔ فوجی رسد و اسلحہ کے محکموں کے تمام سیکشنوں کے ماسٹر جنرل آف آرڈیننس اور انجینئرنگ کے چیف انجینئرز کے علاوہ رائل کمیشن کے کمانڈر رائل انجینئر تک مدعو تھے۔ سی ان سی کا دفتر ان بڑے بڑے فوجی حکام سے بھرا ہوا تھا اور آج کے دن نئی دہلی کے فوجی زندگی میں ایک نئی ہلچل سی پائی جا رہی تھی۔

ٹھیک ۱۰ بج کر ۲۵ منٹ پر انڈین پولیس کے وہ اعلیٰ افسران بھی آ پہنچے، جن کی سرفروشانہ جدوجہد سے یہ اہم ترین فوجی راز اتحادیوں کے قبضے میں آیا تھا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا تھا کہ لندن کے برطانوی فوجی کلب سے لے کر امریکہ، فرانس اور روس تک کے فوجی مراکز میں ریڈیو کوڈ میسج کے ذریعے اعلیٰ فوجی احکام اس کے انکشاف کے منتظر تھے۔ دورانِ جنگ کی فوجی زندگی میں ہنگامی حالات کے پیش نظر فوج کو پولیس سے کہیں زیادہ اختیارات حاصل تھے، اس لیے اس دور میں فوجی لوگ خود کو پولیس سے ممتاز یا کم از کم زیادہ صاحب اثر سمجھتے تھے۔ مگر آج ان اعلیٰ فوجی حکام نے فوراً خود آگے بڑھ کر ان پولیس افسران کا استقبال کیا۔

یہ پولیس آفیسرز، ڈپٹی ڈائرکٹر آف سی آئی بی مسٹر مدھولکر، اسپیشل آفیسر زی آئی بی انسپکٹر رازی اسپیشل آفیسر بمبئی خفیہ پولیس مسٹر حضور احمد خان اور ڈپٹی ڈائرکٹر آف انٹیلیجنس مسٹر ہائر تھے۔ ان پولیس افسروں کو ادائے شکریہ کے علاوہ یہ یقین دلانے کے لیے اس سیکرٹ ڈیمانسٹریشن میں مدعو کیا گیا تھا کہ وہ یہ جان لیں کہ ان کی محنت کوئی معمولی محنت نہ تھی اور اس کا پھل کتنا غیر معمولی ہے۔ ان تمام کے علاوہ کچھ ہندوستانی اور کچھ غیر ملکی چوٹی کے فوجی

سائنسداں بھی یہاں مدعو تھے۔

اتحادی سپریم کمانڈ ز کا نمائندہ لفٹننٹ جنرل رگوے کا طیارہ ٹھیک گیارہ بجے دہلی کے فوجی ہوائی اڈے پر اترا اور ۱۱/۲ ۱۱ بجے وہ بھی سی ان سی کے آفس پہنچ گئے۔ رسمی تعارف کے بعد تمام فوجی آفیسرز ڈیمانسٹریشن روم میں داخل ہو گئے۔ اور عمارت اور روم کے باہر ہر قدم پر کڑا فوجی پہرہ لگا دیا گیا۔ اخبارات کے نمائندے صبح ہی سے چکر لگا رہے تھے، لیکن انھیں احاطے میں بھی آنے کی اجازت نہ دی گئی۔ وہ صرف دفتر کے احاطے میں داخلے کے وقت ہی آفیسرز کی تصویریں وغیرہ لے سکے۔

ڈیمانسٹریشن روم کی کھڑکیوں اور دروازوں پر لگے سیاہ پردے کھینچ دیے گئے اور کمرہ اندر سے بالکل تاریک ہو گیا۔ اس کے بعد انلارجمنٹ لینس کے ایک فلم پروجیکٹر میں شیشے کی وہ آنکھ جو خود کمانڈر رانچیف کے پاس محفوظ تھی، لگا دی گئی اور اس کا عکس سامنے ایک سفید پردے پر ڈالا گیا۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر ع چونک پڑے کہ اس میں صرف ایک عمارت کا خاکہ نظر آ رہا تھا جس کے گرد ایک ہلکی سی لکیر والا گول دائرہ تھا۔

''یہ کیا مذاق ہے؟'' اتحادی نمائندہ اسے دیکھ کر بولا۔

سمجھ میں نہیں آ رہا، کہیں پھر ہم دھوکہ نہ کھا گئے ہوں۔'' سی ان ای نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔'' مدھولکر پاس بیٹھے ہوئے ہی بڑبڑایا۔ خان اور رازی پردے کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔

''میرے خیال میں اسے گھما کر دیکھا جائے۔'' رازی نے مشورہ دیا۔ چنانچہ آپریٹر نے اشارہ پا کر اس آنکھ کو بہت آہستہ آہستہ گھمانا شروع کیا۔

''بس بس۔'' خان ایک جگہ بول اٹھا۔ اس وقت اس شیشے کی آنکھ کے دونوں سرے اوپر پہنچے تھے۔

Akram Allahabadi

''کیوں کیا بات ہے؟'' مدھولکر نے چونک کر پوچھا۔

''دیکھیے نا، اب انگریزی کی B کا لفظ صاف نظر آرہا ہے۔'' خان نے کہا۔

''ہاں، معلوم تو ہوتا ہے۔ مگر اس سے کیا؟'' ایک لفٹنٹ جنرل نے پاس سے پوچھا۔

''B سے بریک بھی ہوسکتا ہے۔'' رازی بول پڑا۔

''لیکن اگر توڑ دینے سے رہا سہا معاملہ بھی ختم ہوگیا تو؟''

''پہلے آپ اس طرح اسے غور سے دیکھ لیجیے اس کے بعد وہی صرف ایک طریقہ رہ جائے گا۔'' مدھولکر بولا۔

چنانچہ پہلے مختلف پہلوؤں سے گھما کر شیشے کی اس پراسرار آنکھ کو دیکھا گیا۔ اور جب کچھ نہ سمجھ میں آیا تو وہ سب اسے توڑنے پر متفق ہوگئے۔

جیسے ہی شیشے کی اس آنکھ کو توڑا گیا، وہ سب چونک پڑے۔ اس کے درمیان میں نظر آنے والی دائرے کی لکیر کے حلق میں اس کے اندر سے ایک گول لپٹی ہوئی ایک بہت باریک سی فلم نکلی، جو باہر سے نظر نہ آسکتی تھی۔ اس فلم کا فیتہ صرف ۱۱/۸ انچ چوڑا اور تقریباً تیس فٹ لمبا تھا۔

اسے فوراً ہی ایک مخصوص اور ہزار گنی انلارجمنٹ فگر دینے والے پروجیکٹر پر چڑھا دیا گیا۔ ڈیمانسٹریشن روم میں اس سے بھی باریک فگر ریڈ کے لیے لینس اور پروجیکٹر موجود تھے۔

فیتہ فلم کی طرح جس وقت پروجیکٹر پر چلنا شروع ہوا اس کا عکس صاف پردے پر نظر آنے لگا اور تقریباً وہ تمام لوگ حیرت سے اچھل پڑے۔ یہ ایک عجیب سا نقشہ تھا جس کے سرے پر لکھا تھا، ''ایٹم''۔ یہ چیز اگرچہ مدھولکر اور رازی یا خان کی سمجھ میں نہ آسکا، لیکن فوجی سائنسدانوں گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔

''یہی ہے وہ ایٹم بم پلان جس کے بل بوتے پر ہٹلر دنیا کو فتح کر لینے کے دعوے کر رہا ہے۔'' ان میں ایک نے بلند آواز سے کہا۔

اور واقعی اس عجیب سے نقشے میں درمیان میں ایک پھولے ہوئے بیضوی شکل اور اس کے نچلے فلیٹ حصے کے اندر بے شمار خانے اور نسیں جیسی نمایاں تھیں۔ پھر مختلف فریموں میں اس کے مختلف شعبوں کی تقسیم اور ان کی تیاری کی تفصیل تھی۔ وہ فلم جیسے جیسے پروجیکٹر پر چلتی گئی، سائنسدانوں کے ہاتھ تیزی سے ان کی نوٹ بکس پر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ساری فلم ختم ہوگئی اور وہ سب کے سب حیران سے بیٹھے رہ گئے۔

''اگر یہ پلان ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا تو ہٹلر واقعی آدھی سے زیادہ دنیا کو تہ و بالا کر دیتا۔'' کمانڈر انچیف نے کہا۔

''لیکن یہ یہاں لایا کیسے گیا تھا؟'' اتحادی سپریم کمانڈر کے نمائندے نے پوچھا۔

''ایک بہت بڑے جرمن سائنسداں کو رشوت دے کر حاصل کیا گیا۔'' مسٹر جنرل آف آرڑ ڈیننس کے سیکشن ۸ نے بتایا۔

''مگر شیشے کی آنکھ؟'' ایک دوسرے نے پوچھا۔

''اسے حفاظت اور جان کی بازی لگا کر یہاں تک پہنچانے کا کام میجر جیکسن نے اپنے سر لیا تھا۔ وہ آپریشن کے ذریعے اپنی ایک آنکھ نکلوا کر اسے اس شیشے کی آنکھ میں بھروا کر ہندوستان تک لے آیا تھا۔ لیکن کسی طرح جاپانی جاسوسوں کو شبہ ہوگیا اور وہ ٹرین میں ہی اسے قتل کر کے یہ آنکھ لے اڑے اور بعد میں ان سے اسے کی مین لے اڑا تھا۔'' آرڈ ڈیننس کے جنرل نے بتایا۔

''تو اسی لیے اس سلسلہ میں جتنے ہلاک ہوئے وہ سب کانے تھے؟'' سیکرٹ سروس کا چیف مسکرا کر بولا۔

''یقیناً۔ اس قیمتی راز کو محفوظ رکھنے کا طریقہ اس سے بہتر اور کوئی نہ تھا۔'' مدھولکر بول

پڑا۔

واقعی ہمیں ان سراغ رسانوں کا مشکور ہونا چاہیے جن کی بدولت دنیا اس عظیم تباہی سے بچ گئی۔'' کمانڈر انچیف نے پولیس افسروں کی طرف ممنون نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''واقعی بڑا قابلِ تعریف کام کیا ہے۔'' ایک دوسرا جنرل بھی بول اٹھا اور ساتھ ہی تمام افسروں کی نظریں ان سراغ رسانوں کے چہروں پر جم گئیں۔ شاید یہ ان کا خاموش فوجی شکریہ تھا، جس کا جواب بہرحال سب کی طرف سے مدھولکر نے ہی دیا۔

وہ بولا۔ ''یہ تو ہمارا فرض تھا۔ ہم خوش ہیں کہ عالمِ انسانیت کے کسی کام آئے۔''

ایٹم کا یہ اہم ترین راز وہی راز تھا جس کے لیے اتحادی ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھے اور جس کے زعم میں ہٹلر نے دعویٰ کر دیا تھا کہ وہ ایک ہفتے میں تمام دنیا فتح کر سکتا تھا۔ اس پلان میں مختلف اعداد و شمار اور ایٹم بم کی تیاری کا فارمولا تھا جسے حرف بحرف سائنسدانوں نے نوٹ کر لیا اور بعد میں یہ فلم ایسے چار مزید خفیہ پرنٹ تیار کرنے کے لیے فوجی اکیڈمی آف سائنس کے ڈائرکٹر کے سپرد کر دی گئی۔

اور اس شام شاید کروڑوں انسان نہ سمجھ سکے ہوں کہ اتحادی ہیڈ کوارٹرز سے اچانک اور پورے وثوق کے ساتھ یہ ریڈیائی اعلان کیوں کیا گیا کہ 'اب وہ وقت دور نہیں جب دنیا کو فتح کر لینے کے دعوے کرنے والے ہٹلر اور اس کے حواریوں کی قبر برلن میں ہی کھودی جائے گی'۔ یہ صرف اتحادی اعلیٰ افسر ہی جانتے تھے کہ اچانک ان کے ہاتھوں میں کون سی طاقت آ گئی ہے۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi